

آدابُ السلوک

تصنیفِ لطیف

شیخ المشائخ، قطبِ ربانی، غوث صمدانی، محبوبِ سبحانی
حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آدابُ السلوک

آدابُ السلوک

طریقت و تصوّف کے آداب، سلوکِ روحانیت کے اسلوب،
عرصۂ روحانیت کے شہسوار کے جلالت مآب اور حقائق کشا قلم سے

تصنیفِ لطیف

شیخ المشائخ، قطبِ ربّانی، غوث صمدانی، محبوبِ سُبحانی
حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی
(رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ)

ترجمہ

(الاستاذ) ظفر اقبال کلیار
(فاضل بھیرہ شریف)

۲۰۰۰ء

بار اوّل ــــــــــ ایک ہزار

ہدیہ ــــــــــ 100= روپے

زیرِ اہتمام

محمد رضاءُ الدین صدیقی

نجابت علی تارڑ

زاویہ

۸ ۔ سی دربار مارکیٹ ○ لاہور

Ph (042) 7113553-7241517

(نوٹ)

اِس کتاب کے جملہ محاصِل "زاویہ فاؤنڈیشن" کے عِلمی و تحقیقی مقاصِد کے لِئے وقف ہیں۔

فہرست

تقدیم

بدمست شرابی سے کسی نے پوچھا شراب کیا؟ کہنے لگا بندۂ خدا! شراب میں نشے کے علاوہ کیا کچھ اور بھی ہے؟

اسی لیے جب کبھی میں نے تصوف پر اپنی نگارشات پیش کرنے کا ارادہ کیا تو قلم بول اٹھا۔ ذرا ٹھہر جایئے۔ اور جب میں نے اس کے رموز و معارف کا کھوج لگانا چاہا تو بیان نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور کہا رک جایئے۔

قلم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس موضوع کی جلالت شان کے سامنے حیران و ششدر ٹھہر جائے۔ نہ ایک قدم آگے بڑھے اور نہ پیچھے ہٹے۔ تصوف کوئی فلسفیانہ فکر نہیں جسے دوسرے منطقی افکار کی طرح منضبط کیا جائے۔ لوگوں کے سامنے بیان ہو، آسانی سے کتب میں مدون ہو اور پھر لائبریریوں کی زینت بنا دیا جائے۔

بلکہ تصوف ایک نتیجہ خیز فکر اور عملی تحریک ہے جس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے زندگی کے چمنستان میں بہار آجاتی ہے۔ دل و دماغ سیراب ہوتے ہیں اور اخلاق و اطوار سنورتے ہیں۔

جب دل تصوف کا اقرار کر لیتا ہے تو اس سے ذوق و شوق ٹپکنے لگ جاتا ہے جس کے پیالے عرش کے تالابوں اور جنت کی نہروں سے بھرے جاتے ہیں۔

تصوف ایسی فکر نہیں جسے ذہن محفوظ کر لیں۔ زبان بیان کرے اور بس

بلکہ وہ اس سے کہیں بلند ایک حقیقت ہے جس کا احاطہ زبان وبیان کے بس کا روگ نہیں۔ اسے معرض تحریر میں لانا اور مذہب کی قید میں مقید کرنا ممکن نہیں۔

تصوف مجاہدہ اور ریاضت ہے۔ یہ وہ پھل ہے جو جہد مسلسل سے ہاتھ آتا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں تصوف کا صرف ایک ہی مفہوم ہے اور یہی قطعی اور آخری مفہوم ہے اور یہ مفہوم وضع کردہ نہیں مشکواۃ نبوت سے لیا گیا ہے اور وہ مفہوم یہ ہے کہ دنیا کو دل سے نکال کر ہاتھوں تک محدود کر لیتا۔

اس لیے تمام بزرگوں کا اتفاق ہے کہ تصوف قرآن و سنت پر اخلاص سے عمل پیرا ہونے کا دوسرا نام ہے۔ اس میں تمام مشرب تمام آرا متفق ہیں۔ کسی کو اختلاف نہیں۔ مگر مرورِ وقت کے ساتھ جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا۔ مسلمان عجمیوں سے ملے۔ اخذ و قبول کا سلسلہ شروع ہوا تو تصوف میں عجمی فلسفے کی آمیزش ہوئی اور اس میٹھے اور پاک وصاف چشمے میں تطرف، فلسفی اوھام اور شطحیات شامل ہو گئیں۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ تصوف نے نصرانیت کے زھد، بدھ مت کی دنیا بیزاری کو اختیار کیا اور ہندوں جیسی مشکل پسندی اور نفس کشی کی تعلیمات اس کا محور و مرکز قرار پائیں۔ یوں تصوف اسلامی تعلیمات سے دور ہوتا گیا دوسرے مذاہب سے اس کے روابط بڑھتے گئے اور اس کے فرائض اور نتائج کے درمیان تعلقات کمزور پڑ گئے۔

پھر آہستہ آہستہ تصوف ایک بانجھ مفہوم بن کر رہ گیا جسے زندگی کے تقاضوں سے کوئی ہم آہنگی نہیں تھی۔ اور نہ کسی طرح وہ عقیدہ کے اصولوں سے میل کھاتا تھا۔

کب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں حکم دیا کہ ہم دنیا سے اعراض کریں اور پیٹھ پھیر کے اس سے لاتعلق ہو جائیں۔ کب انہوں نے یہ حکم دیا کہ ہم

دنیا کے میدان سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ اور زندگی کی کشاکش سے غافل ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ ہم دنیا کیلئے تگ ودو کریں اور اس کی اصلاح کی کوشش کریں۔ کیا ہم وارث نبوت نہیں۔ کیا ہم پر مناصب نبوت کو نبھانے کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کیا اس امانت کو اٹھانے کی ذمہ دار ہم نہیں ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا کلام ہماری بات کی تائید کرتا ہے جس میں کسی قسم کا تردد نہیں۔ رب قدوس فرماتے ہیں۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

(توبہ :105)

"اور فرمایئے عمل کرتے رہو۔ پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول اور مؤمن"

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ صدرِ اسلام میں جب اسلامی معاشرہ دولت و ثروت اور شان و شوکت کی زندگی بسر کر رہا تھا اور لھو و لعب میں پڑ کر اسلامی تعلیمات سے دور جا رہا تھا تو ردِ عمل میں کچھ لوگوں نے ترک دینا کی راہ اختیار کی جسے تصوف کا نام دے دیا گیا۔

حاشا و کلا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ یہ کوئی ایسی فکر نہیں جو عیش و عشرت کا ردِ عمل ہو۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان عہدِ نبوت سے ہی تصوف کی حقیقی راہ پر گامزن تھے۔ ان کی فطرتِ سلیم تصوف کی نورانی تعلیمات سے مکمل آہنگ تھیں۔ ان کے قلوب و اذھان میں اخلاص و للّٰھیت تھی۔ یہ لوگ خالص صوفی تھے اگر انہوں نے کسی خاص وضع قطع کا لباس زیب تن نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی بعد کے ادوار کی طرح اصطلاحات و مذاہب کو تشکیل دیا تھا لیکن وہ تھے خالص صوفی۔

ہوا یہ کہ دولت و ثروت کا جب دور دورہ ہوا اور لوگ اسلام کی فطرتی سادگی کو چھوڑ کر عیش پرستی میں مشغول ہوئے تو ان صحابہ کرام کی زندگی دنیا

داروں کی زندگی سے ممتاز ہوتی گئی اور ان کا طریقہ زندگی دنیاداروں سے بالکل مختلف نظر آنے لگا۔

اس گروہ کو جو کتاب و سنت پر سختی سے عمل پیرا تھا اور جنہوں نے تہذیب اور خضارہ کی چکا چوند اور زندگی کے سراب کو قبول نہ کیا مختلف القابات سے موسوم کیا گیا۔ کبھی انہیں زہاد کہا گیا۔ کبھی انہیں نساک کہا گیا۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ فاسفیانہ افکار سے کشید کر کے انہیں متصوف اور ارباب احوال کا ایک نیا لقب دیا گیا۔

کاش یہ سلسلہ یہیں رک جاتا۔ فلاسفہ کی آراء اور متکلمین کے اقوال سے تصوف کی اصطلاحات عاریۃً لے لی گئیں۔ اس طرح مختلف مذہب تشکیل پائے۔ راستے جدا ہوئے اور ایک دوسرے سے مسلمان اس قدر دور ہو گئے کہ پھر انہیں کوئی چیز اکٹھا نہ کر سکی۔

گمراہی کے صحراء اور ظلمات کے جنگلوں میں حاطب اللیل کی طرح رطب و یابس اکٹھا ہوا۔ بھانت بھانت کی بولیاں سننے میں آئیں۔ اس اختلاف نے مذہبی تعصب کا رنگ اختیار کر لیا۔ تصوف کے مادہ لغوی میں اختلاف پیدا ہوا اور لوگ اس حقیقت کو بھول گئے کہ تصوف شعوری حالت ہے فلسفیانہ فکر نہیں۔

بہر حال تصوّف حرص و ھوا اور حبِ دنیا سے دل کی تطھیر کی خاطر ریاضت و مجاہدہ کو کہتے ہیں۔ یہ ریاضت انسان کے اندر اس امانت کو ادا کرنے کی استعداد پیدا کرتی ہے۔ جسے پہاڑوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔

بس اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ عباسی دورِ حکومت کے آخر میں متصوفین اور فلاسفہ کا ایک اور گروہ پیدا ہوا۔ جنہوں نے نئے نئے نظریات پیش کیے۔ قریب تھا کہ بہتری کی ہوائیں رک جاتیں اور معرفت کا شعلہ اپنے آسمان میں ٹھنڈا پڑ جاتا کچھ لوگوں نے ان افکار جدیدہ کا انکار کیا اور ان کی شطحیات اور اوھام سے اپنے عقیدہ کو پاک رکھا۔

ان جدید نظریات میں الفناء، الحلول، الاتحاد، اور وحدۃ الوجود جیسے افکار آتے ہیں۔

بعض نے جھوٹ وافتراء سے کام لیا اور قدماء پر یہ بہتان تراشی کی کہ یہ نظریات ان کی کتب سے ماخوذ ہیں۔ مگر حقیقت یوں نہیں تھی۔ قدماء نے جس فنا کا تذکرہ کیا ہے وہ فلسفیوں اور ان متصوفین کی فنا سے الگ مفہوم رکھتی ہے قدماء کے نزدیک فنا سے مراد مؤمن کا خلق سے، حظوظ نفس سے فانی ہونا اور قلبی اھواء ورغائب نفس پر اوامرِ خداوندی کو ترجیح دینا اور مخلوق اور قرابت داروں کو چھوڑ کر محبوب حقیقی کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔

اَنْتَ فَوْقَ الصَّحْبِ عِنْدِیْ فَاِذَا...... غِبْتَ عَنْ عَیْنَیَّ لَمْ اَلْقَ اَحَد

رہا وحدۃ الوجود کا مفہوم جسے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اس کا مفہوم آپ کے نزدیک یہ ہے کہ حقیقی وجود صرف خالق حقیقی کا ہے۔باقی مخلوق کا وجود محض سایے عکس اور تابع کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح سایہ اصل وجود کا محض پر تو ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔اسی طرح کائنات کا وجود صفات خداوندی کا عکس اور پر تو ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔اسی طرح پتلیوں کا کھیل ہے۔ پتلیاں خود بخود حرکت نہیں کرتی بلکہ انسان کا ہاتھ انہیں حرکت دیتا ہے۔

رہے دوسرے نظریات جنہیں متاخرین نے پیش کیا مثلاً حلول اور اتحاد تو ان کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ کسئ متقی یا اہل ایمان صوفیاء نے انہیں رد کیا ہے اور ان من گھڑت افکار کو کبھی درخور اعتناء نہیں سمجھا۔اصل تصوف یہ ہے جسے میں نے تم سے بیان کیا ہے۔ روحانی پہلو کی وجہ سے ہی اسلام میں کمال جاذبیت پائی جاتی ہے۔ اسلام کا محورو مرکز تصوف ہے۔ اور اصل تصوف کی تعلیمات شریعت مطھرہ سے کلی طور پر ہم آہنگ ہیں۔

یہ وہ بلند وبالا درخت ہے جس میں کوئی نقص نہیں ہاں بدعت کی جڑی

بوٹیوں اور گمراہی کی تھور نے اسے اپنے احاطے میں سمیٹ رکھا ہے۔

کیا ہی بہتر ہو اگر ہم ان طفیلی افکار کی خطرناک بیل کو اکھاڑ پھینکیں جس نے اس شجر سایہ دار کو بڑھنے سے روک رکھا ہے۔

اے میرے بھائی یہ ہے تصوف جس کی نورانی تعلیمات میں نے آپ کے گوش گزار کیں اور آپ انہیں سن کر بہرہ مند ہوئے۔ یہ ہے تصوف کی حقیقت جس پر آپ مطلع ہوئے۔ آیئے۔ اے حرص و ہوا کا آوازہ بلند کرنے والے۔ اور ایمان کے خیمہ میں بیٹھ کر رنگ وراگ کی محفلیں سجانے والے۔ آیئے ہم رات کی تاریکیوں اور دن کے اجالے میں خوبصورت ٹھٹھے بیان کرنے والے لوگوں سے ہوشیار ہو جائیں۔ اور اس کے بندوں کی محبت حاصل کریں جن کی راتیں عبادت خداوندی میں گزرتی ہیں اور دن کے اجالے خدمتِ خلق میں بسر ہوتے ہیں۔

آیئے شریعت کی پاکیزہ تعلیمات میں وہ روشنی ہے جو آنکھوں کو اُچک لے۔ اور دل کو اللہ کریم کے نور سے بھر دے۔ ایسی پر نور مجلسوں پر رحمت خداوندی موسلادھار بارش کی طرح برستی ہے اور اجاڑ و ویران دلوں کو سیراب کر دیتی ہے۔ یہاں سماوی ہوائیں خوشگوار انداز میں خراماں خراماں چلتی ہیں یہاں جو آتا ہے اس کے گریبان حوروں کی سانسوں سے مہک اٹھتے ہیں۔ اور جنت کی خوشبو مشامِ جاں کو معطر کر جاتی ہے۔ یہاں کوثر و تسنیم کی ٹھنڈک سے خوب لطف اندوز ہوتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔

خوش بخت ہے وہ شخص جسے یہ مقام مل گیا۔ اور خوش نصیب ہے وہ انسان جس کا ٹھکانہ اور آرام گاہ بان کا یہ درخت (جنت) ٹھہرا۔

خبردار! اے عقلمند تو نے اس کتاب سے سفر شروع کیا ہے جس کے مراجعت اور تقدیم لکھنے کا مجھے شرف حاصل ہو رہا ہے۔ میں نے اس کتاب کے اوراق میں راہ سلوک کے آداب اور زندگی کے اطوار کو دیکھا ہے۔ یہ آداب اور

اطوارِ زندگی کے راستے پر چلنے والوں کو ثابت قدمی، بہادری اور اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ مسافرِ صراطِ مستقیم پر قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ نہ مسالک اس کی راہ روکتے ہیں اور نہ مختلف نظریات اس کے راہ میں آسکتے ہیں۔

میری طرح تو بھی ہر فصل میں محبت و عقیدت اور علوم و معانی اور روحانی اطمینان و سکون کا دریا موجزن پائے گا۔

تجھے محسوس ہو گا کہ تیری روح ایمان اور فضیلت کے اعلیٰ و ارفع مقامات و منازل کا طواف کر رہی ہے۔ جیسے کہ سورج منازلِ کمال کا طواف کرتا ہے یا روشن ستارے گردش کناں رہتے ہیں۔ اور گھنے باغوں میں پرندے ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑ کر جا بیٹھتے ہیں۔

خالق سے مخلوق کی طرف سفر کر۔ دنیا سے دنیا کے پیدا کرنے والے کی طرف چل کتنا عظیم ہے یہ سفر اور کتنی مقدس ہے یہ سیر۔

خوش بخت ہے وہ انسان تصوف کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی جسے توفیق ملی۔

از :الاستاذ محمد زکریا الزعیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ التحقیق

ان الحمد للّٰہ نحمدہ ،و نستعینہٗ و نستغفرہ ، و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ.

واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، وان محمدا عبدہ ورسولہ.

اللھم صل وسلم علی سیدنا وسندنا و شفیعنا و ذخرنا ونبینا محمد صاحب جوامع الکلم و سید سادات المخلوقات، وعلیٰ آلہ الطیبین الطاھرین ، واصحابہ الاخیار المخلصین، الذین احسنوا اتباعہ فی الحرکات والسکنات، وعلی التابعین لھم باحسان مادامت الارض والسماوات، آمین.

وبعد.

مکتبہ امام جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چوتھی کتاب ہے جو علم و معرفت کے شہر دمشق سے بڑی علمی تحقیق اور محنت کے بعد شائع کی جا رہی ہے۔ اس سے پہلے تین معرکۃ الآراء کتابیں قارئین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ایک

"سر الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار[1] ہے۔ دوسری "الطریق الیٰ اللہ" ہے اور تیسری "جلاء الخاطر فی الباطن والظاهر"

ہماری پیش کردہ یہ کتاب "آدابُ السلوکِ والتواصل الی منازلِ الملوک" حضرت امام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم تالیفات میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں اصولِ تصوف اور راہِ سلوک کی تعلیمات کو قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ و تابعین کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ بڑی مفید اور نفع بخش کتاب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں وصول الی اللہ کا شوق رکھنے والوں کے لیے مثالی بنیادیں فراہم کر دیں ہیں۔

کتاب کے شروع میں آپ ان تعلیمات کا تذکرہ فرماتے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا ہر مؤمن پر واجب ہے۔ پھر وہ ابتلاء و آزمائش کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس کے فتنوں سے ڈراتے ہیں۔ مخلوق سے فنا اور وصول الی اللہ کو زیر بحث لاتے ہیں۔ پھر انسانی نفس کی حقیقت اور اس کے احوال کو بیان کرتے ہیں۔ پھر مجاہدہ، اس کے ثمرات، اور اہل مجاہدہ کے خصائل حمیدہ کو بیان کرتے ہیں پھر احوال و مقامات مثلاً توکل، صبر، حسنِ خلق، شکر، صدق، تسلیم و رضا، زہد و فقہ، ترکِ حظوظ، محبت اور اس کے آداب اور حقوق کو قلم بند کرنے کے بعد ایک اختتامیہ رقم کرتے ہیں۔ اور "ختام المسلک" کے طور پر اس میں خصوصی پند و نصائح کو نقل کیا۔ اور انہیں قیمتی نصائح اور انمول وصیتوں کے ساتھ کتاب کو ختم فرمایا تے ہیں۔

قارئین اس کتاب کے مطالعہ سے جو مفہوم اخذ کریں گے اور جو نقطہ، نظر ان کے سامنے آئے گا اسے ہم مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ مقصود شریعت کی پاسداری کے بغیر ممکن نہیں۔ اسلام کے اصولوں کو اپنا کر ہی فلاح دارین اور

---

[1] "زاویہ" آداب السلوک سے پہلے شیخ کی اس معرکۃ الآرا کتاب کا ترجمہ کرنے کی سعادت بھی حاصل کر چکا ہے۔"

منتہائے مقصود حاصل کیا جا سکتا ہے۔

احکام شریعت اور سلف صالحین کا عقیدہ ہی حضرت شیخ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک راہ طریقت اور تصوّف ہے۔ یہی دین کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں غور و خوض کرنے والے جانتے ہیں کہ جب آپ مریدین اور راہ سلوک کے مبتدیوں کیلئے گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو معرفت و ولایت کے دقائق اور باریکیوں میں جانا پسند نہیں فرماتے۔ یقیناً آپ جانتے ہیں کہ عوام الناس اور مبتدی ایسے دقیق و باریک مسائل سے مفتون ہو سکتے ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ اہل تصوّف کیلئے ایک پاک دستور تطبیق حرفی پالے۔ جس کے متعلق ابو عمرو دمشقی نے کہا ہے: ”جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر فرض کر دیا ہے کہ آیات و معجزات کو ظاہر کریں تاکہ لوگ ان پر ایمان لائیں اسی طرح اس نے اولیاء کرام پر یہ بات فرض کر دی ہے کہ وہ کرامات کو چھپائیں تاکہ خلق خدا فتنہ و فسادِ قلبی کا شکار نہ ہو“۔

اس کتاب سے متعلق اپنی گفتگو ختم کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قاری کو یہ بات یاد کرا دوں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے بعض مقامات کی شرح فرمائی ہے۔ استاذ ڈاکٹر محمد رشاد سالم نے اس شرح کو اپنی کتاب ”مجموع الفتاوی“ میں جمع کر دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ نے صرف شرح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے نہایت زوردار انداز میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہدیہ عقیدت و محبت پیش کیا ہے۔ ابن تیمیہ کے بقول: شیخ عبد القادر جیلانی اپنے زمانہ کے ان عظیم مشائخ کرام میں سے ہیں۔ جنہوں نے شریعت مطہرہ کے امر و نہی کا خصوصی التزام فرمایا ہے اور اسے اپنے ذوق اور خواہشات پر مقدم رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترکِ ہوا اور ضبطِ نفس میں دوسرے

مشائخ سے کہیں آگے ہیں۔

قارئین کرام کو یہ کتاب پورے غور و خوص اور توجہ سے پڑھنی چاہیے تاکہ وہ امام جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے ارشادات عالیہ سے کماحقہ مستفیض ہو سکیں۔ اور اسے سمجھ کر کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔

یہ حقیقت ہر آدمی کے پیش نظر رہے کہ اھلِ حق اور اربابِ طریقت کو پہچاننے کیلئے دو نشانیاں ہیں۔ ایک ان کا ظاہر ہے اور ایک باطن۔

اہلِ حق اور ارباب طریقت کا ظاہر شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اور وہ قرآن و سنت سے سرِ مو بھی انحراف نہیں کرتے۔

اور باطن بصیرت کے نور سے منور ہوتا ہے اور وہ سلوک کی نبیاد مشاہدۂ بصیرت پر رکھتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس خیال میں رہتے ہیں کہ وہ کس عظیم ہستی یعنی محمد النبی ﷺ کی اقتداء کرنے والے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ اور آپ کی جسمانیت کے درمیان اپنی جگہ ایک واسطہ ہیں۔ کیونکہ شیطان آپ ﷺ کی مثالی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ پس راہ سلوک کے مسافر کو بھی اور ان کے مریدین کو حضور ﷺ کی پوری سیرت و صورت کو اپنانا چاہیے۔ تاکہ شیطان ان کی شکل مثالی بھی اختیار نہ کر سکے۔ اہل تصوف اندھی تقلید نہیں کرتے۔ وہ صاحبِ بصیرت اور اہلِ تحقیق ہوتے ہیں۔ صوفیاء کو جھوٹے مدعیانِ تصوف سے ممتاز کرنے کی اور بھی بہت ساری علامات ہیں لیکن ان تک رسائی ہر شخص کے بس کا روگ نہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو ان دقیق علامات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔

پس جو ابدی سعادت کا خواہاں ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے اوامر کی پیروی کرے اور مناہی سے اجتناب برتے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر و امتنان کرے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کریم ہمیں شریعت مطہرہ پر

عمل پیرا رکھے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم وہ کام کریں جو وصال الٰہی اور قرب کا ذریعہ ہوں۔ ہم التجا کرتے ہیں کہ ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے بیشک وہ تمام مشکلات کو دور کرنے والا سب کچھ جاننے والا، بڑا افضل فرمانے والا اور کریم ہے۔ نیکی کرنے کی قوت اور برائی سے بچنے کی طاقت صرف اس اعلیٰ و عظیم کے دست قدرت میں ہے۔

آخر میں میں اپنے احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے بڑی شفقت فرما کر میری معاونت کی اور مجھے اپنی دعاؤں سے نوازا۔

میں نے یہ کتاب اپنے استاذ، اپنے بھائی اور دوست، استاذ محمد زکریاء الزعیم کی خدمت میں پیش کی تاکہ وہ اسے ایک نظر دیکھ لیں اور مجھ سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ان کی تصحیح فرمادیں۔ انہوں نے پوری توجہ سے میری اس کاوش کا مطالعہ فرمایا۔ فصیح و بلیغ عنوانات کا انتخاب فرمایا۔ اور ایک تقدیم بھی رقم فرمادی جس میں اس موضوع پر بڑی معلومات افزا گفتگو فرمائی۔ ان کی یہ تقدیم موضوع کا پوری طرح احاطہ کرتی ہے۔ میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے میری اس کاوش کو لائق توجہ سمجھا۔

میں اپنے دوست زیاد سروجی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود احادیث کی تخریج میں میری مدد فرمائی آپ ایک فاضل مصنف ہیں "موسسة البصائر للصف التصویری" آپ کی بہترین تصویر ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں۔

بلادِ شام کے مشہور و معروف خطاط استاذ احمد باری کا شکریہ میرے ذمہ قرض ہے جنہوں نے اس کتاب کی تزئین اور املاء میں میری بھرپور مدد کی۔ احمد باری میرے معلم اور استاذ ہیں۔ اور خطاطی کا فن میں نے انہیں سے سیکھا ہے۔

اپنے دوست اور بھائی انجینئر محمد مازن الفوال کا شکریہ ادا نہ کرنا بے انصافی ہوگی جنہوں نے اپنی قیمتی آراء سے مجھے نوازا اور کتاب پر تحقیق اور اس کی

طباعت کے دوران مجھ پر بے حد کرم فرمایا۔

جس شخصیت کا سب سے زیادہ میں ممنون احسان مند ہوں وہ ہیں میرے والد گرامی شیخ مقری نصوح محمد امین عزقول جنہوں نے میری تربیت اور تعلیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ میں ان کی کرم نوازیوں اور کرم گستریوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں ہر اس دوست کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے میری مدد کی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ان کو خطاؤں سے محفوظ رکھے اور انہیں اس راستے پر چلنے کی توفیق بخشے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہو۔

زیرِ نظر کتاب کے مختلف نسخے

ا۔ مخطوطہ

کتاب کا پہلا اور اصل نسخہ مخطوطہ (قلمی نسخہ) ہے جو "الظاہریہ" لائبریری میں "فتوح الغیب" کے نام سے موجود ہے۔ یہ نسخہ 68 اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر ورق پر 17 سطور ہیں۔ لکھائی بہت عمدہ ہے اور خط نسخی میں ہے۔ کاغذ بہت قیمتی اور جلد دیدہ زیب ہے۔ لائبریری میں اس پر درج نمبر 5908 ہے اور محمد مبارک حسنی نام کی ملکیت ظاہر کی گئی ہے۔ میں نے اس نسخے پر کافی اعتماد کیا ہے۔

دوسرا نسخہ

یہ نسخہ بھی مذکورہ لائبریری میں "آداب السلوک والتوصل الی منازل الملوک" کے نام سے نمبر 6221 کے تحت موجود ہے۔ اوراق کی تعداد 87 ہے۔ متوسط درجہ کی 13 سطریں ہر ورق میں پائی جاتی ہیں۔ اس کو بھی نسخی خط میں لکھا گیا ہے جو عموماً رائج الوقت ہے۔ اس کو اسماعیل الموہبی القادری نے جو حلب میں مدرّس تھے اپنے لیے لکھوایا تھا۔

تیسرا نسخہ

یہ بھی مذکورہ لائبریری کی زینت ہے۔ اس کا نمبر 8337 ہے اور "الکشف وفتوح الغیب" نام لکھا ہے اوراق کی تعداد 65 ہے۔ سطریں 15 ہیں خط

نسخی قدیم ہے۔ اس کے لکھنے کا اہتمام 907ھ میں احمد بن عمر الحنفی الشھید نے ابن عبد السلام کے ساتھ کیا۔

چوتھا نسخہ

"فتوح الغیب" کے نام سے موسوم الظاہریہ لائبریری کا یہ نسخہ 59 اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ چند اور کتابیں بھی ہیں۔ یہ کتاب صفحہ 90 سے شروع ہو کر 149 تک جاتی ہے۔ سطریں 19 ہیں خط مروجہ نسخی ہے۔ بعض اوراق کرم خوردہ ہیں۔ جگہ جگہ سے اوراق پھٹے ہوئے ہیں اور ان بوسیدہ اوراق کی جگہ نئے کاغذ لگا کر ایک الگ قسم کے خط کے ساتھ عبارات لکھی ہوئی ہیں۔ اس کا اہتمام سلیمان بن محمد الحوّاط نامی شخص کے ہاتھوں ہوا کتاب کا لائبریری نمبر 8655 ہے۔

پانچواں نسخہ

یہ نسخہ حلب "مکتبہ احمدیہ" میں "فتوح الغیب" کے نام سے موجود ہے۔ اس کے اوراق 52 اور سطور 21 ہیں۔ خط مروجہ نسخی ہے۔ لکھنے والے کے نام اور تاریخ کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ لائبریری میں کتاب کا نمبر 14103 ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے نسخے ہیں جن پر میں نے اعتماد نہیں کیا کیونکہ بہت بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔

(ب) المطبوعہ

پہلا مطبوعہ نسخہ

یہ نسخہ استنبول میں 1281ھ کو زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ "الظاہریہ" لائبریری میں نمبر 2530 کے تحت موجود ہے۔ یہ نسخہ دوسرے نسخوں سے زیادہ خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے۔ مگر اس میں کتاب کی غلطیوں کے علاوہ

دوسری کئی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ خصوصاً سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ ناشر نے صرف ایک ناقص نسخے پر اعتماد کیا ہے۔

دوسرا مطبوعہ نسخہ

دوسرا نسخہ "المطبقہ الیمنیہ" نے 1317ھ میں شائع کیا ہے۔ یہ نسخہ بھی غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔

تیسرا مطبوعہ نسخہ

یہ نسخہ مصطفیٰ البابی الحلبی کے مطبعہ سے 1329ھ میں بہجۃ الاسرار و معدن الانوار کے حاشیہ پر شائع ہوا بہجۃ الاسرار و معدن انوار "شطنوفی کی کتاب ہے۔

چوتھا نسخہ

بھی مذکورہ مطبع (مصطفیٰ البابی الحلبی) سے 1338ھ میں التادفی کی کتاب "قلائد الجواہر فی مناقب عبد القادر کے حاشیے پر شائع ہوا۔

یہ دونوں نسخے تیسرا اور چوتھا غلطیوں سے پر ہیں۔

پانچواں مطبعہ نسخہ

یہ نسخہ عیسیٰ البابی الحلبی کے مطبعہ سے 1392ھ کو شائع ہوا۔

ناشر محترم نے کتاب کے ساتھ بہت سارے قصائد کو بھی شامل کر دیا ہے اور انہیں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ قصائد حضرت شیخ کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ قصائد امام عبد الکریم جیلی کے ہیں۔ ان قصائد میں ایک قصیدہ "قصیدۃ النادرات العینیہ" ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ناشر کو پتہ تھا کہ یہ اور دوسرے تمام قصائد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے وہ ابیات حذف کر دیے ہیں جن میں امام عبد الکریم الجیلی نے اپنے حالات زندگی لکھتے ہوئے اپنی تاریخ پیدائش کا تذکرہ کیا ہے۔ ناشر نے

انہیں حذف کر کے ان کی جگہ "بیاض فی الاصل" کے الفاظ لکھ دیے ہیں۔

یہ نسخہ غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ کئی جگہ عبارت واضح نہیں اور کچھ اوراق پھٹے ہوئے ہیں۔

چھٹا مطبوعہ نسخہ

دمشق کے "دار الالباب" مکتبہ سے اسے 1406ھ میں شائع کیا گیا۔

اس نسخے پر یہ عبارت درج ہے۔ ضبطها ووثقها محمد سالم بواب۔ یعنی "اسے محمد سالم بواب نے لکھا اور سنوارا"۔ محمد سالم بواب نے یہ اشارہ بھی دیا ہے کہ انہوں نے دوسرے اور پانچویں نسخے پر اعتماد کر کے اسے تیار کیا ہے۔ اور یہ دونوں نسخے غلطیوں سے اٹے پڑے ہیں۔ اوراق بوسیدہ اور پھٹے ہوئے ہیں۔

انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے دو نسخوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ نسخہ نص سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ لیکن جب میں نے دوسرے نسخوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ جو عبارت حاشیہ میں ہے وہ کتاب کی نص سے زیادہ صحیح ہے۔

اس مطبوعہ میں بھی کئی غلطیاں اور ردوبدل ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اشارہ کیا ہے اس نسخے کی تیاری کرتے وقت دو کمزور نسخوں پر اعتماد کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پانچویں نسخے میں قصائد کے بارے ہم بات کر آئے ہیں۔

ہم انہیں معذور خیال کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس کتاب کے مختلف نسخے اور مخطوطے میسر نہیں تھے۔

میں اس بات کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے تلامذہ اور مریدین نے بہت سارے اشعار کو آپ علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت نے چند اشعار کے علاوہ باضابطہ طور پر شاعری نہیں فرمائی۔ ایسا

محسوس ہوتا ہے کہ یہ عقیدت مندی کی وجہ سے کیا گیا تاکہ شیخ کا اپنے ہم عصروں اور اہل تصوف میں بلند مقام و منزلت کو ظاہر کیا جا سکے۔

ایک اور جدید نسخہ بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو دار القادری دمشق اور بیروت سے "شرح فتوح الغیب شیخ الاسلام ابن تیمیہ" کے نام سے شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کا اہتمام الاستاذ حسن السماحی سویدان نے کیا۔ میں نے اس نسخے پر اعتماد نہیں کیا۔ اگرچہ یہ نسخہ دو نسخوں۔ استنبول اور مصطفیٰ البابی الحلبی کے نسخوں پر اعتماد کر کے تیار کیا گیا ہے لیکن یہ بھی اپنے سے پہلے نسخوں کی طرح ہے اور اس میں کئی ایسی غلطیاں بھی ہیں جو پہلے نسخوں میں نہیں تھیں۔

یہاں میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کتاب کی مکمل شرح تحریر نہیں کی۔ بلکہ صرف اٹھتر میں سے صرف پانچ مقالات کی شرح لکھی ہے۔ اور اس شرح کو انہوں "شرح کلمات من فتوح الغیب" کا نام دیا ہے۔

لیکن کتاب تیار کرنے والے نے "من" کے لفظ کو حذف کر دیا ہے تاکہ قاری یہ سمجھے کہ امام ابن تیمیہ نے کتاب کی مکمل شرح لکھی ہے۔ میرے خیال میں یہ سب دنیاوی اغراض و مقاصد کیلئے کیا گیا ہے۔

کتاب کی تیاری میں میرا کام

۱۔ قابل اعتماد نسخے میں متن کتاب لکھنے کے بعد میں نے اس کا دوسرے نسخوں سے موازنہ کیا۔ اگر نسخوں میں معمولی سا بھی کوئی اختلاف نظر آیا تو اسے اس متن میں شامل کیا۔ ہاں واضح غلطی یا زائد از ضرورت عبارت اگر کہیں تھی تو اسے چھوڑ دیا۔ یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ فلاں لفظ یا عبارت مختلف فیہ ہے اس نشان { } کو استعمال کیا ہے۔

۲۔ معنی کو درست کرنے کیلئے کہیں مجھے چند الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔ ایسے

الفاظ کیلئے میں نے یہ علامت [ ] اختیار کی ہے۔

۳۔ قرآن کریم کی آیات کو صحیح املاء سے ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے العلی القدیر ذات سے امید رکھتا ہوں کہ قرآن آیاتی صحیح ہوں گی اور وہی ہونگی جن کا مؤلف ارادہ رکھتے تھے۔

۴۔ آیات کی تخریج میں سورۃ کا نام، نمبر اور آیت کا نمبر بھی لکھ دیا ہے تا کہ مراجعت کرنے میں آسانی رہے۔

۵۔ احادیث شریفہ کی تخریج کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اور اس کی حیثیت بھی لکھ دی ہے کہ کیا یہ صحیح ہے۔ حسن ہے موضوع ہے وغیرہ۔ بعض احادیث کی تخریج کوشش کے باوجود نہیں ہو سکی۔ تو وہاں میں نے لکھ دیا ہے کہ میرے پاس موجود مصادر میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔

۶۔ مشکل الفاظ اور قابل وضاحت عبارت کی تشریح و توضیح بھی کر دی ہے۔

۷۔ مناسب عنوانات تجویز کر دیئے ہیں۔

اے قاری محترم میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میں نے اس کی تیاری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ ہر طرح کی کوشش کی ہے۔ اور پوری محنت سے اس کام کو مکمل کرنے کی سعی کی ہے۔ اگر میں کامیاب ہوا ہوں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں اگر کہیں کوتاہی ہو گئی ہے تو میرا کام تھا پوری دیانت داری اور محنت سے کام کرنا۔

اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس تحریر سے نفع اندوز کرے۔ ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق دے۔ اپنا قرب بخشے اور ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔ ہم اس کریم ذات سے دعا کرتے ہیں کہ مولا ہم صرف کتاب کے جمع و حفظ پر بھی اکتفانہ کریں بلکہ اپنے فضل سے اور رحمت سے ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم اس پر عمل پیرا ہوں۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

محمد غسان نصوح عزقول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

(اسی ذات پر مجھے بھروسہ ہے)

مجھے میرے جد بزرگوار امامِ وقت عالمِ ربانی، عارفِ حقانی، صاحب زہد و تقوی، عابد و زاہد، قدوۃ المشائخ، قطب الاسلام، علم الزھاد دلیل العباد، قامع البدعۃ، ناصر السنۃ حضرت ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجمعنا وایاہ فی مستقر رحمتہ نے اپنی ایک تحریر کے ذریعے بتایا جو انہوں نے میری خاطر تحریر فرمائی اور اس تحریر کی روایت کی مجھے اجازت دی۔ جبکہ صفر کا مہینہ تھا اور سن ہجری 561ھ تھا۔

اور ان سے یہ خبر ہمیں ہمارے والد گرامی امام و عالم، زاہد و عابد صاحب زھد و ورع زیبِ دین و شرع یکتائے روزگار حضرت ابوبکر عبدالرزاق بن عبدالقادر بن ابی صالح بن عبداللہ الجیلی نے دی۔ آپ نے فرمایا یہ کتاب میرے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے سامنے پڑھی گئی اور میں خود سن رہا تھا۔ منگل کا دن تھا۔ ربیع الاول شریف کا مہینہ تھا اور سن ہجری 553ھ تھا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

میرے والد نے جو یکتائے روزگار تھے، جنہیں تائید ایزدی میسر تھی۔ جو اماموں کے امام تھے سید الطوائف ابو محمد عبد القادر بن ابی صالح بن عبد اللہ الجیلی قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ نے فرمایا۔

اول و آخر، ظاہر و باطن سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔ اتنی تعریفیں جتنی اس کی مخلوق کی تعداد ہے۔ جتنا اس کے عرش کا وزن ہے۔ جتنی اس کے اسماء و صفات کی مقدار ہے۔ جتنی اس ذات اقدس کی رضا ہے۔ ہر جفت اور طاق عدد کے برابر۔ ہر رطب و یابس اور جتنی چیزیں اس نے مقدرر فرمائی ہیں اور جتنی چھوٹی بڑی چیزیں تخلیق ہو چکی ہیں اتنی تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہمیشہ ہمیشہ بلا انقطاع۔ (مطلب یہ ہے کہ بے شمار و بے انداز تعریفیں اللہ رب العالمین کو سزاوار ہیں) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور کسی قسم کا تفاوت نہیں رکھا۔ اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرمایا۔ ہر چیز کو راہ دکھائی اور زندہ و مردہ گردانا جس نے انسانوں کو خوشیاں بخشیں اور غم دیے۔ بعض کو قرب سے نواز اور بعض کو اس دولت سے محروم رکھا۔ اپنے بعض بندوں پر رحم فرمایا۔ اور بعض کو رسوا کر دیا۔ کچھ کو سعادت مند ٹھہرایا اور کچھ کو شقی اور بد بخت بنا دیا۔ کچھ ایسے ہیں جنہیں بخش دیا اور کچھ ایسے ہیں جنہیں محروم کر دیا۔ اسی کے حکم سے سات محکم آسمان ایستادہ ہیں۔ اسی کے امر سے کوہسار کو گویا لنگر انداز کر دیا گیا اور میخوں سے زمین میں جڑ دیا گیا ہے۔ اسی کے فضل و کرم اور حکم سے زمین کا فرش بچھا ہے۔ کوئی اس کی رحمت سے مایوس نہیں اور کوئی اس کی سزا سے مامون نہیں۔ کوئی نہیں جس کے بارے اس کا فیصلہ نافذ نہ ہو سکے اور ایک بھی نہیں جو اس کے حکم کے بغیر حرکت کر سکے۔ کسی کو اس کی بندگی سے عار نہیں اور کوئی اس کی نعمت سے خالی دامن نہیں۔ وہ اپنی نعمت و عطا کی بدولت محمود ہے اور محروم کرنے [1] کی وجہ سے مشکور ہے۔

---

[1] المشکور۔ مازوی کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مصائب و آلام کو بندے سے دور کر کے مشکور ہے۔ یعنی امن عطا کرنے کی بدولت لوگ اس ذات اقدس کا شکر بجالاتے ہیں۔

درود و سلام ہوں اللہ تعالیٰ کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر جس کے دین کی پیروی کرنے والا منزل پا گیا اور روگردانی کرنے والا ہلاک اور گمراہ ٹھہرا۔

راست گو پیغمبر ﷺ جن کی سچائی مسلم ہے۔ جنہوں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اپنے رفیق اعلیٰ کے طالب ہوئے اور اسی ذات اقدس کو چاہا۔ جنہیں اللہ نے اپنی مخلوق پر بزرگی عطا کی اور کائنات سے منتخب فرمالیا۔ جن کے تشریف لانے سے باطل ناپید ہو گیا اور حق کا ظہور ہوا اور جن کے نور سے زمین چمک اٹھی۔

ایک بار پھر (یعنی ہمیشہ) درودھائے تمام، طیب و مبارک اور ستودہ برکتیں ہوں آپ پر، آپ کی آلِ اطہار پر، صحابہ کرام پر اور نیکی میں ان کی پیروی کرنے والوں پر جو اپنے کردار کے لحاظ سے اپنے رب کے نزدیک نیک ترین اور گفتار کے اعتبار سے صادق ترین لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا چال چلن شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہے۔

اس حمد وصلاۃ کے بعد ہم حضور باری تعالیٰ میں نہایت عاجزی و انکساری سے دعا اور التجا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار، ہمارے خالق، ہمیں عدم سے وجود بخشنے والے، ہمارے رازق، ہمیں کھلانے پلانے والے۔ ہمیں نفع دینے والے ہمارے محافظ و نگہدار، ہمیں نجات بخشنے والے مصیبتوں سے بچانے والے اور ہر ایذاء و تکلیف دہ چیز سے دور رکھنے والے! یہ سب نعمتیں اس ذات پاک کی رحمت، فضل و کرم اور احسان کی بدولت ہیں۔ اقوال و افعال میں، ظاہر و مخفی ہر دو صورتوں میں، شدت و رخاء میں اور کتمان و اظہار ہر صورت میں اس کے اقوال و افعال میں ہمیشہ حفاظت فرمائی (اسی لیے یہ نعمتیں میسر آئیں) وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو اس کی مشیت ہوتی ہے حکم کرتا ہے۔ ہر پنہاں چیز کو جاننے والا تمام شیون و احوال سے واقف، زلات و طاعات اور قربات سے آگاہ تمام آوازوں کو سننے والا ان تمام دعاؤں کو قبول کرنے والا جن کو چاہے اور جس کے لیے

چاہے اور ارادہ فرمائے۔ اس کے بعد (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ رات، دن برابر، لحظہ بلحظہ، ہر ساعت اور ہر وقت تمام حالات میں اس کی رحمتوں کی بارش جاری ہے۔

رب قدوس کا ارشاد ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورۃ النحل :18)

(اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو تم انہیں گن نہیں سکو گے)

وَمَابِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (سورۃ النحل :53)

(اور تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں)

بھلا مجھ میں یہ طاقت کہاں۔ دل و زبان کو یہ یارا کہاں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں کو گن سکے۔ ان کا احصاء کر سکے۔ ان کو گننا انسانی بس میں نہیں۔ نہ عقول ان کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور نہ اذھان ان کو ضبط کر سکتے ہیں۔ یہ نعمتیں عقل سے ماوراء ہیں زبان ان کے بیان سے قاصر ہے۔

پس ان جملہ نعمتوں میں سے جن کی تعبیر کی زبان کو طاقت بخشی جن کے اظہار کی کلام کو طاقت دی۔ جنہیں انگلیوں کے پوروں نے لکھا بیان نے جن کی تفسیر کی ان جملہ نعمتوں میں سے یہ کلمات بھی ہیں جو میرے لیے غیب کے راستے سے ظاہر و باہر ہوئے۔ پس یہ دل میں وارد ہوئے اور اس میں جاگزیں ہو گئے پھر انہیں صدق حال نے عیاں اور آشکارا کر دیا۔ (یعنی صدق حال و مقال اکٹھے ہو گئے) پس لطف خداوندی نے خود انہیں ظاہر و باہر فرما دیا۔ اللہ کا کرم ہوا اور اس کی تعبیر میں کوئی خطا نہیں ہوئی۔ یہ کلمات طالبانِ حق اور اربابِ علم و معرفت کی رہنمائی کا سامان ہیں۔ اس لیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا۔

دلوں کی غذا اور زادِ راہ

بندۂ مؤمن کے لیے ہر حال میں تین امور کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پیروی کرے۔

۲۔ اس کی مناہی (جن چیزوں سے اس نے روکا ہے) سے اجتناب برتے۔

۳۔ اور قضاء وقدر کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور خوشی اسے قبول کرلے۔

ادنی سے ادنی کیفیت ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ کسی حال میں ان تین امور سے غافل نہ رہے اور کسی صورت اسے ہاتھ سے نہ جانے دے۔

ان تینوں امور کو دل میں جگہ دے۔ اپنے نفس کو ان کا پابند کرے اور اپنے اعضاء وجوارح کو ان کی ادائیگی میں مشغول رکھے۔

مرغوبات کا حصول عمل کے بغیر ناممکن ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:

سنت کی پیروی کرو اور بدعتوں سے بچو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی فرمانبرداری کرو اور نافرمانی سے اجتناب کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا یقین کرو اور شرک نہ کرو اس ذات اقدس کو ہر عیب سے پاک سمجھو اور اس کے بارے غیر مناسب گفتگو نہ کرو۔ اس کی بارگاہ میں سوال کرو اور مایوسی کا اظہار مت کرو۔ اس کی رحمتوں اور مہربانیوں کے امیدوار رہو انتظار کرو اور شک نہ کرو۔ صبر سے کام لو اور جزع فزع سے بچو۔ ثابت قدم رہو اور راہ حق سے نہ بھاگو۔ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اور عداوت کا رویہ نہ اپناؤ۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ایک ہو جاؤ اور الگ الگ فرقے نہ بناؤ۔ باہم محبت ومودت رکھو اور بغض وعناد سے دور رہو۔ گناہوں سے مجتنب اور پاک رہو اور نافرمانی کی گندگی سے عصمت کو آلودہ نہ ہونے دو۔ اپنے پروردگار کی اطاعت وفرمانبرداری سے حقیقی زیب وزینت حاصل کرو اور اس کے در رحمت

سے منہ نہ پھیرو۔ اسی کی چوکھٹ پر سر نیاز رکھ دو۔ توبہ کرنے میں دیر نہ کرو اور رات دن اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی مانگتے رہو۔

شاید تم پر رحم ہو جائے۔ تم سعادت حاصل کر لو۔ آگ سے دور کر دیے جاؤ جنت میں داخل کیے جاؤ۔ وصالِ حق کی دولت پاؤ۔ سلامتی کے گھر (جنت) میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکو اور جوان باکرہ عورتوں کے ساتھ مجامعت کی نعمت سے سر فراز کیے جاؤ۔ جنت کے اس گھر میں تمہیں خلود نصیب ہو۔ عمدہ گھوڑوں پر سواری کرو۔ سرو قد، ماہ جبیں صاف و شفاف بدن والی غیر مد خولہ آہو چشم حوروں سے لطف حاصل کرو۔ وہاں تمہیں طرح طرح کی خوشبوئیں حاصل ہوں، ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ خوش گلو جوان عورتوں کے نغماہائے کیف و سرور سے لطف اندوز ہو سکو اور انبیاء صدیقین، شھداء و صالحین کی معیت میں رہو اور اعلیٰ علیین تک بلند کیے جاؤ۔

ابتلاء و آزمائش میں روحانی بالیدگی اور بصیرت کی بیداری ہے

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس مصیبت سے نکلنے کی پہلے خود کوشش میں کامیاب نہ ہو تو پھر دوسروں سے مدد طلب کرتا ہے۔ مثلاً فقر و افلاس میں سلاطین، امراء، منصب داروں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ بیمار ہو تو طبیب کے پاس جاتا ہے۔ اگر یہاں بھی کام نہ بنے اور مایوسی ہو پھر بارگاہ خداوندی میں عاجزی و انکساری سے التجا کرتا ہے۔ اللہ کریم کی بارگاہ میں سرِ نیاز جھکا دیتا ہے۔ جب تک اپنی مدد آپ کے تحت کچھ کر سکتا ہے مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ جب تک مخلوق سے تائید ملتی رہتی ہے خالق کی طرف رجوع نہیں کرتا اور جب مخلوق سے اور اپنے آپ سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر امید و بیم کی کیفیت میں خالق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کناں ہوتا ہے۔

لیکن اللہ کریم اسے دعا سے درماندہ کر دیتا ہے (یعنی وہ دعا مانگ مانگ کر

تھک جاتا ہے) اور اس کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ حتی کہ انسان تمام اسباب سے تعلق توڑ دیتا ہے۔ ایسے میں بندے میں اللہ کا حکم جاری ہوتا ہے۔ اور خالق اپنا فعل صادر فرماتا ہے۔ پھر بندہ روح محض بن جاتا ہے (یعنی بشریت دم توڑ دیتی ہے اور روحانیت کارفرما ہو جاتی ہے) بندہ ہر طرف اللہ کریم کے فعل کو دیکھتا ہے۔ پس وہ صاحب یقین اور موحد بن جاتا ہے اسے یقین ہو جاتا ہے کہ حقیقی فاعل تو اللہ عزوجل ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حرکت دینے والا ہے اور نہ حرکت کو روکنے والا۔

خیر و شر، نفع و نقصان، منع و عطا، بست و کشاد، موت و حیات، عزت و ذلت، غنی و فقر سب اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے۔ انسان کو جب یہ یقین ہو جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو تقدیر کے ہاتھ میں دے دیتا ہے جس طرح شیر خوار بچہ دایہ کے ہاتھ میں، میت غسال کے ہاتھ میں اور گیند کھلاڑی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ اسے اپنی مرضی سے ادھر ادھر۔ دائیں بائیں، اوپر نیچے جیسے چاہتا ہے الٹ پلٹ کرتا ہے۔ جس طرح میت، گیند اور بچے کی کوئی حرکت اپنی نہیں ہوتی اسی طرح انسان کی کوئی حرکت اس کی اپنی نہیں رہتی وہ اپنے آپ کو کلیتاً اللہ تعالیٰ اور اس کے فعل کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے آپ سے غائب ہو جاتا ہے۔ نہ وہ کچھ سنتا ہے اور نہ کچھ سمجھتا ہے۔

اور اگر دیکھتا ہے تو اسی کے دکھائے دیکھتا ہے۔ سنتا اور جانتا ہے تو اسی کے کلام کو سنتا اور اسی کے جتائے سے جانتا ہے۔ وہ اسی ذات اقدس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اسی کے قرب کی سعادت سے بہرور کیا جاتا ہے۔ حضوری کی نعمت سے مزین و مشرف ہوتا ہے۔ اللہ کریم کے وعدہ سے خوش ہوتا ہے اور سکون حاصل کرتا ہے۔ اسی ذات سے مطمئن اس کے کلام سے مانوس ہوتا ہے۔ غیر اللہ سے وحشت و نفرت کرتا ہے۔ اللہ کے ذکر کی نجات اور پناہ چاہتا ہے۔ اسی پر بھروسہ، اسی پر توکل کرتا ہے۔ اس ذات اقدس کے نور

معرفت سے ہدایت حاصل کرتا ہے۔ اپنے ظاہر و باطن کو منور کرتا ہے۔ اسی کے عطا کردہ علوم لدنی سے بہرور ہوتا ہے۔ اس کی قدرت کے اسرار پر جھانکتا ہے۔ اسی سے سنتا ہے۔ اسی سے یاد کرتا ہے۔ اسی کی حمد و ثنا کرتا ہے "صرف اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ کے علاوہ کسی کے آگے بلند نہیں ہوتے۔

حرص و ہوا کی کانٹے دار جھاڑیاں اکھاڑ دے تاکہ شجرِ کمال کے سائے میں آرام ملے حضرت شیخ محبوب سبحانی قطب ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا۔ جب تو مخلوق سے مر جائے گا تو تجھے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم فرما دیا ہے۔ اور تیری خواہش سے تجھے موت دے دی ہے۔ اور جب تو اپنی خواہشات سے مر جائے گا تو تجھے کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم کیا ہے اور تجھے تیرے ارادے اور تمنا سے موت دے دی ہے۔ اور جب تو اپنے ارادے سے مر جائے گا تو تجھ سے کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحم کیا اور تجھے حقیقی زندگی عطا کی ہے۔ اس کے بعد تجھے اس دنیا میں وہ زندگی عطا ہو گی جس کے بعد موت نہیں۔ ایسی نعمت سے نوازا جائے گا جس کے بعد محرومی نہیں۔ ایسی غنی عطا ہو گی جس کے بعد کوئی فقر نہیں۔ ایسی عطا سے سرفراز ہو گا جس کے بعد محرومی نہیں۔ ایسی راحت ملے گی جس کے بعد مشقت نہیں ایسا علم پائے گا جس کے بعد جہالت نہیں۔ ایسا امن نصیب ہو گا جس کے بعد خوف نہیں۔ ایسی سعادت حاصل ہو گی جس کے بعد شقاوت نہیں۔ وہ عزت دی جائے گی جس کے بعد ذلت نہیں۔ قرب الٰہی کا وہ درجہ ملے گا جس کے بعد تمام دوریاں ناپید ہو جائیں گی۔ وہ رفعت و بلندی ملے گی کہ جس کے بعد پستی نہیں ہو گی۔ عظمت پائے گا اور تیری کسی قسم کی تحقیر نہیں ہو گی۔ تجھے پاک کیا جائے گا اور ہر قسم کی آلائش سے دور کر دیا جائے گا۔ تجھ میں آرزوئیں متحقق ہو نگی۔ تیرے بارے سب اچھی باتیں پوری ہو نگی۔ تو کبریت احمر بن جائے گا تو سمجھ سے بالاتر مقام کا حامل ہو جائے گا۔ تجھ جیسا دوسرا

کوئی نہیں ہو گا۔ تو ایسا یکتائے روزگار ہو گا کہ کوئی تیرا شریک نہیں ہو گا تو ایسا فرد مزید اور واحد وحید قرار پائے گا کہ تیرا کوئی ہم مرتبہ نہیں ہو گا۔ غیب الغیب سراسر ہو جائے گا (یعنی اسرار غیبیہ اور مخفیہ پر یوں مطلع ہو گا کہ خود لوگ تیری باتوں کو نہیں سمجھ سکیں گے اور تیرے کمالات تک رسائی حاصل نہیں کر سکیں گے) ایسے میں تو ہر رسول اور نبی و صدیق کا وارث ٹھہرے گا۔ تجھ پر ولایت کے کمالات ختم ہو جائیں گے۔ تیری جناب میں لبدال حاضری دیں گے۔ تیرے وسیلے سے مشکلات آسان ہو نگی۔ تیرے صدقے سے بارشیں برسیں گے۔ تیرے طفیل کھیتیاں اُگیں گی تیری وجہ سے رنج و محن دور ہو نگے۔ خاص و عام تجھ سے فائدہ پائیں گے۔ سرحدوں پر رہنے والے، راعی، رعایا، آئمہ امت اور اللہ کی سب مخلوق تجھ سے فیض یاب ہو گی۔ تو شہروں اور شہروں میں بسنے والے لوگوں کیلئے کوتوال ہو گا۔ لوگ قطع مراحل کر کے دور دور سے تیری خدمت میں حاضر ہو نگے۔ تیری بارگاہ میں خالق کل اللہ رب العزت کے اذن سے انواع و اقسام کے تحفے اور نذرانے پیش کریں گے۔ زبانیں تیری مدح و ستائش کریں گی۔ اہل ایمان تیرے بارے متفق ہو نگے اور کہیں گے۔ اے ستودہ صفات۔ اے وہ جو آبادیوں اور جنگلوں میں رہنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے اور ذوالفضل الامتنان جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز تا ہے۔

وہ سراب جسے پیاسا پانی گمان کرتا ہے

حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کا ارشاد ہے :

جب تو اربابِ دنیا اور ابنائے وقت کو دیکھے کہ وہ دنیا کی زیب و زینت، اس کے جھوٹے فریب اور ہم رنگ زمین جال میں پھنسے ہیں، بے وفا، عہد شکن، بظاہر خوش گوار اور بباطن مکروہ و ناپسندیدہ۔ گناہ کی آماجگاہ دنیا ان کے مطمع نظر اور مقصود ہے تو ایسا خیال کر کہ کوئی شخص جائے ضرورت پر بیٹھا رفع حاجت کر رہا

ہے۔اس کا ستر ننگا ہے۔ماحول میں غلاظت کی بو پھیل رہی ہے۔یقیناً ایسے شخص کو دیکھ کر تو اپنی نگاہیں نیچی کر لے گا اور بدبو سے بچنے کیلئے منہ ڈھانپ لے گا۔

دنیا کو اسی گندگی کی طرح ناپسند کر۔جو اس پر نظر پڑے تو اس کی زیب و زینت سے آنکھیں نیچی کر لے۔اس کی لذات و شہوات کی بدبو سے اپنی ناک کو ڈھانپ لے تاکہ تو دنیا اور اس کی آفات سے بچ جائے اور مقدر میں لکھا رزق بے منت غیر تجھے مل جائے۔

رب قدوس نے اپنے محبوب نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى

(طه:131)

(آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھیے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو یہ محض زیب و زینت ہیں دنیوی زندگی کی (اور انہیں اس لیے دی ہیں) تاکہ ہم آزمائیں انہیں ان سے اور آپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے)

میں تیرا قرب چاہتا ہوں اور تیری خوشنودی کا طالب ہوں

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: خلق خدا سے بحکم خداوندی خواہش سے بتقدیر الٰہی اور اپنے ارادے سے بفعل ربانی فنا ہو جا تاکہ تو علم الٰہی کے لیے ظرف کا کام دے سکے (یعنی تجھے علم لدنی حاصل ہو)

مخلوق سے فناء ہونے کی علامت یہ ہے کہ تو ان سے قطع تعلق کر لے۔ان کے پاس آمدورفت موقوف کر دے اور جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے اس سے مایوس ہو جا۔

اپنی ذات اور اپنی خواہش سے فناء ہونا یہ ہے کہ تو حصول منفعت اور دفع

ضرر میں دنیاوی اسباب سے تعلق اور کسب کو ترک کردے۔ آپنے سود وزیاں کے لیے توبذات خود اپنے ارادے سے کوئی حرکت نہ کرے اور اپنی ذات کی خاطر اپنی دانش و تدبیر پر اعتماد نہ کرے۔ نہ تو اپنے آپ سے مضرات دور کرے اور نہ اپنے نفس کی مدد کرے۔ بلکہ ہر چیز اس ذات کے سپرد کردے جو پہلے بھی تیرا کارساز تھا اور بعد میں بھی تیرا کارساز ہوگا۔ جس طرح کہ تیرا سب کچھ اللہ کریم کے سپرد تھا جبکہ تو اپنی والدہ کے رحم میں تھا اور پھر اپنے پنگھوڑے میں شیر خوار بچہ تھا۔

تیرے ارادے کی بفعل خداوندی فناء یہ ہے کہ کبھی کسی چیز کا ارادہ نہ کرے تیری کوئی غرض و غایت اور حاجت و طلب نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ہوتے ہوئے تو اور کسی چیز کا ارادہ کر ہی نہیں سکتا۔ بلکہ فعل خداوندی تجھ میں جاری و ساری ہے۔ تو خود عین اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور اس کا فعل ہے۔ تیرے اعضاء ساکن، دل مطمئن، سینہ کشادہ، چہرہ منور، باطن آباد اور تو اپنے خالق کی محبت میں اس طرح سرشار ہے کہ ہر چیز سے غنی ہے اللہ کے دست قدرت کے تو سپرد ہے۔ تجھے وہ حرکت دے رہا ہے۔ لسان ازل تجھے بلاتی ہے۔ تیرا پروردگار تجھے سکھاتا ہے۔ تجھے اپنے نور خاص اور اجلال کا لباس اور عزت کی قبائیں پہناتا ہے سو تو سلف صالحین کے مرتبے پر فائز ہو جائے گا جو کہ علم کے مینار تھے۔ جب تو ان نعمتوں سے بہرہ ور ہو جائے گا تو تو شکستہ قلب بن جائے گا۔ پھر تیرے دل میں شہوت اور ارادہ نہیں ٹھہر سکے گا جس طرح ٹوٹے ہوئے برتن میں مائع اور مائع میں موجود کثافت نہیں ٹھہر سکتی۔ تیرا دامن رذائل بشری سے پاک ہو جائے گا۔ تیرا باطن غیر کو قبول ہی نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سواء یہاں کسی اور کا بسیرا نہیں ہوگا امور تکوینیہ تیرے سپرد ہونگے۔ کرامات تیرے ہاتھ پر صادر ہونگی۔ ان کرامات اور خرق عادت امور کے پیچھے جن کا صدور تیرے ہاتھ سے ہوگا در حقیقت قدرتِ خداوندی کارفرما ہوگی اور یہ اسی کے فعل اور علم و ارادہ کی کرشمہ سازی ہوگی۔ تیرا شمار شکستہ قلب لوگوں میں ہونے لگے گا

جن کے بشری ارادے ناپید اور شہوات طبعیہ زائل ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور بشری ارادوں کی جگہ مشیتِ ربانی اور ارادۂ خداوندی کارفرما ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ و اصحابہ نے فرمایا۔

حُبّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا ثَلَاثٌ النساءُ والَطِّیْبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصّلواةِ[1]

(میرے لیے دنیا کی تین چیزیں محبوب بنائی گئی ہیں۔ عورتیں، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے)

حضور نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں کی محبت کو اپنی طرف منسوب کیا اس کے بعد کہ ارادۂ بشری کی دسترس سے آپ نکل چکے تھے اور انسانی خواہش آپ سے زائل ہو چکی تھی۔ جیسا کہ ہم مذکورہ گفتگو میں اشارہ کر آئے ہیں۔

حدیث قدسی ہے۔ اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرِ قُلُوْبُھُمْ مِنْ اَجَلِیْ[2]

(میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میرے لیے شکستہ ہوتے ہیں)

۱۔ اس حدیث پاک کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل فرمایا ہے۔ اس کے راویوں حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نسائی میں اس کا نمبر 3939 ہے۔

۲۔ الاسرار المرفوعہ نمبر 70۔ از قاری۔ آپ حضرت سخاوی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ان کے بقول اسے غزالی نے "البدایہ" میں ذکر فرمایا۔ میں (محشی) کہتا ہوں کہ پوری حدیث یوں ہے۔ وانا عند المندرسة قبورهم لاجلي۔ دوسری روایات میں قبورھم کی جگہ قلوبھم کے الفاظ ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ روایت صحیح ترین ہے۔ کیونکہ قلبی انکسار بارگاہ الٰہی میں تذلل و انکساری کا پہلا مرحلہ ہے اور آخری مرحلہ فناء کا ہے۔ اس میں غور و فکر کریں۔ یہ صوفیاء کے اسلوب کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

ان حدیثوں کے بارے جو کچھ بھی کہا جائے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ دونوں موضوع ہیں جیسا کہ ملا علی قاری اور امام سخاوی نے تصریح فرمائی۔

تجھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک شکستہ ذات نہیں ہو جاتا۔ یعنی تیری خواہش اور ارادہ ٹوٹ پھوٹ نہیں جاتے۔ پس جب تیری ذات مکمل طور پر ٹوٹ جائے گی تجھ میں کوئی چیز قرار پزیر نہیں ہو سکے گی اور تو اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور کے لائق نہیں رہے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ایک نئی زندگی عطا فرمادے گا۔ تجھ میں ایک نیا ارادہ پیدا فرمادے گا پھر تو اسی ارادہ سے ارادہ کرے گا۔ پس جب تو اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اس ارادے میں پایا جائے گا تو پروردگار عالم اس ارادے کو توڑ دے گا کیونکہ اس میں تیرا پورا وجود پایا جا رہا ہے پس تو ہمیشہ کیلئے منکسر القلب ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ تیرے اندر ہر لحہ ایک ارادہ پیدا فرمائے گا اور پھر تجھے اس میں موجود پا کر اس ارادہ کو تجھ سے دور کر دے گا حتی کہ تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے گا اور تجھے بارگاہ خداوندی میں حضوری کی نعمت میسر آجائے گی۔ یہی معنی ہے اس حدیث پاک کا کہ میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میرے لیے شکستہ ہو جاتے ہیں۔

ہمارے قول (عند وجود فیھا) کا مطلب یہ ہے کہ جب تو اس ارادے سے مطمئن ہو جائے گا اور اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ حدیث قدسی ہے۔

لَایَزَالُ عَبْدِی الْمُؤْمِنُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حتّٰی اُحِبُّہٗ۔
فَاِذَا اَحَبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ
یُبْصِرُبِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَاوَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَسْعٰی بِھَا[1]

دوسری روایت میں

فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَعْقِلُ کے الفاظ ہیں۔

"میرا بندہ یعنی مؤمن نوافل کے ذریعے میرا قرب پاتا رہتا ہے حتی کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ پس جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کے کان

۱۔ اخرجہ البخاری فی صحیحہ برقم 502۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ چھُوتا ہے۔ میں اس کی ٹانگیں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے"۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں "پس وہ میرے ساتھ سنتا ہے۔ میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ پکڑتا ہے۔ میرے ساتھ سوچتا ہے"

اور فنا یہ ہے کہ تو اپنی ذات سے فانی ہو جائے۔ جب تو اپنی ذات اور دوسری مخلوق سے فانی کر دیا گیا تو اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ باقی ہو جائے گا۔ پھر تجھے مخلوق سے نہ کوئی امید رہے گی اور نہ خوف۔ کیونکہ مخلوق ہی خیر و شر ہے۔ خیر و شر کا تعلق اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔ پس وہ تجھے شر سے محفوظ رکھے گا اور خیر کے سمندر میں غرق کر دے گا۔ یوں تو ہر بھلائی کیلئے ظرف ہر نعمت و سرور، زیب و زینت، نور و ضیاء اور امن و سکون کا منبع و سرچشمہ بن جائے گا۔

یہی فنا طالبانِ راہِ حقیقت کی آرزو، مطلوب و منتہا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس پر اولیاء اللہ کی سیر انتہاء کو پہنچتی ہے۔ اسی کا دوسرا نام استقامت ہے اولیاء و ابدال متقدمین اسی کے طالب رہے ہیں۔ ان کی تمام کوششوں کا محور و مرکز یہی تھا کہ وہ اپنے ارادہ سے فانی ہو کر حق تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ باقی ہو جائیں۔ اور مرتے دم تک وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ ارادہ کریں۔ انہیں ابدال کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے بدل جاتا ہے۔ ان نفوسِ قُدسیہ کے نزدیک گناہ یہ ہے کہ سہو، نسیان، غلبۂ حال و دھشت میں ان کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انہیں یاد دلا کر اور تنبیہ فرما کر اپنی رحمت کے طفیل انہیں اس کوتاہی کا ادراک دے دیتا ہے وہ اس سے رجوع کر لیتے ہیں اور اپنے پروردگار کی جناب میں معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ کیونکہ معصوم عن الارادہ تو صرف فرشتے ہیں۔ ملائکہ کو ارادہ سے پاک پیدا کیا گیا ہے۔ جبکہ انبیاء علیھم السلام خواہش سے معصوم

ہیں۔ ملائکہ و انبیاء کے علاوہ باقی تمام مخلوق جن و انس جو مکلّف ہے وہ ارادہ اور خواہش سے معصوم نہیں ہے۔ ہاں اولیاء کرام حرص و ہوا سے محفوظ ہیں جبکہ ابدال ارادہ سے محفوظ ہیں مگر ارادہ اور خواہش سے معصوم نہیں مقصد یہ ہے کہ کبھی کبھار ان کا میلان ارادے اور خواہش کی طرف ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ خاص سے انہیں اس کوتاہی پر آگاہی عطا فرما دیتا ہے۔ اور وہ اس سے باز آجاتے ہیں۔

خواہشِ نفسانی دل کیلئے آفت ہے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: ہوائے نفسانی کے چنگل سے باہر نکل اس سے دور ہو اور مملکت وجود سے رخت سفر باندھ کر سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ پھر اپنے دل کے دروازے پر بیٹھ کر نگہبانی کا فریضہ سرانجام دے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر۔ جسے وہ اندر آنے کا حکم دے اسے اندر آنے دے اور جسے وہ اندر آنے سے روکے تو بھی اسے اندر آنے سے روک دے۔ ایک بار جب خواہش نفسانی دل سے باہر نکل چکی ہے تو اسے پھر اندر مت آنے دے۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تو ہوائے نفسانی کی مخالفت کرے اور تمام حالات میں اس کی متابعت ترک کر دے۔ نفس کی متابعت و مطابقت سے خواہشات دل میں گھر کر جاتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کسی غیر کا ارادہ نہ کر۔ کسی اور کا ارادہ خواہش نفسانی ہے اور یہی احمقوں کی جنت ہے۔ اسی میں تیری ہلاکت، ذلت، رسوائی، نگاہ خداوندی میں گرنا اور اس سے محجوب ہونا ہے۔ ہمیشہ اس کے امر و نہی کی حفاظت کر۔ اور اس کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کر مخلوق کو اس کا شریک مت بنا۔ (یاد رکھ) تیرا ارادہ، تیری خواہش اور تیری چاہت سب مخلوق ہے۔ پس کسی چیز کا ارادہ نہ کر۔ حرص و ہوا کی پیروی نہ کر ورنہ مشرک ٹھہرے گا۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءِ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحداً . (الکھف :110)

''پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو''

صرف بت پرستی ہی شرک نہیں خواہش نفس کی اتباع اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بزرگ و برتر خیال کرنا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو کچھ ہے وہ غیر ہے۔ جب تو غیر کا ہوا تو مشرک ٹھہرا۔ احتیاط کر اور صرف اللہ کا ہو کر رہ۔ خوف خدا رکھ اور اس کی پکڑ سے بے خوف نہ ہو جا۔ غور و فکر کر اور غفلت کا شکار نہ ہو۔ کسی مقام اور حال کی نسبت اپنی ذات کی طرف نہ کر اور مدعی ولایت نہ بن جا۔

اگر کچھ عطا ہو۔ کوئی مقام حاصل ہو یا کسی مخفی راز سے مطلع ہو تو کسی اور کو خبر نہ دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تغییر و تبدیل میں روزانہ ایک الگ شان میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بلاشبہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے جس چیز سے آگاہ فرمایا ہے اور تو نے اس کی خبر دوسرے کو دی ہے وہ تجھ سے زائل کر دے۔ اور جس کو تو محکم اور باقی خیال کر رہا تھا وہ متغیر ہو جائے۔ پس اس طرح تو اس شخص کے سامنے نادم ہو گا۔ راز کو دل میں محفوظ رکھ اور کسی کو اس پر مطلع نہ کر۔ اگر اس میں ثبات و بقاء ہے تو موہبت ربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر تا کہ یہ نعمت تجھے اور عطا ہو اور اگر ثبات و بقاء نہیں تو بھی یہ ایک نعمت ہے کیونکہ اس میں علم و معرفت، نور و بصیرت اور تادیب تو ہے ہی۔ رب قدوس ارشاد فرماتا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْنُنْسِهَانَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْمِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ . (البقرہ:106)

''جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لاتے ہیں

(دوسری) بہتر اس سے یا (کم از کم) اس جیسی کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت میں عاجز خیال نہ کر۔ تقدیر و تدبیر میں اسے تہمت نہ دے اور اس کے وعدہ میں شک نہ کر۔ رسول خدا ﷺ میں تیرے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اسی اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کر۔

کئی سورتیں اور آیتیں جو آپ ﷺ پر نازل ہوئیں ان پر عمل ہوتا رہا۔ نمازوں میں تلاوت ہوتی رہیں۔ مصاحف میں لکھی گئیں پھر وہ اٹھالی گئیں احکام بدل گئے اور ان کی جگہ دوسرے احکام نازل ہوئے۔ یہ سب کچھ ظاہری شریعت مطہرہ میں ہوا۔ رہا باطن، علم خاص اور وہ حال جو بندے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں رسول خدا ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

انه ليغانُ على قلبى فاستغفر الله فى كل يوم سبعين مرة وروى مئة مرة[1]

---

[1]-اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے دیکھیے کتاب الذکر حدیث نمبر 41۔ امام ابو داؤد کی سنن میں بھی نمبر 1515 کے تحت یہ حدیث موجود ہے۔ دونوں کتابوں میں حضرت الاغر المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

مناوی "فیض القدیر" جلد سوم صفحہ گیارہ پر امام ابو الحسن شاذلی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد حجاب اور غفلت کا حجاب نہیں جیسے کچھ لوگوں کو وہم ہوا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب اطہر پر تجلیات کے انوار چھا جاتے جس سے حضور کی کیفیت جاتی رہتی۔ پھر آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتے تاکہ تجلیات کی یہ نورانیت مستور ہو جائے کیونکہ اگر یہ تجلی دوام اختیار کرلے تو خواص حقیقت کے سلطان کے نزدیک لاشی ہو جائیں۔ ستر ان کے حق میں رحمت ہے جبکہ عوام کے لیے حجاب اور عذاب ہے۔ حضرت شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں اس پردے کو مصطفیٰ کریم ﷺ کے لیے نقص خیال نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ پردہ تو کمال اور تتمہ کمال ہے۔ یہ ایک گہرا راز ہے جسے صرف ایک مثال سے واضح کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ مثال یہ ہے کہ آنکھ پر پپوٹوں کا ایک حجاب سا تنا ہے۔ دیکھنے سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ آنکھ کیلئے نقص ہیں کیونکہ یہ آنکھ کے سامنے تنے ہوئے ہیں اور آنکھ کو انھوں نے ڈھانپ رکھا ہوتا ہے اور بند ہونے کی صورت

(حاشیہ کا بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کیا جاتا تھا۔ کبھی آپ ایک حال میں ہوتے تو کبھی دوسرے حال میں۔ یوں آپ منازل قرب اور میادین غیب میں ہمیشہ محو سفر رہتے اور خلعتیں اور انوار تغیر پزیر رہتے آپ کی ہر دوسری حالت پہلی حالت کے مقابلے میں ارفع واعلیٰ ہوتی۔ جب آپ دوسری حالت پر فائز ہوتے اور پہلی حالت پر نگاہ پڑتی تو وہ عیب و نقصان محسوس ہوتی اور آپ خیال کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان حدود کی حفاظت نہیں کر سکا۔ در حقیقت یہ آپ ﷺ کی کمال تواضع وعاجزی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ کو تلقین کی جاتی کہ آپ استغفار کریں۔

کیونکہ یہ بندے کی بہترین حالت ہے اور تمام احوال میں اس کے شایاں شان ہے کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں اعترافِ گناہ کرتا رہے۔ یہی دو چیزیں ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام

میں دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں حالانکہ آنکھ کی تخلیق کا مقصد محسوسات کا ادراک ہے۔ اور یہ وظیفہ آنکھ صرف اسی وقت ادا کر سکتی ہے جب محسوسات کی شعاعیں آنکھ کے داخلی حصے پر پڑیں اور بعض کے نزدیک آنکھ اور مرئیات کا اتصال ہو۔ اور بعض کے نزدیک جب مدرکات کی صورتوں سے آنکھ کا ڈھیلا بھر جاتا ہے تو آنکھ مدرکات کو دیکھتی ہے۔ کچھ بھی ہو یہ بات تو طے ہے کہ آنکھ صرف اسی صورت میں مرئیات کو دیکھ سکتی ہے جب آنکھ کھلی ہو اور مرئیات کی شعاعیں اس سے ٹکرائیں۔ لیکن جب ہوا حیوانی بدنوں سے گزر کر آتی ہے تو وہ اپنے ساتھ گرد وغبار بھی لاتی ہے اور گرد وغبار جو اڑ رہا ہوتا ہے ہوا اسے حرکت دیتی ہے۔ اگر آنکھ کا ڈھیلا ہمیشہ ہی اکھلا رہے اور پپوٹے نہ ہوں تو آنکھ گرد وغبار سے اٹ جائیں اور کھلی ہونے کے باوجود بھی کچھ نہ دیکھ سکیں۔ پپوٹے جو لٹک رہے ہیں در حقیقت انہیں گرد وغبار سے محفوظ رکھتے ہیں اور گرد وغبار کو صاف کر دیتے ہیں پپوٹے جنہیں انسان حجاب اور پردہ خیال کرتا ہے وہ در حقیقت دیکھنے میں مانع نہیں بلکہ معاون ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ نقص نہیں بلکہ حسن اور کمال ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی بصیرت کو اغیار کے انفاس سے اٹھنے والے غبار کا سامنا کرنا پڑتا ہے آپ کی بصیرت پر یہ گرد وغبار اثر انداز ہوتا ہے اس لیے اس سے بچنے کیلئے آپ کو ایک حجاب کی ضرورت رہتی ہے اور یہی وہ غین یا پردہ ہے جو آپ کی بصیرت پر تن جاتا ہے اور آپ کی بصیرت کو غیروں کی رویت اور ان کے انفاس سے اٹھنے والے غبار سے بچاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ پردہ دیکھنے میں نقص لیکن در حقیقت کمال اور تتمہ کمال ہے۔

سے وراثت میں ملیں۔ جب آدم علیہ السلام عہدِ خداوندی کو بھول گئے۔ جنت میں ہمیشہ رہنے۔ محبوب حقیقی رحمان ومنان کے قرب اور فرشتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے ارادے نے انگڑائی لی۔ اللہ کریم کے ارادے کے ساتھ ان کا ارادہ بھی شریک ہوا تو ان کے ارادے کو توڑ دیا گیا۔ یہ حالت زائل ہو گئی ولایت کا منصب چھن گیا۔ انہیں اس بلند ترین مقام سے نیچے اتار دیا گیا۔ انوار کی جگہ ظلمتوں نے لے لی۔ اور صفاء مکدر ہو گئی۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگاہ فرما دیا گیا اور رحمٰن ورحیم ذات کی دوستی کی یاد دہانی کرادی گئی۔ انہیں حکم ملا کہ نسیان ولغزش کا اعتراف کریں اور آپ کو تلقین کی گئی کہ اپنے قصور کا اقرار کریں۔ اسی لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. (الاعراف :23)

”اے ہمارے پروردگار! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لیے اور نہ رحم فرمائے تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔

پس (اس طرح) انوارِ ہدایتِ علوم ومعارفِ توبہ اور وہ مخفی مصالح جو آج تک غائب تھے وہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھ آئے۔ اور یہ سب کچھ اس لغزش ونسیان کے بغیر ممکن نہ تھا۔ پس آدم علیہ السلام کے ارادے کو ایک دوسرے ارادے کے ساتھ۔ ایک حالت کو دوسری حالت کے ساتھ بدل دیا گیا۔ ولایت صغریٰ کے بعد آپ کو ولایت کبریٰ کا منصب عطا ہوا۔ دنیا آپ کی جائے سکونت ٹھہری۔ پھر آپ عقبیٰ میں منتقل ہوئے۔ پس دنیا آپ کیلئے اور آپ کی اولاد کیلئے منزل اور عقبیٰ مرجع، اور ہمیشہ رہنے کی جگہ قرار پائے۔

رب قدوس نے فرمایا :

مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْنُنْسِهَانَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْمِثْلِهَا

(البقرہ:106)

"جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرادیتے ہیں تو لاتے ہیں (دوسری) بہتر اس سے یا (کم از کم) اس جیسی"

(اے مخاطب!) آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی اور حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ جس طرح انہوں نے قصور کا اعتراف کیا اور ہر حالت میں استغفار کرتے رہے۔ ہمیشہ عاجزی وانکساری کو شیوہ بنایا اور بندگی کو اپنایا آپ بھی گناہوں کا اعتراف کریں۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔ ہمیشہ بندگی کا اظہار کریں اور عاجزی وانکساری کی روش اختیار کریں۔

خالق جس سے راضی ہو وہی افضل ترین منزل ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ ارشاد فرماتے ہیں۔ تجھے جو (روحانی) حالت عطا ہو اس کے علاوہ کسی اور حالت کو اختیار نہ کر۔ خواہ دوسری منزل اعلیٰ ہو یا ادنی۔ (اسے ایک مثال سے یوں واضح کیا جا سکتا ہے کہ) جب تو بادشاہ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو تو اندر جانے کی کوشش نہ کر یہاں تک کہ تجھے جبراً نہ کہ اختیاراً داخل کر دیا جائے مقصد یہ ہے کہ تجھے حکم دیا جائے۔ تجھ پر سختی کی جائے اصرار کیا جائے اور کہا جائے کہ دروازے پر کھڑا ہونا تیرے لیے مناسب نہیں اندر داخل ہو جا۔ محض اذن واجازت کو کافی نہ سمجھ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے تجھے دھوکے سے بلایا جا رہا ہو اور تجھ سے فریب کیا جا رہا ہو۔ تو دروازے پر صبر کر حتی کہ تجھے اندر جانے پر مجبور کیا جائے۔ اب تیرا جانا محض جبر اور بادشاہ کے حکم سے ہو گا تو تو بادشاہی عتاب سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ تجھ سے

باز پرس تو اس وقت ہوتی جب تو اپنے اختیار کو کام میں لاتا۔ اندر جانے کی خواہش و تمنا کرتا۔ بے صبری اور سوئے ادبی کا مرتکب ہوتا اور جس حالت پر تجھے رکھا گیا تھا اس حالت پر راضی نہ ہوتا۔ اب جبکہ تجھے باصرار بادشاہ کے حکم سے اندر بلایا گیا ہے تو سر جھکا دے۔ آنکھیں نیچی کر لے اور سراپا ادب بن جا۔ جس کام کا حکم ملے اسے سرانجام دے جس خدمت کا مطالبہ کیا جائے اسے بجالا۔ کبھی ترقی اور کسی بلند مذہب کا مطالبہ نہ کر۔ اللہ کریم نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا:

وَلَاتَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجاً مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰی

(طٰہٰ :131)

اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھیے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو۔ یہ محض زیب و زینت ہیں دنیوی زندگی کی (اور انہیں اس لیے دی ہیں) تاکہ ہم آزمائیں انہیں ان سے اور آپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے"

اللہ تعالیٰ اپنے نبی مصطفیٰ مختار ﷺ کو ادب سکھا رہا ہے۔ یعنی اپنے حال کی حفاظت کیجیے اور اللہ تعالیٰ کی عطا پر خوش رہیے۔ کیونکہ "آپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے"

یعنی آپ کے رب نے آپ کو بھلائی اور نبوت کے جس نور سے سرفراز کیا ہے۔ آپ کو علم، قناعت اور صبر کی جو دولت عطا فرمائی ہے۔ آپ کو دین کی ولایت اور اسوۂ حسنہ کی جس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے وہ ہر اس نعمت سے اولیٰ ہے جو کسی اور کو عطا کی گئی ہے۔

حفظ حال، رضا بالعطاء اور ماسواء کی طرف سے اعراض سب بھلائیوں کی بنیاد ہے۔ کیونکہ دنیاوی چیزیں یا تو تیرے مقدر میں لکھی جا چکی ہونگی یا کسی دوسرے کے مقدر میں ہونگی یا پھر نہ یہ تیری قسمت کا نوشتہ ہونگی اور نہ کسی دوسرے کی

قسمت میں مقرر ہو نگی۔بلکہ وہ محض فتنہ و آزمائش کیلئے پیدا کی گئی ہو نگی۔

جو چیز تیری قسمت کا نوشتہ ہے وہ تجھے مل کر رہے گی۔ چاہے تو انکار کرے یا اس کو طلب کرے۔ ایسی چیز کیلئے بے صبری۔ مشرکانہ طریق اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ عقل و فہم اسے روا نہیں سمجھتے۔اور اگر اس چیز کا ملنا کسی دوسرے کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے تو تجھے کسی صورت نہیں مل سکتی۔ تو اس کے لیے جتنے جتن کرے۔ جتنی کوششیں کرے کامیاب نہیں ہو گا۔ تو ایسی چیز کیلئے مشقتیں کیوں برداشت کرتا ہے۔اور اگر اس کی تخلیق محض آزمائش کیلئے ہے۔اگر یہ فتنہ ہے اور کسی انسان کے مقدر میں نہیں تو کوئی عقل مند فتنے کو گلے سے نہیں لگا سکتا۔اس لیے بھلائی اور سلامتی حفظ حال میں ہی ہے۔

(پھر مذکورہ تمثیل کی طرف آیئے)اگر تجھے بادشاہ کے دربار تک رسائی حاصل ہو جائے تو تجھے چاہیے کہ پہلے سے زیادہ آداب بجالا۔ عاجزی وانکساری سے کام لے۔ کیونکہ بادشاہ کے قریب ہونے کی وجہ سے تو زیادہ خطرے میں ہے۔ کسی اعلیٰ یا ادنیٰ منصب کی خواہش نہ کر۔ اور نہ ہی موجودہ منصب پر ثابت وباقی رہنے کی کوشش کر۔اسی حالت پر قناعت کر۔ اختیار کو کام میں نہ لا۔ کیونکہ یہ بادشاہ کی عطا کا انکار ہو گا۔ اور کفران نعمت دنیا و آخرت میں زلت ورسوائی کا موجب بنتا ہے۔

ہمیشہ ہماری ان نصیحتوں پر عمل پیرا رہے حتی کہ تیرا حال مقام میں بدل جائے اور پھر تو کبھی اس نعمت سے محروم نہ ہو۔ پس جب آیات و کرامات کا صدور ہو گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ یہ مقام عطیہ ربانی ہے تو تو ہمیشہ اس سے تمسک کرے گا اور الگ نہیں ہو گا کیونکہ احوال اولیاء کیلئے اور مقامات ابدال کیلئے ہیں۔

خوف ورجا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا :

اولیاء وابدال کے لیے اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے جو محیر العقول اور خارق العادۃ

امور ظاہر پزیر ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں جلال اور جمال۔

جب جلال کا ظہور ہوتا ہے تو خوف و دہشت چھا جاتی ہے۔ اور دلوں پر ایک رعب و غلبہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس کا اظہار جوارح کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ آپ جب نماز ادا فرماتے تو شدت خوف سے آپ کے سینہ اقدس سے ھنڈیا کے ابلنے کی سی آواز سنائی دیتی [1] کیونکہ آپ ﷺ جلال خداوندی کا مشاہدہ کر رہے ہوتے۔ اور عظمت الٰہی کو عیاں دیکھ رہے ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور امیر المؤمنین عمر فاروق کے بارے بھی ایسی ہی کیفیات کا تذکرہ ملتا ہے۔

رہا مشاہدۂ جمال تو یہ دلوں پر صفات خداوندی کی تجلی کے سبب ہوتا ہے۔ اور اس تجلی میں انوار خداوندی، سرور و الطاف، کلام لذیذ و حدیث انیس ہوتی ہے۔ انسان کو بڑی بخششوں، منازل عالیہ اور قرب الٰہی کی بشارت ملتی ہے۔ اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ سب نعمتیں تیرے مقدر میں لکھ دی گئی ہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ محض اللہ کا فضل ورحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں انسان کو ثابت قدم رکھتا ہے تاکہ انسان زندگی بھر نافرمانی کا راستہ اختیار نہ کرے۔ اور فرط شوق اور محبت الٰہی کی شدت کی وجہ سے قوتیں اور طاقتیں ماند نہ پڑ جائیں اور عبودیت کے حق کو ادا کرنے سے کمزور نہ ہو جائیں۔ اور یہ ثبات انہیں اس وقت تک حاصل رہے جب تک یقین کی منزل نہیں آجاتی یعنی دنیا سے کوچ کا وقت نہیں آجاتا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جمال تجلی فرماتا ہے اور اس طرح ہمیشہ اپنے بندوں کے قلوب کی تربیت فرماتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ دانا ہے علیم ہے اور اپنے بندوں پر لطف و کرم کرنے والا بہت مہربان اور رحیم ہے۔ اسی لیے

۱۔ سنن نسائی نمبر حدیث 1214 یہ حدیث حضرت مطرف سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے اندر سے ھنڈیا کے ابلنے کی سی آواز آرہی تھے۔ یعنی آپ رو رہے تھے۔

نبی کریم ﷺ کے متعلق مروی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے ارحنا بھایا بلال[1] "اے بلال نماز سے ہمیں راحت باہم پہنچا" کیونکہ نماز میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو جمال خداوندی کا مشاہدہ ہوتا تھا۔

اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔

وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ

"اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے"

حرص وہوا کی مخالفت کیجئے اور ان کے نقصانات سے محفوظ رہیے

ایک طرف اللہ عزوجل ہے، دوسری طرف تیرا نفس اور تو درمیان میں مخاطب ومکلّف ہے۔ نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف اور دشمن ہے۔ نفس کے علاوہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار ہے۔ نفس بھی اللہ عزوجل کی مخلوق اور اسی کی ملکیت ہے۔ لیکن اس میں ادعاء، خواہش، شہوت ولذت کا داعیہ بھی ہے۔

جب تو مخالفت وعدواتِ نفس میں حق تعالیٰ کی موافقت کرے گا تو نفس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے والا ٹھہرے گا۔ جیسا کہ رب قدوس نے اپنے نبی حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا۔

"اے داؤد! عبودیت یہ ہے کہ نفس کے مقابلے میں تو میرا مددگار بن جا" مخالفت نفس کے ذریعے ہی تجھے اللہ تعالیٰ کی سنگت نصیب ہو گی اور عبودیت معتبر ہو گی۔ جب تو اس کی بندگی اور سنگت اختیار کرلے گا تو پھر دنیا کی نعمتیں خود بخود تیری طرف کھچی چلی آئیں گی اور تو عزیز ومکرم ٹھہرے گا۔ مخلوق تیری خادم ہو گی۔ دنیا تیری عزت وتوقیر کرے گی کیونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے تابع فرمان ہے۔ مخلوق کا ہر فرد اس کے موافق ہے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق

---

[1] طبرانی کی روایت کردہ حدیث کا ٹکڑا ہے۔ دیکھیے الکبیر حدیث نمبر 6215۔ یہ حدیث عبداللہ بن محمد سے روایت کی گئی ہے۔ ضعیف ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔

ہے۔اور ہر چیز اللہ کی عبودیت کا اقرار کرنے والی ہے۔رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّاتَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (الاسراء:44)

"اور (اس کائنات میں) کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ بیشک وہ بہت بردبار، بہت بخشنے والا ہے"

یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور بندگی بجالاتی ہے۔ فرمایا۔

وَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا وَّكَرْهًا قَالَتَا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ (فصلت:11)

"پس فرمایا اسے (آسمان کو) اور زمین کو کہ آجاؤ (تعمیل حکم اور ادائے فرائض کیلئے) خوشی سے یا مجبوراً۔ دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں"

عبادت ہے ہی یہ کہ تو اپنے نفس اور خواہش کی مخالفت کر۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. (ص:26)

"اور نہ پیروی کیا کرو ہوائے نفس کی۔ وہ بھکادے گی تمہیں راہ خدا سے"

رب قدوس نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: حرص و ہوا کو چھوڑ دے کہ اس کے علاوہ کوئی نہیں جو میری مملکت میں مجھ سے جھگڑے۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ نے خواب میں رب العزت کی زیارت کی تو بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔

بار الہ! تیری قربت کا راستہ کونسا ہے؟ رب قدوس نے فرمایا: نفس کا ساتھ چھوڑ دے اور چلا آ۔ حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نفس سے یوں دور ہوا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے الگ ہوتا ہے۔[۱]

۱۔ مجموعہ الفتاوی ج10/518۔

اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ ساری بھلائی ہر حال میں مخالفت نفس میں ہے۔ اگر تو حالت تقویٰ میں ہے تو نفس کی مخالفت یوں کر کہ حرام و مشکوک اور خلق کے عطیات کو ترک کر دے۔ اور ان پر کسی طرح بھروسہ نہ کر۔ نہ تیرے دل میں مخلوق کا خوف ہو اور نہ ہی اس سے کسی قسم کی امید اور طمع۔ دنیا کے اس ایندھن کو ان کے ہاتھوں سے قبول نہ کر۔ نہ تحفہ کی صورت میں اور نہ زکوٰۃ و صدقہ کی صورت میں۔ نہ کفارہ کی صورت میں اور نہ ہی نیاز کی صورت میں۔ مخلوق سے ہر قسم کی توقعات منقطع کر دے حتی کہ تیرے دل میں کسی آدمی کی موت کا خیال اس وجہ سے نہ آئے کہ تجھے اس کی وراثت سے کچھ حصہ ملنے والا ہے۔

خلق سے تعلق توڑ دے اور انہیں ایسا دروازہ یقین کر جو بند کیا جاتا ہے اور کھولا جاتا ہے اور ایسا درخت خیال کر جس کا پھل کبھی تو ہاتھ لگ جاتا ہے اور کبھی اس کا حصول محال بن جاتا ہے۔ ہر کام ایک ذات کے فعل اور ایک مدبر کی تدبیر سے واقع ہو رہا ہے۔ اور وہ فاعل اور مدبر اللہ عزوجل ہے۔ اگر یہ بات تیرے دل میں بیٹھ گئی تو تو اللہ رب العزت کو ایک یقین کرنے والا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ کسب انسانی کو مت بھول۔ تاکہ مذہب جبریہ[1] سے نجات پائے۔ اعتقاد رکھ کہ افعال محض انسان کے کسب سے صادر نہیں ہوتے بلکہ ان کے صدور میں مشیت ایزدی کارفرما ہوتی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو بھول کر انسانوں کو معبود سمجھ بیٹھے گا۔ اور کبھی نہ کہہ کہ فلاں کام انسانوں کا فعل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دخل نہیں۔ ایسا کہنا کفر ہے اور یہ قدریہ کا عقیدہ

---

[1] جبریہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بندہ مجبور محض ہے اسے کوئی اختیار نہیں۔ وہ محض آلہ اور ہتھیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح ہوا میں اڑتے تنکے کو کوئی اختیار نہیں ایسے ہی انسان مجبور ہے۔ سب امور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ اہل السنّت والجماعۃ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھیے ڈاکٹر عبدالرحمٰن حبنکۃ المیدانی کی کتاب "العقیدۃ الاسلامیۃ واسسھا"

ہے[۱] بلکہ یوں کہہ کہ تمام افعال کا خالق اللہ ہے۔ یا ان کا صدور انسانی کسب سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ آحادیث[۲] سے ثابت ہے۔ اسی لیے نیکی و بدی پر ثواب یا عقاب مرتب ہوتا ہے۔

خلق سے تعلقات کے سلسلے میں اوامر خداوندی کی پیروی کر اور انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے عطیہ کو لیتے وقت بھی اس کے حکم کو ملحوظ خاطر رکھ اور کسی لمحے حد سے تجاوز نہ کر۔ تیرے اور دوسرے انسانوں کے بارے حکم اللہ تعالیٰ کا برپا ہوگا۔ اس لیے خود حاکم نہ بن بیٹھ۔ مخلوق کے بارے حکم اللہ تعالیٰ کا ہی برپا ہو گا۔ اس لیے خود حاکم نہ بن بیٹھ۔ مخلوق کے بارے تیرا یہ اعتقاد رکھنا کہ افعال انہیں کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں وجہ شرک ہے۔ پس اس ظلمت میں چراغ کے بغیر مت داخل ہو۔ اور چراغ اللہ تعالیٰ کا حکم، کتاب و سنت ہے۔ کتاب و سنت سے باہر مت جا۔ اگر دل میں کوئی خیال ابھرے، الہام ہو تو اسے کتاب و سنت پر پیش کر۔ اگر قرآن و سنت کی رو سے وہ فعل حرام ہے مثلاً زنا، سود، اہل فسق و فجور کی دوستی اور اس جیسے دوسرے گناہ تو ان کے قریب تک نہ جا۔ نافرمانی کے ایسے کام سے دور ہو جا۔ اسے ترک کردے اسے کسی صورت قبول نہ کرو اور ایسے خیالات کو عملی جامہ نہ پہنا۔ یقین کرلے کہ یہ الہام نہیں شیطان لعین کی طرف سے وسوسہ اندازی ہے۔ اگر قرآن و سنت میں وہ کام مباح ہے۔ مثلاً کھانے پینے کی چیزیں۔ لباس، نکاح تو بھی ان سے احتراز کر اور انہیں قبول نہ کر۔ اور جان

۱۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان ہی افعال کا موجد اور خالق ہے۔ سب اختیاری افعال محض اس کی تخلیق ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھیے ڈاکٹر عبدالرحمٰن جبنکہ المیدانیکی کتاب ''العقیدۃ الاسلامیۃ واسسھا''

۲۔ سلف صالحین اور علمائے متقدمین نے کئی آثار نقل فرمائے ہیں۔ تفصیل مقصود ہو تو ''العقیدۃ الطحاویۃ'' اور ''شرح الواسطیۃ'' وغیرہ کتابیں ملاحظہ فرمائیے۔

لے کہ یہ خیال بھی نفس کا الہام اور خواہش ہے۔ اگر قرآن و سنت میں نہ اس کی مذمت پائی جارہی ہے اور نہ ہی اس کی اباحت بلکہ وہ ایسا معاملہ ہے جسے تو سمجھنے سے قاصر ہے مثلاً تجھے کہا جاتا ہے کہ فلاں جگہ حاضر ہو۔ فلاں نیک شخص کی خدمت میں حاضری دے۔ تو بھی تجھے کوئی ضرورت نہیں کہ اس خیال پر عمل پیرا ہو۔ کیونکہ تیرا وہاں جانا یا نیک آدمی سے ملنا ضروری نہیں۔ علم و معرفت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں نے تجھے اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ توقف اختیار کر اور جلدی نہ کر۔ بلکہ یوں کہہ کہ اگر یہ حق تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے تو میں اس پر عمل کروں گا۔ پھر بھلائی اور فعل خداوندی کا انتظار کر کہ یہ بات تیرے دل میں دوبارہ ڈالی جائے اور تجھے جانے کا حکم دیا جائے یا اہل معرفت کے لیے کوئی علامت ظاہر ہو جسے اولیاء وابدال سمجھ جائیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ دلی خیالات کو فوراً عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہ کر۔ کیونکہ تو نہیں جانتا اس کا انجام کیا ہوگا۔ ممکن ہے اس کا مال بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فتنہ و آزمائش اور ہلاکت و فریب ہو۔ صبر کر حتی کہ اللہ تعالیٰ خود ترے اندر فاعل بن جائے۔

جب تو دلی خیالات پر عمل کرنے سے رک جائے گا اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے گا اور پھر کسی آزمائش سے سامنے ہو گا تو دست قدرت تیری دستگیری فرمائے گا اور تجھے لغزش سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ فعل اللہ کا ہو گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فعل پر تجھے سزا نہیں دے گا۔ تجھے سزا تو اس وقت ملتی کہ تیرا اس کام میں ارادہ شامل ہوتا۔ اگر تو حالتِ حقیقت یعنی حالت ولایت میں ہے تو خواہش نفسانی کی مخالفت کر اور تمام امور میں حکم خداوندی کی اتباع کر۔

اتباع کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ دنیا سے قوت لایموت حاصل کر یعنی جو تیرے نفس کا حق ہے لذائذ دنیا کو ترک کر دے فرائض کو ادا کر اور ظاہری و باطنی تمام گناہوں کو ترک کر دے۔

دوسری صورت امر باطنی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ باطن کے متعلق بھی حکم صادر فرماتا ہے۔ بعض چیزوں کا حکم دیتا ہے بعض چیزوں سے منع فرماتا ہے۔ القاء والہام مباحات کے بارے ہوتا ہے۔ جن امور کے بارے شریعت مطہرہ میں کوئی حکم نہیں ہوتا۔ یعنی نہ تو وہ ممنوع ہوتے ہیں اور نہ ہی واجب اور فرض۔ ایسے امور میں بندہ اپنے اختیار سے تصرف کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ مباح امور کے بارے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ انتظار کرنا چاہیے۔ جب بھی بذریعہ الہام والقاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم صادر ہو تو عمل پیرا ہو۔ اس طرح وہ اپنی تمام حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہو جائے گا۔ یعنی امور مشروعہ میں شریعت کی پیروی اور مباحات میں الہام والقاء کی پیروی اور جن کے بارے نہ حکم شرع ہو نہ الہام ہو تو اس سے مجتنب ہو کر سر تسلیم خم کر دے گا اور اگر تو حالت حق الحق یعنی حالت محو وفنا میں ہے۔ جو ابدال، شکستہ دل، اہل معرفت و توحید، ارباب علم و عقل سید الامراء، پیشوان خلق تائبین حق، خاصانِ بارگاہ اور محبوبانِ ایزد تعالیٰ کی حالت ہے تو اس حالت میں حکم خداوندی کی اتباع اس طرح کر کہ تو اپنے نفس کی مخالفت کر رہا ہو اور ہر قوت وطاقت سے اپنے آپ کو خالی یقین کر رہا ہو۔ اور دیناو عقبیٰ کی کسی شے کا تیرے دل میں ارادہ اور خواہش نہ ہو۔ اگر تو یوں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا بادشاہ حقیقی کا بندہ بن جائے گا اور دنیا کی بندگی سے محفوظ رہے گا۔ تیرا ہر قدم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھے گا خواہش نفس کی وجہ سے نہیں۔ اور تیری مثال اس شیر خوار بچے کی ہو گی جو دایہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے یا اس میت کی مانند جو غسّال کے ہاتھوں میں بے حس و حرکت یا پھر پہلو کے بل لیٹے ہوئے اس مریض کی طرح جو خود سپردگی کی حالت میں طبیب کے سامنے لیٹا ہوتا ہے۔ یہ جس پہلو پر جیسے چاہتے ہیں اسے حرکت دیتا ہے۔ امر و نہی میں بندہ یونہی اپنے مالک کی فرمانبرداری کرتا ہے۔

شہوت کی آگ بجھادے ورنہ یہ آگ خود تجھے خاکستر کردے گی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:
حالت فقر میں جب تجھے نکاح کی ضرورت پیش آئی اور تجھ میں اس بوجھ کو اٹھانے کی سکت نہ تھی۔ تو نے اس پر صبر کیا اور باری تعالیٰ کی طرف سے کشائش کا انتظار کیا تو وہ ضرور آسانی باہم پہنچائے گا۔ یا تو نکاح کی ضرورت اور شہوت کو جس طرح پیدا کیا اور اس کا خیال تیرے دل میں ڈالا ہے اسی طرح اس کو دور فرمادے گا یا پھر تجھے نکاح پر قدرت دے کر تیری دستگیری فرمائے گا اور دنیا کے کے جتنے بوجھ ہونگے خود اٹھائے گا اور تیری اپنے فضل سے کفالت کرے گا اور شادی کو تیری اخروی بہتری کیلئے رکاوٹ نہیں بنائے گا۔

صبر کی صورت میں اللہ تعالیٰ تجھے صابر کے لقب سے موسوم فرمائیگا۔ اور تیری عصمت و قوت میں اضافہ فرمائے گا اور اگر نکاح کرنا تیرے مقدر میں ہوا اور تو نے نکاح کر لیا تو تجھے سب آسانیاں باہم پہنچائے گا اور صبر کو شکر سے بدل دے گا۔ کیونکہ اس نے وعدہ فرما رکھا ہے کہ شکر کرنے والوں کی نعمتوں کو میں اور بڑھاؤں گا۔ ارشاد ربانی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم :7)

"اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کردوں گا"

اور اگر نکاح مقدر میں نہیں تو تیرے دل سے نکاح کے خیال کو دور کر کے تجھے مستغنی فرمادے گا۔ نفس چاہے یا انکار کرے۔

ہر حال میں صبر لازم ہے۔ حرص وھوا کی مخالفت ضروری ہے۔ حکم خداوندی کو گلے سے لگالے اور اس کے فیصلے پر راضی ہو جا۔ اور پھر اس سے فضل و عطا کا امیدوار بن جا. اللہ جل وعلا کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر :10)

"صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا"

دنیا کی نعمتیں تجھے منعم سے غافل نہ کر دیں

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے ارشاد فرمایا: جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور تو دنیا میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل بن بیٹھا تو دنیا و عقبیٰ میں تجھے اپنے سے دور اور محجوب کر دے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تجھ سے ساری نعمتیں چھین لے۔ اور اس جرم کی پاداش میں تجھ پر فقر و افلاس کو طاری کر دے۔ اس کے برعکس اگر تو مال و دولت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہو گیا تو دنیا کی یہ نعمتیں عطیہ خداوندی بن جائیں گی اور ایک ذرہ بھی فرمانبرداری کی وجہ سے دولت کم نہیں ہو گی۔ اب مال و دولت تیرے چاکر اور تو ان کا آقا ہو گا۔ تو دنیا میں راحت و سکون کی زندگی بسر کرے گا اور آخرت میں مکرم و معظم ہو گا۔ جنت الماوی تیرا ٹھکانا ہو گی اور صدیقین، شہداء اور صالحین تیرے ہم جلیس ہونگے۔

حقیقی بھلائی وہ ہے جسے اللہ پسند کرے

حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا حصولِ نعمت اور دفعِ شر کو اپنے اختیار میں نہ لے۔ اگر تیری قسمت میں نعمتوں کا حصول مقدر ہو چکا ہے تو تجھے لامحالہ تو پسند کرے یا ناپسند کرے نعمتیں میسر ہوں گی اسی طرح اگر مصیبت مقدر میں ہے تو بھی اس سے سامنا ہو گا چاہے تو اسے ناپسند کرے۔ بچنے کی دعا کرے، یا صبر کرے اور رضائے مولا کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ ہر چیز خیر و شر اسی ذا۔ ۔ احد کے سپرد کر دے تاکہ وہ تجھ میں اپنا فعل صادر فرمائے۔

اگر اس کی بارگاہ سے نعمتیں عطا ہوں تو شکر کر۔ مصیبت آئے تو بتکلف صبر کر یا بے تکلف صبر کر یا تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کر یا مصائب و آلام سے لطف

اندوز ہو یا مصائب و آلام میں فناء و محو ہو جا[1] پس ایسے میں تجھے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ اور اس مولا کی راہ میں تجھے سیر کرائی جائے گی جس کی اطاعت و دوستی کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ تجھے کئی جنگلوں اور بیابانوں سے گزارا جائے گا۔ کئی بیابانوں کی سیر کرائی جائے گی تاکہ تو اپنے مالک حقیقی کا قرب حاصل کر سکے۔

اور اپنے پیش رو صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ تیرا ٹھکانا ہو۔ یعنی تجھے اس ذات کا قرب عطا ہو جو بلند مرتبہ اور سب سے اعلیٰ ہے اور ان لوگوں کے مقام و مرتبہ کا مشاہدہ کر سکے جو رب قدوس کے مقرب ہیں اور تجھ سے پہلے اس منزل تک پہنچ چکے ہیں۔ اور جنہوں نے ہر تازہ نعمت، لذت و سرور، امن و راحت اور کرامت و بزرگی پائی ہے۔

جو مصیبت آتی ہے آنے دے اور اس کا راستہ روکنے کی کوشش نہ کر نہ اس کے راستے میں دعا کا تازیانہ لیکر کھڑا ہو اور نہ ہی اس کے آنے پر آہ و بکا کر۔ دیکھ جہنم کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ نہیں اس کی تپش ہر تپش سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ سرور کائنات زمین میں بسنے والوں اور آسمان کی چھت کے سایے میں زندگی بسر کرنے والوں میں سب سے بہتر اللہ کے چنیدہ جن کا اسم گرامی محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

---

[1] عربی عبارت یوں ہے "وان کانت البلوی فاشتغل بالصبر او الصبر او الموافقۃ والرضاء او التنعم بھا او العدم والفناء بھا علی قدر ما تعطی من الحالات"
کچھ لوگ طبیعت و نفس کے ہاتھوں مجبور بلا تکلف صبر نہیں کر سکتے تو انہیں بتکلف صبر کرنے کا حکم ہے۔ جو نفس کو مات دے لیتے ہیں ان کو صبر یعنی بلا تکلف صبر کی تلقین۔ جو اس سے اگلے درجے پر ہیں انہیں تسلیم و رضا کا حکم ہے۔ جو محبت الٰہی کے جذبے سے مغلوب ہوتے ہیں انہیں حکم ہے کہ وہ اس سے لذت و سرور حاصل کریں اور اہل مشاہدہ کیلئے نیستی و فنا کا حکم ہے شرح فتوح الغیب از عبدالحق محدث دہلوی"

اِنَّ نَارَ جَہَنَّمَ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِ جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَأَ نُوْرُكَ لَهَبِیْ [1]

"جہنم کی آگ مؤمن سے کہے گی جلدی گزر جا تیرے نور ایمان نے میرے شعلوں کو بجھادیا ہے"

جہنم کے بھڑکتے شعلوں کو بجھانے والا یہ نور وہی نور بصیرت ہے جو دینا میں بندۂ مؤمن کو عطا ہوتا ہے اور جس کے ذریعے وہ اطاعت گزار اور عصیاں شعار میں تمیز کر سکتا ہے یقیناً یہ نور مصیبت کے شعلوں کو ٹھنڈا کر دے گا اور تیرا صبر اور موافقت مولا کی ٹھنڈک مصیبت کی تپش کو ختم کر دیں گے۔

مصیبت تیری ہلاکت کیلئے نہیں آئی بلکہ اس لیے آئی ہے کہ تجھے آزمائے تیرے ایمان کی صحت کو ثابت کرے، تیرے یقین کی بنیاد کو تقویت دے اور تجھے یہ بشارت دے کہ یہ مصیبت تیرے پروردگار کی طرف سے ہے اور تیرے صبر پہ اس ذات کو فخر ہے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِیْنَ
(محمد : 31)

"اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں تاکہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جو مصروف جہاد رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں"۔

جب حق کے ساتھ تیرا ایمان ثابت ہو گیا اور تو نے فعل خداوندی کی اپنے یقین کے ذریعے موافقت کر لی اور یہ سب اللہ کی توفیق سے ہے اور محض اس کا فضل واحسان ہے تو اب ہمیشہ صبر و موافقت اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کر۔ اپنے اور کسی دوسرے کے حق میں کوئی ایسا کام نہ کر جو امر و نہی خداوندی سے تجاوز کا

---

[1] طبرانی فی الکبیر۔ ج 259,258/22 عن یعلی بن منیہ۔ الحلیہ از ابو نعیم ج 329/9۔ التذکرہ از قرطبی ص 34۔ دونوں بشیر بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں وہ خالد بن دریک سے، وہ یعلی بن منیہ سے بشیر بن طلحہ ضعیف راوی ہے۔ اور خالد بن دریک کا سماع یعلی بن منیہ سے ثابت نہیں۔ سو یہ حدیث ضعیف منقطع ہے۔

باعث ہو۔ پس تجھے جب بھی اللہ کا کوئی حکم پہنچے تو اس کی تابعداری کر۔ فرمانبرداری میں جلدی کر۔ تڑپ جا، حرکت میں آجا اور کسل مندی کو چھوڑ دے۔ قضاو قدر پر نہ چھوڑ بلکہ اپنی پوری سعی و کوشش کو کام میں لا تاکہ حکم خداوندی کی بجا آواری ہو سکے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے حکم کی بجا آواری سے عاجز و درماندہ ہے تو الگ بات ہے۔ ایسے میں بارگاہ خداوندی میں التجا کر۔ اس سے پناہ مانگ آہ و زاری کر اور اپنی تقصیروں پر عذر خواہی کر اور دیکھ وہ کونسی وجہ ہے کہ تو اپنے رب کے حکم کو بجا لانے سے عاجز ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے شرف و سعادت سے محروم ہے۔ ہو سکتا ہے یہ عجز و درماندگی تیرے دعاوی، اطاعت میں سوئے ادبی، رعونت۔ اپنی قوت و طاقت پر بھروسے، اپنے عمل پر عجب، اور اپنے نفس اور خلق خدا کو اللہ کا شریک ٹھرانے کی وجہ سے ہو۔ اور اللہ کریم نے (خود پسندی، سوئے ادبی، غرور و تکبر اور مخفی شرک کی وجہ سے تجھے اپنے دروازے سے دھتکار دیا ہو۔ تجھے اپنے اطاعت سے الگ کر دیا ہو اور اپنی عبادت کی توفیق تجھ سے چھین کر تجھے مصائب و آلام دنیوی، حرص و ہوا ارادے اور آرزو میں مشغول کر دیا ہو۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ دنیا کی یہ سب چیزیں مولا سے غافل کرنے والی ہیں۔ تجھے تیرے خالق کی نگاہ کرم سے گرانے والی ہیں۔ جس خالق نے تجھے وجود بخشنے کے بعد مرتبہ کمال تک پہنچایا ہے، مال و متاع سے نوازا ہے اور دوسری کئی طرح طرح کی نعمتوں سے تیرا دامنِ مراد بھر دیا ہے۔ خبردار کہ دنیا کی یہ نعمتیں تجھے تیرے مولا سے غافل کر دیں اور تیری ساری توجہ غیر کی طرف مبذول ہو جائے۔ تیرے پروردگار کے علاوہ جو کچھ ہے سب غیر ہی تو ہے۔ غیر کو اس کریم پر ترجیح نہ دے۔ وہی تو تیرا خالق ہے۔ اپنی جان پر ظلم نہ کر کہیں ایسا نہ ہو کر تو اس کے حکم سے غافل ہو کر غیر میں مشغول ہو اور اس آگ کا ایندھن بن جائے جس میں انسان اور پتھر جلیں گے۔ پھر تو نادم ہو اور اس وقت کی پشیمانی تجھے کچھ فائدہ نہ دے تو مدد کا طالب ہو مگر تیری مدد نہ کی جائے۔

تو رضا کا طالب ہو مگر تجھ سے راضی نہ ہو۔ تو دنیا میں واپس آنا چاہے کہ تلافی مافات کرے اور اصلاح کرے مگر تجھے واپس نہ کیا جائے۔ اپنے آپ پر رحم کر اور اپنی جان پر ترس کھا۔ تجھے جتنے اسباب میسر ہیں۔ جتنی نعمتوں سے تو نوازا گیا ہے ان سب کو اپنے مولا کی اطاعت میں صرف کر اور ان اشیاء کے نور سے قضاو قدر کی ظلمتوں میں روشنی کا سامان باہم پہنچا۔ امر و نہی کو مضبوطی سے پکڑ اور انہیں کے مطابق اپنے پروردگار کے راستے میں چل امر و نہی کے علاوہ ہر چیز اس ذات کے سپرد کر دے جس نے تجھے پیدا کیا اور تجھے وجود بخشا۔ اللہ کریم کے ساتھ کفر نہ کر جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پروان چڑھایا۔ پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے معتدل و مناسب ساخت انسان بنایا اس کے حکم کے علاوہ کسی اور کے حکم پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ نہ کر اور اس کی نہی کے علاوہ کسی اور چیز سے نفرت نہ کر۔ دنیا و آخرت میں صرف اسی مراد پر قناعت کر اور صرف اسی مکروہ کو ناپسندیدہ خیال کر۔ باقی سب اسی مراد اور اسی مکروہ کے تابع ہیں۔

جب تو اپنے پروردگار جل وعلا کی فرمانبرداری کرے گا تو کائنات تیرا حکم بجالائے گی اور جب تو اس کی ممنوع کردہ چیزوں کو ناپسند کرے گا تو جہاں ہو گا اور جس جگہ قیام کرے تجھ سے دور بھاگیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں فرمایا: اے آدم کے بیٹے! میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں ایک چیز سے کہتا ہوں ہو جا تو وہ چیز عدم سے وجود میں آجاتی ہے۔ میری اطاعت کرتا کہ میں تکوینی امور تیرے سپرد کر دوں پھر تو بھی ایک چیز سے کہے ہو جا اور وہ ہو جائے۔ رب قدوس نے فرمایا۔ اے دنیا! جو میری خدمت کرے تو بھی اس کی خدمت بجالا۔ اور جو تیری خدمت کرے اسے تھکا دے۔[1]

---

[1] ”تذکرۃ الموضوعات“ از الفتنی ص 175۔ اور کہا یہ موضوع ہے۔ یہ حدیث قدسی نہیں بلکہ ابن عیینہ کی گفتگو ہے۔ جیسا کہ المناوی نے فیض القدیر ج 305 میں تصریح کی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کام سے روکا جا رہا ہو تو یوں بن جا کہ تیرے اعضاء میں طاقت ہی نہیں کہ تو اس کام کو کر سکے۔ تیرے حواس مختل ہیں۔ تیرا دل ست و دیوانہ ہے تو عاجز و درماندہ ہے۔ تیرا جسم مردہ اور خواہش نفسانی اور تقاضاء بشری سے محروم ہے۔ تجھ میں طبعیت کا رحجا باقی نہیں ہے۔ تیرے جسم کے گھر کا صحن گویا بے نور، بنیادیں ویران اور چھت بوسیدہ ہے تو حس و حرکت سے خالی ہے۔ تیرے کان گویا بہرے حالانکہ ان کو شنوا پیدا کیا گیا تھا۔ تیری آنکھوں پر حجاب ہیں۔یا تیری آنکھیں آشوب چشم کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں سکتیں۔یا تجھے کچھ نظر نہیں آتا کہ تو شروع سے بصارت سے محروم ہے۔ تیرے ہونٹ گویا زخمی ہیں اور بات کرنے کے قابل نہیں۔ تیری زبان گونگی ہے اور تو ہکلا ہے۔ تیرے دانتوں میں سخت درد ہے اور شدید تکلیف کی وجہ سے بول نہیں سکتا۔ تیرے ہاتھ شل ہو چکے ہیں اور ان میں پکڑنے کی سکت نہیں۔ تیری ٹانگوں میں لرزش ہے۔وہ زخمی ہیں اور تو قدم اٹھانے سے قاصر ہے۔ تیری قوت شہوانی زائل ہو چکی ہے اور اب تجھے اس کو پورا کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ تیرا پیٹ بھرا ہے۔ بھوک مٹ چکی ہے کھانے پینے کی ضرورت ہی نہیں۔ تیرے عقل میں فتور ہے۔ تو مخبوط الحواس ہو چکا ہے اور گویا تیرا جسم ایک لاشہ ہے جو قبر میں رکھا جا چکا ہے۔

پس حکم الٰہی پر ہمہ تن گوش ہو جا۔اسے پورا کرنے میں دیر نہ کر اور جس چیز سے وہ روک دے اس سے رک جا، احتراز کر، بیٹھ جا اور ہاتھ کھینچ لے۔ قضاء و قدر کے سامنے مردہ، فانی اور معدوم ہو جا۔

ان شربتوں کو پی اس دواء کو استعمال کر اور یہ غذا کھا تا کہ تو شفا پائے۔ گناہوں اور خواہشات کے امراض سے باذن اللہ بچ جائے۔

اس کیلئے سبقت لے جانے والے سبقت لے جانے کی کوشش کریں

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا : اے بندۂ نفس وھوا و اصلانِ حق کی حالت کا ادعاء نہ کر۔ تو بندۂ حرص وھوا ہے اور وہ بندۂ مولا۔ تو دنیا کا طالب اور وہ عقبیٰ کی بھلائی کے متلاشی۔ تیری نظر دنیا پر اور ان کے نظر ارض و سماء کے رب پر۔ تو خلق سے مانوس اور وہ حق تعالیٰ کی محبت کے گرفتہ۔ تیرا دل دنیا کی زیب و زینت میں اٹکا ہے اور اُن کے دل عرش کے مالک کی محبت میں اسیر ہیں۔ تو ہر نظر آنے والی چیز کا نخچیر اور وہ ہر چیز سے بے نیاز صرف جمال خداوندی کے مشاہدہ میں مشغول۔ اللہ تعالیٰ کے یہ بندے دونوں جہان میں کامیاب و کامران ہیں۔ تو دنیا کے لذائذ و حظوظ کا قیدی ہے جبکہ اللہ کے یہ بندے خلق، حرص، ارادہ اور آرزو سے فانی ہیں۔ وہ بادشاہ حقیقی کے مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مطلوب یعنی اطاعت اور حمد و ثنا کا ادراک بخش دیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز تا ہے۔ انہوں نے اسے لازم پکڑا۔ اس پر اللہ کی توفیق سے مواظبت اختیار کی۔

سو اطاعت خداوندی ان کی روح اور غذا بن گئی اور یہ دنیا ان کے حق میں نعمت اور جزا ٹھہری۔ گویا یہی ان کی جنت الماویٰ ہے کیونکہ ہر چیز میں وہ فعل خداوندی کو عیاں دیکھتے ہیں جس نے اس دنیا کو تخلیق کیا اور وجود بخشا۔ یہی وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جن کے صدقے زمین اور آسمان کو ثبات حاصل ہے۔ انہی کے طفیل مرنے والوں اور زندوں کو سکون و قرار نصیب ہے کیونکہ یہ لوگ زمین کے اوتاد ہیں جن کی وجہ سے زمین قائم ہے۔ ان میں سے ہر شخص ایک مضبوط پہاڑ کی مانند ہے۔ ان کے راستے میں نہ آ اور مزاحمت نہ کر کہ اس راہ میں وہ اپنے آباء اور اولاد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ زمین پر پھیلی اللہ تعالیٰ کی سب مخلوق سے بہتر لوگ ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور برکتیں ہوں جب تک کہ آسمان اور زمین باقی ہیں۔

خوف ورجاء ایمان کے گویا دو پر ہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ مسجد جیسی کوئی جگہ ہے جس میں دنیا و مافیھا سے بے نیاز کچھ لوگ بیٹھے ہیں۔ میں نے سوچا اگر فلاں شخص یہاں ہوتا تو ان درویشوں کو آداب شریعت سکھاتا اور وعظ و تلقین کرتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ درویش میرے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ایک بولا۔ عبدالقادر! آپ خود کچھ کیوں نہیں فرما دیتے؟ میں نے کہا۔ اگر تم چاہو تو میں ہی کچھ بیان کر دیتا ہوں۔

پھر میں نے انہیں نصیحت کی اور کہا: جب تم دنیا سے لاتعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہو کر رہ گئے ہو تو پھر اپنی زبانوں سے لوگوں سے کسی چیز کے بارے مت پوچھو۔ اور جب تم زبان سے ترک سوال کر چکے ہو تو پھر اپنے دل کے ذریعے بھی سوال نہ کرو بلاشبہ دل کے ساتھ سوال زبان کے ساتھ سوال کرنے کی طرح ہے۔ جان لو کہ مخلوق کو سنوارنے اور بگاڑنے اور بلند و پست کرنے میں وہ ہر روز ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے۔ بعض کو اعلیٰ علیین کے مرتبے پر فائز کرتا ہے اور بعض کو اسفل السافلین کی حد تک پست کر دیتا ہے۔

جنہیں وہ اعلیٰ علیین تک بلند کرتا ہے انہیں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ اسفل السافلین میں نہ دھکیل دیے جائیں اور ساتھ یہ امید بھی ہوتی ہے کہ اللہ کریم انہیں بلند مقام پر قائم و ثابت رکھے گا۔

اور جنہیں اللہ تعالیٰ اسفل السافلین کی حد تک پست فرما دیتا ہے انہیں یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ کہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسی پستی کے سزاوار نہ ٹھہرائے جائیں اور یہ امید بھی ہوتی ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ کریم کرم فرمائے اور اپنے فضل و احسان سے اعلیٰ علیین کے مرتبے پر فائز کر دے۔ (یہ خواب دیکھنے کے بعد) میری آنکھ کھل گئی۔

اللہ تعالیٰ پر توکل کامیابی کی دلیل ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور ان میں افزونی سے اس لیے مجوب و محروم ہے کہ تو نے مخلوق اور اسباب و ذرائع پر بھروسہ کر لیا ہے۔ مخلوق اکل بالسنّت (سنت کے طریقے کے مطابق کھانا) کیلئے حجاب ہے۔ جب تک تو مخلوق کے عطیات اور ان کی داد و دہش کا خوگر رہے گا ان کے آگے ہاتھ پھیلائے گا اور ان کے پاس چکر لگائے گا اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم رہے گا کیونکہ تو خلق کو اللہ کا شریک سمجھتا ہے۔ اسی لیے اس نے تجھے اکل بالسنّت سے محرومی کی سزا دی ہے۔ اکل بالسنّت سے مراد دنیا کی حلال چیزوں کو حلال طریقے سے حاصل کرنا ہے۔

پھر جب تو نے مخلوق پر بھروسہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہیں شریک سمجھنے سے توبہ کی اور کسب کی طرف لوٹا تو اب بھی اکل بالسنّت کی نعمت سے محروم ہے کیونکہ تیرا بھروسہ کسب پر ہے اور تو اس سے آرام پاتا ہے اور اللہ کے فضل و کرم کو تو بھولا ہوا ہے۔ اس لیے تو مشرک ہے۔ ہاں یہ شرک خفی [1] ہے اور پہلے سے اس کی نوعیت مختلف ہے۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ تجھے سزا دے گا اور اپنے فضل سے محروم رکھے گا۔ اگر تو کسب پر بھروسہ کرنے سے توبہ کر لے اور درمیان سے شرک کو ختم کر دے اور کسب پر بھروسہ کرنے اور اپنی قوت و طاقت پر اعتماد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کو رزاق یقین کرے اسی کو مسبب اور آسانیاں پیدا کرنے والا یقین کرے اور یہ خیال کرنے لگے کہ وہی ذات ہے جو کسب کی قوت اور ہر بھلائی کی توفیق سے نوازتی ہے۔ رزق اسی کے ہاتھ میں ہے کبھی لوگوں کے سامنے دریوزہ گری کی سزا اسے دوچار کر کے دیتا ہے۔ کبھی محنت و مشقت

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس امت میں شرک رات کی تاریکی میں کالے اوراق پر چلنے والی کالی چیونٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ خفی ہے"۔

میں مبتلا کر کے دیتا ہے۔ کبھی اپنی بارگاہ کا فقیر بنا دیتا ہے اور کبھی بغیر کسی واسطہ کے محض اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا ہے۔ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہے گا۔ وہ تجھے اپنے فضل و کرم سے نوازے گا۔ بے منتِ غیر تجھے عطا کرے گا۔ تیری ہر ضرورت تیری چاہت کے مطابق پوری کرے گا۔ تیرے ساتھ اس کا برتاؤ مشفق و مہربان طبیب کا ہو گا۔ جس طرح وہ اپنے مریض سے دوستانہ انداز سے پیش آتا ہے۔ اس کی پوری دیکھ بھال کرتا ہے اللہ تعالیٰ تیری نگہداشت فرمائے گا اور تجھے کسی کا محتاج نہیں بنائے گا۔ ماسوا اللہ کے خیال سے تیرا دل پاک کر دے گا اور اپنے فضل و کرم سے تجھے خوش کر دے گا۔

جب تیرا دل ہر ارادے، ہر شہوت، ہر لذت، ہر مطلوب اور محبوب سے پاک ہو جائے گا اور ارادہ خداوندی کے علاوہ اور کچھ اس میں باقی نہیں رہے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے دل میں تیرے مقسوم و مقدور کو حاصل کرنے کی طلب پیدا کر دے گا اور پھر تیری قسمت میں جو نعمتیں رب قدوس نے پہلے سے لکھ دی ہیں تجھے ضرورت کے وقت بآسانی میسر ہونگی اور پھر ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر کی توفیق بھی ارزانی ہو گی۔ اور تجھے یہ یقین بھی حاصل ہو جائے گا کہ یہ سب اس کا کرم ہے۔ اسی کی دین ہے اور وہی تیرا رازق ہے۔

تب تو شکر بجا لائے گا۔ معرفت حق حاصل ہو گی اور علم سے نوازا جائے گا۔ یہ جاننے کے بعد تو خلق سے اور دور ہو گا۔ لوگوں سے بے نیاز ہو گا اور اللہ کے سواء سے باطن کو خالی کرے گا۔

پھر جب تیرا علم اور یقین قوی ہو جائیں گے۔ تجھے شرح صدر کی دولت مل جائے گی، تیرا دل منور ہو جائے گا، تجھے قرب کی نعمت مل جائے گی تجھے ایک خاص مقام مل جائے گا اور حفظ اسرار کی وجہ سے تیری اہلیت اور امانت داری واضح ہو جائے گی تو قبل از وقت تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میرا رزق مجھ تک پہنچنے والا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تیری عزت و توقیر میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اور تجھ پر

اپنے فضل واحسان کو اور بڑھانا چاہتا ہے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ (السجدہ :24)

''اور ہم نے بنایا ان میں سے بعض کو پیشوا، وہ رہبری کرتے رہے ہمارے حکم سے جب تک وہ صابر رہے اور جب تک وہ ہماری آیتوں پر پختہ یقین رکھتے تھے۔''

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:69)

''اور جو (بلند ہمت) مصروف جہاد رہتے ہیں ہمیں راضی کرنے کے لیے ہم ضرور دکھادیں گے انہیں اپنے راستے''

وَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرہ :282)

''اور ڈرا کرو اللہ سے اور سکھاتا ہے تمہیں اللہ (آداب معاشرت)''

پھر تجھے امور تکوینیہ سونپ دیے جائیں گے۔ تو کائنات میں تصرف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا اذن واضح ہو گا۔ جس میں کوئی شک نہیں ہو گا۔ تجھے تکوین کے اختیار میں ایسے واضح نشانات دیے جائیں گے جو چمکتے سورج کی طرح ظاہر و باہر ہونگے۔ تو کائنات میں لذیذ ترین کلام اور ہر جھوٹ، ہوا جس نفسانی سے اور وساوس شیطانی سے پاک الہام کے ذریعے تصرف کرے گا اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں فرمایا: اے ابن آدم میں اللہ ہوں۔ میرے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں ایک چیز کو کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ میری اطاعت کر میں یہ مقام دوں گا کہ جب تو کسی چیز کے بارے کہے گا ہو تو وہ ہو جائے گی۔

اور ایسے معجزات کئی انبیاء واولیاء اور خواصانِ بارگاہ کے ہاتھوں صدور ہوئے ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

خلق سے خالق اور دنیا سے دنیا پیدا کرنے والے کی طرف سفر کر

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جب تجھے وصول الی اللہ کی دولت مل گئی تو اللہ کی توفیق اور اس کے قریب کرنے سے تجھے قرب خداوندی کا مقام حاصل ہو گیا۔

وصول الی اللہ کا مطلب یہ ہے تو خلق سے، حرص و ہوا سے اور خواہش و ارادہ سے نکل جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے ارادہ کے ساتھ ثابت ہو جائے۔ بلکہ اس کے حکم، امر اور فعل کے ساتھ تجھے ثبات مل جائے۔ اس حالت کو فناء یا وصول الی اللہ کہتے ہیں۔

وصول الی اللہ وہ عادی اور معقول وصول نہیں کہ ایک جسم دوسرے تک پہنچ گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تو یہ شان ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (الشوری :۱۱)

"نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے"

اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں بلند ہے کہ اسے اس کی مخلوق کے مشابہ ٹھہرا لیا جائے یا اس کی تخلیق کردہ اشیاء پر اسے قیاس کیا جائے۔

وصول الی اللہ اہل وصول کے نزدیک معروف چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خود اس کیفیت سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ ہر ایک کا اس میں مقام جدا جدا ہے۔ اور کسی کو دوسرے کے ساتھ شریک نہیں کرتا۔ یہ اللہ اور اس کے رسولوں، نبیوں اور ولیوں کے درمیان راز ہے۔ جس کی حقیقت کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے یا تو اللہ تعالیٰ آگاہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے یہ محبوب بندے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرید کے راز سے شیخ بے گانہ ہوتا ہے اور شیخ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راز سے مرید بے گانہ ہوتا ہے۔ حالانکہ مرید سلوک میں شیخ کی حالت

کے دروازے کی چوکھٹ تک پہنچ چکا ہوتا ہے۔

پس جب مرید شیخ کی حالت کو پہنچ جاتا ہے تو اسے شیخ سے الگ کر لیا جاتا ہے اور اس کی روحانی کفالت سے واپس لے لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے کرم وعنایت کی گود میں لے لیتا ہے اور دنیا سے وہ کلیۃً لاتعلق ہو کر اللہ کا بن جاتا ہے۔ گویا شیخ کی حقیقت اس دایہ کی تھی جو دو سال تک دودھ پلانے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے اور جب دو سال کا عرصہ بیت جاتا ہے تو اب بچے کو دودھ نہیں پلایا جاتا۔ اسی طرح اب خلق کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اس لیے کہ حرص وھوا اب زائل ہو چکی۔ اور شیخ کا فریضہ خواہش وارادہ کو توڑنا تھا اب جبکہ خواہش وارادہ زائل ہو گئے تو کوئی کدورت اور نقص باقی نہیں رہا اس لیے شیخ کی ضرورت نہیں رہی۔

جب تو واصل بحق ہو گیا جیسا ہم نے بیان کیا تو ماسوا اللہ سے احتراز کر۔ بجز حق کے اور کوئی وجود نہ دیکھ۔ نہ نفع و نقصان میں نہ منع وعطا میں اور نہ ہی خوف ورجاء میں۔ بلکہ خدائے عزوجل کو تقویٰ و مغفرت کا اہل یقین کرے۔ تیری نظر ہمیشہ اس کے فعل پر رہے لحہ لحہ اس کے حکم پر متوجہ رہ۔ ہمیشہ اس کی تابعداری کر اور دنیا اور آخرت میں سب سے کٹ کر اسی کا ہو رہے۔

دل خلقِ خدا کو نہ دے۔ خلق کو اس طرح بے بس سمجھ جس طرح کہ ایک آدمی جس کے ہاتھ ایک جابر، عظیم مملکت فرمانروا، سطوت کے مالک بادشاہ نے پیٹھ پیچھے باندھ دیے ہوں۔ اس شخص کے گلے میں قلادہ اور پاؤں میں بیڑی پڑی ہو۔ پھر اسے صنوبر کے ایک بڑے درخت کے ساتھ لٹکا دیا جائے جو ایک وسیع و عمیق نہر کے کنارے کھڑا ہو۔ نہر سے منہ زور موجیں اٹھ رہی ہوں۔ پانی تیزی سے چل رہا ہو۔ بادشاہ اپنی کرسی پر بڑے تمکنت کے ساتھ بیٹھا ہو۔ اور کرسی بھی وہ کہ اس کی اونچائی آسمان تک پہنچتی ہو۔ بادشاہ عظیم ہو۔ مطلق العنان ہو۔ جو چاہے کرے جیسے چاہے تصرف کرے۔ اور بادشاہ کی کرسی کے

نزدیک ہر قسم کا اسلحہ تیر و کمان، نیزے، بھالے، تلواریں سب کچھ موجود ہو۔ بادشاہ جس چیز سے چاہے اسے قتل کرے۔ جتنے تیر چاہے اس کے جسم پر برسائے۔ کیا اس بادشاہ کو چھوڑ کر مصلوب شخص سے بہتری کی امید رکھنا، بادشاہ سے بے خوف ہو کر مصلوب سے ڈرنا مناسب ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

مخلوق سے لو لگانا اور بادشاہ حقیقی کو چھوڑ دینا قرین دانشمندی نہیں۔ کیا ایسے شخص کو پاگل، مجنون اور فاتر العقل نہیں کہا جائے گا۔

ہم بصیرت کے بعد اندھے پن سے وصول کے بعد دوری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ مالک حقیقی! ہمیں قرب کے بعد دوری سے ہدایت کے بعد ضلالت و گمراہی سے اور ایمان کے بعد کفر سے محفوظ رکھ۔

دنیا اس بڑی نہر کی مانند ہے جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ روز بروز اس کا پانی بڑھ رہا ہے۔ یعنی دنیا میں بنی آدم کی شہوات و لذات جن میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ نوع بنوع اسلحہ سے مراد آلام و مصائب ہیں۔ اور اس کی قسمت میں کئی مسائل کا سامنا لکھا ہے جو نعمتیں اسے میسر ہیں وہ بھی آفات سے محفوظ نہیں۔ یوں عقلمند کیلئے دنیا کی زندگی میں راحت و آرام کا کوئی سامان نہیں۔ عیش و عشرت تو در حقیقت آخرت کی چیز ہے۔ مگر اس کے حصول کے لیے ایقان کی دولت درکار ہے۔ صرف اہل ایمان ہی اخروی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَاعَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ[1] آخرت کی راحت کے سواء کوئی راحت نہیں۔ ایک اور حدیث ہے۔ لَارَاحَۃَ لِلْمُؤْمِنِ دُوْنَ لِقَاءِ رَبِّہٖ[2]۔ مؤمن کے لیے اپنے رب کی ملاقات کے علاوہ کوئی چیز راحت نہیں۔ پھر

۱۔ بخاری کی ایک حدیث کا قطعہ ہے۔ دیکھیے حدیث نمبر 3796۔ راوی حضرت انس بن مالک ہیں۔

۲۔ یہ حدیث مرفوع نہیں۔ امام احمد نے اسے "الزھد" میں ص ۱۹۶ پر ابراہیم نخعی سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند منقطع لگتی ہے۔

فرمایا۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ [۱] ۔ دنیامؤمن کیلئے زندان اور کافر کیلئے جنت ہے" ایک حدیث میں فرمایا:

اَلتَّقِیُّ مُلْجَمٌ [۲] "متقی کے منہ میں لگام ہوتی ہے"

ان احادیث اور واضح دلائل کے ہوتے ہوئے کوئی دنیا میں راحت و سکون کی زندگی کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔ ساری راحت تو مخلوق سے الگ ہونے اور اللہ کریم سے موافقت اور خود سپردگی میں ہے پس بندۂ مؤمن تو دنیا سے نکل چکا۔ پس ایسی صورت میں اس دنیا کی نعمتیں رافت ور حمت لطف و کرم اور صدقہ و خیرات ہیں۔

پیاروں کے لگائے ہوئے زخم تکلیف دہ نہیں ہوتے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی تکلیف کا شکوہ کسی سے نہیں کرنا۔ کوئی بھی ہو۔ درست ہو یا دشمن۔ یہ تکلیف تیرے رب کی طرف سے ہے اس پر اسے الزام نہ دے۔ بلکہ بھلائی کا اظہار کر اور شکر بجا لا۔ بغیر نعمت کے جھوٹا شکر اس سچے شکوے سے بہتر ہے جو تو نے مصیبت کے آنے پر کیا ہے۔ کیونکہ یہ اس ذات کا شکوہ ہے جس نے پہلے تجھے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔

۱۔ صحیح مسلم کتاب الذھد کی پہلی حدیث ہے۔ راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ حضرت مؤمن دنیا کی شہوات ولذات سے روک دیا گیا ہے اور سخت اطاعت کا اسے مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔ مرنے کے بعد ہی اس کیلئے راحت اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور تیار کردہ ابدی نعمتیں ہیں لیکن کافر کیلئے صرف اور صرف دنیا کی یہی نعمتیں ہیں۔ اور دنیا کی نعمتیں بہر حال قلیل اور غم واندوہ سے خالی نہیں ہیں۔ جب کافر مرتا ہے تو دائمی عذاب اور ابدی شقاوت کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔

۲۔ اسے قرطبی نے "الجامع لاحکام القرآن" میں ج ا ر 161 نقل فرمایا ہے۔ اور "فیہ ھدی للمتقین" کی کی شرح میں فرمایا ہے کہ تقویٰ لغت میں قلت کلام کو کہتے ہیں۔ اور اسی مذکورہ حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ اور اس پر یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں۔ "والمتقی فوق المؤمن والطائع" تقی سے مراد وہ شخص ہے جو عمل صالح کی وجہ سے گناہ سے بچتا ہے اور اس کی دعا صرف عذاب خداوندی سے بچنے کیلئے ہوتی ہے۔

رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراہیم :34)

"اور اگر گنناچاہو تواللہ کی نعمتوں کو توتم ان کا شمار نہیں کر سکتے"

اللہ تعالیٰ کی تم پر کتنی نوازشیں ہیں۔ اور تو ہے کہ انہیں جانتا ہی نہیں ہے۔ خلق سے لومت لگا۔ کسی فرد مخلوق سے مانوس نہ ہو۔ اپنی حالت سے کسی کو مطلع نہ کر۔ بلکہ تیرا انس اللہ عزوجل سے ہو اور تجھے صرف اسی سے سکون ملے۔ تیرا گلہ و شکوہ صرف اسی کے سامنے ہو۔ دوسرا کوئی تجھے نظر بھی نہ آئے۔ کیونکہ دوسرا کوئی نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ نہ کچھ دے سکتا ہے اور نہ چھین سکتا ہے۔ نہ کسی ذلت کا مالک ہے اور نہ عزت کا۔ نہ بلند کر سکتا ہے اور نہ پست۔ نہ کسی کے ہاتھ میں فقر و افلاس ہے اور نہ دولت و غنی۔ نہ کوئی کسی کو حرکت دے سکتا ہے اور نہ کسی متحرک کو ساکن کر سکتا ہے۔ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں اور سب کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہر چیز اسی کے اذن اور حکم سے جاری ہے اور ہر ایک نے اس کے ہاتھ ایک مدت معینہ تک چلنا ہے۔ ہر چیز کا اس کے ہاں اندازہ مقرر ہے۔ جو پہلے ہونا ہے وہ بعد میں اور جو بعد میں ہونا ہے وہ پہلے نہیں ہو سکتا۔

رب قدوس کا ارشاد گرامی ہے۔

وَاِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ. وَاِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یونس :107)

"اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اسے بجز اس کے۔ اور اگر ارادہ فرمائے تیرے لیے کسی بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔ سرفراز فرماتا ہے اپنے فضل و کرم سے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور وہی بہت مغفرت فرمانے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے"۔

اگر تو نے شکوہ کیا حالانکہ تو خیر و عافیت سے ہے اور تیرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے محض اس لیے کہ اور نعمتیں عطا ہوں اور تو نے اللہ کے فضل و کرم سے آنکھیں موند لیں تو تو نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی۔ خیر و عافیت کو حقیر خیال کیا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہو گا اور تجھے ان نعمتوں سے محروم کر دے گا۔ سب کچھ چھین کر تیرے گلے اور شکوے کو سچ ثابت کر دے گا۔ تو اور زیادہ مصیبتوں میں مبتلا ہو گا۔ اس کی عقوبت میں شدت آجائے گی۔ اپنی نظر سے تجھے گرا کر ذلیل و رسوا کر دے گا۔

شکوہ سے پوری طرح احتراز کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تیرا گوشت قینچیوں سے کاٹ دیا جائے پھر بھی شکوہ کی زبان نہ کھول۔ اپنے آپ کو (شکوہ و شکایت سے) دور رکھ اور خوفِ خدا کر۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اس ذات سے حذر کر، چھوڑ دے چھوڑ دے۔ شکوے کی روش کو چھوڑ دے۔ پرہیز کر پرہیز اگر مصائب صرف اس وجہ سے آتے ہیں کہ انسان اپنے رب کا شکوہ کرتا ہے۔ بھلا اس ارحم الراحمین کا شکوہ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ جو خیر الحاکمین، حلیم اور رؤوف رحیم ہے اس کی شکایت میں زبان کھلے حاشا وکلا۔ وہ تو اپنے بندوں پر بڑا لطف و کرم کرنے والا ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ حلیم و مشفق طبیب کی مانند اپنے بندوں سے محبت کرنے والا اور انہیں رحمت کی نظر سے دیکھنے والا ہے۔ کیا شفیق و مہربان والد اور مہربان و رحیم والدہ کو تہمت دی جا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعَبْدِهٖ مِنَ الْوَالِدَةِ عَلٰى وَلَدِهَا[1]

---

[1] صحیح للبخاری حدیث نمبر 5999۔ راوی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک عورت نے
جب قیدیوں میں اپنے بچے کو پایا تو اسے اٹھا لیا۔ اپنے سینے سے لگایا اور دودھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینکے گی۔ ہم نے عرض کی: نہیں جب تک اس کی قدرت ہو گی بچے کو آگ میں نہیں پھینکے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے اللہ اس سے کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے میں کہتا ہوں کہ حدیث میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ انسان تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھے۔ عقلمند کو اپنی حاجت کیلئے اس کا قصد کرنا چاہیے جو اس پر زیادہ رحیم و مہربان ہے۔

"اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی ماں اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے"

حسن ادب سے کام لے۔ اے انسان مصیبت آئے اور صبر کا یارہ نہ ہو تو بتکلف صبر کر۔ اگر رضاء و موافقت کی ہمت نہیں تو صبر سے کام لے۔ اگر فناء و نیستی حاصل نہیں تو موافقت کر۔ اگر مفقود کر دیا گیا ہے تو فنا اختیار کر۔ اے کبریت احمر! تو کہاں ہے تو کہاں پایا اور دیکھا جا رہا ہے؟

کیا تو نے اللہ تعالیٰ عزوجل کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ، وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ. وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(البقرہ: 216)

"فرض کیا گیا ہے تم پر جہاد اور وہ ناپسند ہے تمہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور (حقیقتِ حال) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"

حقیقتِ اشیاء کا علم مخفی رکھا گیا ہے اور تجھے اس سے محجوب کر دیا گیا ہے سوئے ادبی نہ کر۔ کوئی چیز تجھے پسند ہے یا نہ پسند حکم خداوندی پر نظر رکھ۔ اگر تو تقویٰ کی حالت میں ہے جو کہ راہ سلوک کا پہلا قدم ہے تو مصیبت ہو یا نعمت شرع کی اتباع کر۔ اگر حالت ولایت میں ہے جو راہ سلوک میں دوسرا قدم اور تجھ میں ابھی خواہش باقی ہے تو امر[1] کی اتباع کر اور اس سے تجاوز نہ کر۔ فعلِ خداوندی

---

[1] حرام و حلال میں شریعت کی پیروی ضروری ہے لیکن مباحات یعنی جن امور کے بارے شریعت میں کوئی حکم نہیں ان کے کرنے یا نہ کرنے میں امر باطنی کی اتباع ضروری ہے جو الہام والقاء کی ایک صورت ہے۔ اولیاء کرام کو بذریعہ الہام جب تک مباحات کے بارے کوئی حکم صادر نہیں ہوتا انتظار کرتے ہیں۔ بعض اوقات مباح امور پر عمل بذریعہ الہام اولیاء پر واجب ہو جاتا ہے (مترجم)

سے موافقت کر اور شیوۂ تسلیم ورضا اختیار کر۔ اگر بدلیت، غوثیت اور صدیقیت کی حالت میں ہے جو راہ سلوک کی انتہاء ہے تو فنا و محو ہو جا۔

تقدیر کے راستے سے ہٹ جا اور اس کی راہ میں نہ آ۔ خواہش نفسانی اور حرص و ہوا کو ختم کر دے اور شکوہ کی زبان پر مہر لگا دے۔

(حسبِ حالت) اگر تو نے ایسا کیا: (یعنی شریعت کی پابندی کی۔ امر باطن کی پابندی کی یا فنا کو اختیار کیا) تو اگر وہ خیر ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے خوشگوار زندگی دے گا اور لذت و سرور میں اضافہ فرمائے گا اور اگر وہ شر ہے تو اس میں اپنی اطاعت میں اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تجھ سے ملامت دور کرے گا۔ مصیبت میں تجھ کو مغفور کر دے گا (یعنی تجھ پر یہ حالت طاری کر دے گا کہ تجھے مصیبت کا احساس بھی نہیں ہوگا) حتی کہ اپنے وقت پر مصیبت ٹل جائے گی اور شر دور ہو جائے گا جس طرح رات گزرتی ہے تو دن کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے اور موسم سرما میں سردی ختم ہوتی ہے تو گرمی آجاتی ہے۔

یہ گردش لیل و نہار اور موسموں کی تبدیلی اہل علم کیلئے قدرت خداوندی کے دلائل ہیں ان سے نصیحت پکڑو۔ پھر انسان میں گناہ، خطا اور جرم کا داعیہ ہے۔ اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور عصیا شعار ہو جاتا ہے لیکن یاد رکھ کریم کی بارگاہ میں تو صرف وہ حاضر ہو سکتا ہے جو ان گناہوں اور لغزشوں سے پاک ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آستانہ کی چوکھٹ پر بوسہ صرف وہی دے سکتا ہے جو دعاوی کے میل کچیل سے پاک ہو۔ جس طرح کہ بادشاہ کی ہمنشین صرف وہ ہو سکتا ہے جو ہر قسم کی ناپاکی میل کچیل اور گندگی سے پاک صاف ہو۔ یہ مصیبتیں گناہوں کو مٹانے والی اور انسان کو پاک کرنے کا ایک ذریعہ، ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

حِمّٰی یَوْمٍ کَفَّارَۃُ سَنَۃٍ[1]

"ایک دن کا بخار سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے"

وعدہ وفا کر اور دیکھ تو کس ذات سے معاہدہ کر چکا ہے!

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اگر تو ضعیف العقیدہ ہے اور تیرے یقین میں کمی ہے اور تو نے وعدہ کرر کھا ہے تو اسے پورا کر اور وعدہ خلافی نہ کر کہ کہیں تیرا یقین نہ ڈگمگا جائے اور ایمان رخصت ہو جائے۔ اور اگر تو صاحب یقین ہے اور تیرا عقیدہ مضبوط ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے تو اس خطاب کا مصداق ہے۔

اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ (یوسف :54)

"آپ آج سے ہمارے ہاں بڑے محترم (اور) قابل اعتماد ہیں"

یہ خطاب تجھ سے باربار ہو گا اور تیرا شمار خاصان بارگاہ میں بلکہ خاص الخاص میں ہو گا۔ تیرا اپنا نہ کوئی ارادہ رہے گا اور نہ مطلب کہ تو اس پر اترائے اور تیری نظروں میں نہ کوئی مقام ہو گا اور نہ منزل کہ جسے دیکھے اور خوش ہو۔ پس تو لحہ بلحہ بلندیوں کی طرف پر کشا رہے گا اور ٹوٹے ہوئے اس برتن کی طرح ہو جائے گا جس میں کوئی مائع نہیں ٹھہرتا۔ سو تیرے دل میں بھی کوئی ارادہ، کوئی خصلت اور دنیا و آخرت کی کسی چیز کا قصد نہیں ٹھہر سکے گا۔ تو ما سوا اللہ سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی سے بہرہ مند ہو جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھلائی یا برائی آئے گی تو تو اس فعل خداوندی سے لطف و سرور حاصل کرے گا۔

---

[1] اسے الفتنی نے "تذکرۃ الموضوعات" میں ص 206 پر ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ القضاعی نے "الشھاب" ج 71/1 میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الحمی حظ کل مؤمن من النار. وحمی لیلۃ یکفر خطایا سنۃ مجرومۃ ۔ یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

ایسے میں تجھ سے ایک وعدہ کیا جائے گا اور جب اس وعدہ سے تجھے طمانیت ہو گئی اور تجھ میں کسی قسم کا ارادہ پائے جانے کی علامت پائی گئی تو تجھے اس سے اعلیٰ اور اشرف وعدہ کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ پھر پہلے وعدہ کے عوض تجھے اس سے غنا حاصل ہو گی علوم و معارف کے دروازے تیرے لیے کھول دیے جائیں گے اور اس منتقلی میں جو حقائق، جو حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں تجھے معلوم ہو جائیں گے۔

اور جب معارف وحقائق کے دروازے کھول دیے جائیں گے تو حفظ حال پھر حفظ مقام[1] اسرار[2] میں تیری امانتداری کو بڑھا دیا جائے گا۔ تجھے شرح صدر سے فصاحت لسان سے اور حکمت بالغہ سے پہلے سے بڑھ کر نوازا جائے گا۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا پرتو ڈالے گا۔ تو پوری مخلوق کا محبوب بن جائے گا۔ جن وانس اور ان کے علاوہ سب مخلوق دنیا و آخرت میں تیری محبت کا دم بھرنے والے ہوں گے۔ کیونکہ تو حق تعالیٰ کا محبوب بن جائے گا۔ اور خلق ساری حق کی تابع ہے۔ ان کی محبت حق تعالیٰ کی محبت میں داخل ہے جس طرح مخلوق کی دشمنی اللہ تعالیٰ کی دشمنی کا سبب ہے۔

جب تو اس مقام و مرتبے کو پالے گا کہ کسی چیز کی خواہش تیرے دل میں نہیں رہے گی تو اس وقت تیرے دل میں کسی چیز کا ارادہ پیدا کر دیا جائے گا۔ پس جب اس چیز کی خواہش تیرے دل میں متحقق ہو گی تو اس چیز کو دور کر دیا جائے گا،

---

[1] حال ایک کیفیت ہے جو تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اور جب انسان حفظ حال میں کوشش کرتا ہے تو یہ کیفیت مستقل ہو جاتی ہے اسی کو مقام کہتے ہیں۔ حال کے بعد مقام ہے اور ان کی حفاظت صرف بلند مقام لوگوں کا کام ہے۔ میں تیرے مقام کو بلند کر دیا جائے گا۔ حفظ [2] جو اسرار انسان پر منکشف ہوتے ہیں ان پر پردہ ڈالنا ضروری اور مردانگی ہے ورنہ کشف وبال ہے۔ اسرار کی حفاظت ترقی کا موجب ہے۔ اس امانتداری میں اضافہ اللہ کی بہت بڑی عطا ہے۔ (مترجمہ)۔

وہ معدوم ہو جائے گی اور تجھے اس سے برگشتہ کر دیا جائے گا۔ یوں دنیا میں تجھے اس چیز سے محروم کر کے آخرت میں اس کا وہ معاوضہ دیا جائے گا جو قربت خداوندی میں تیرے اضافے کا سبب ہوگا اور اللہ جل وعلا کے نزدیک جس کی بڑی قدرت و منزلت ہوگی۔ یعنی دنیا کی اس معمولی چیز کے عوض تجھے قربتِ خداوندی۔ جنتُ الفردوس اور جنتُ الماویٰ کی ابدی نعمتیں دی جائیں گی جن سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اور اگر اس فانی دنیا میں جو دکھوں کا گھر ہے تو اس چیز کو جس کی خواہش تیرے دل میں پیدا کر دی گئی ہے طلب نہیں کرے گا۔ اس کی تمنا اور آرزو نہیں کرے گا بلکہ تیرا مقصود دنیا میں بھی ذات الٰہی ہو گا جو خالق، عدم سے وجود میں لانے والا۔ زمین کو بچھانے والا اور آسمان کو بلند کرنے والا ہے تو ہو سکتا ہے تجھے اس دنیا میں بھی اس کی مثل یا اس سے کم معاوضہ دے دیا جائے۔ مگر ضروری ہے کہ پہلے انسان دل شکستگی اختیار کرے۔ مطلوب و مراد اور خواہش سے منہ موڑے اور دل میں اس یقین کو راسخ کرے کہ اصل معاوضہ تو آخرت میں ملے گا (یعنی مشاہدۂ جمالِ حق)[۱]

ایمان نام ہے عزیمت اور یقین کا

نبی کریم ﷺ کی حدیث دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ[۲] "مشکوک و مشتبہ چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک و غیر مشتبہ چیز کو اختیار کر" کے متعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ فرماتے ہیں۔

۱۔ بھلائی اسی میں ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے انسان کو کم سے کم دیا جائے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ رعایت وکلایت حفظ الٰہی مر بندگان خاص و طالبان وجہ کریم را و صلاح دید حال ایشاں غالب آں آنست کہ درو ادن فرود ترو کمتر فی باشد۔ (شرح فتوح الغیب)

۲۔ مسند امام احمد۔ ج 153/3 عن انس بن مالک۔ سنن نسائی حدیث نمبر 5711۔ عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما۔ حدیث صحیح ہے۔

جب مشتبہ اور غیر مشتبہ دونوں پہلو کسی چیز میں پائے جا رہے ہوں تو عزیمت پر عمل کرنا چاہیے اور وہ پہلو اختیار کرنا چاہیے جس میں کسی قسم کا اشتباہ اور شک نہ ہو اور مشکوک اور مشتبہ پہلو کو ترک کر دینا چاہیے۔

اگر مشتبہ اور مشکوک چیز ایسی ہو جو دل میں کھٹکا پیدا نہ کرے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْاِثْمُ حَوَّازُ الْقُلُوْبِ [۱]

"گناہ وہ ہے جو دلوں میں کھٹکتا ہے"

تو بھی توقف کرے اور امر باطنی (الہام) کا انتظار کرے۔ اگر (بذریعہ الہام) حکم مل جائے تو اسے قبول کر لے اور اگر روک دیا جائے تو دستکش ہو جائے اور اس طرح کا رویہ اختیار کرے کہ گویا کہ وہ چیز معدوم ہے اس کا دینا میں کوئی وجود ہی نہیں۔ پھر اپنے پروردگار کے دروازے پر واپس آجا اور اسی کی بارگاہ سے رزق کا طالب ہو۔ اللہ کریم یاد دہانی کی احتیاج نہیں رکھتا وہ تجھ سے یا کسی اور سے غافل نہیں۔ وہ تو کفار، منافقین اور اس کی رحمت سے اعراض کرنے والوں کو بھی کھلاتا ہے۔ بھلا بندۂ مؤمن کو کیسے بھول سکتا ہے جو اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے، اس کی اطاعت بجا لاتا ہے اور رات دن اس کے حکم کی بجا آوری میں کوشاں رہتا ہے۔

اس حدیث پاک کا ایک اور مفہوم بھی "مشتبہ کو چھوڑ دے اور غیر مشتبہ اختیار کر" یعنی جو چیز لوگوں کے ہاتھ میں ہے اسے چھوڑ دے۔ اسے طلب نہ کر

---

[۱] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام بیہقی نے "الشعب" میں بیان کیا ہے۔ دیکھیے حدیث نمبر 5434۔ حدیث کا اگلا حصہ یوں ہے۔ "......وما من نظرة الا وللشيطان فيها مطمع ۔ یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

میں کہتا ہوں حواز القلوب سے مراد ایسے امور ہیں جو کسی چیز میں اثر پیدا کریں۔ جس طرح آواز اثر پیدا کرتی ہے۔ یعنی وہ چیز جو دل میں یہ اثر پیدا کر دے کہ انسان سوچنے لگے کہ یہ گناہ ہے یا ثواب اسی لیے جو چیز دل میں کھٹکے اس سے احتراز بہتر ہے۔

اور دل کو اس سے نہ لگا۔ مخلوق سے نہ کوئی امید و توقع وابستہ کر اور نہ ہی ان سے اندیشہ رکھ اور اللہ عزوجل کے فضل و کرم کو قبول کر جس میں کوئی شک نہیں تو التجا کرے تو صرف ایک ہی ذات سے۔ امید رکھے تو صرف ایک سے۔ ڈرے تو صرف ایک سے اور کوشش ہو تو بھی صرف ایک کیلئے یعنی وہ جو تیرا رب ہے۔ اسی کے ہاتھ میں بادشاہوں کی پیشانی کے بال ہیں۔ اسی کے دست قدرت میں مخلوق کے وہ دل ہیں جو جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ مخلوق کے پاس جو کچھ ہے اسی کی ملکیت ہے۔ مخلوق، اس کی توقعات اور تمنائیں اور تجھے دینے میں ان کے ہاتھ کی حرکت اسی کے اذن، امر اور تحریک کی بدولت ہے۔ اور اگر کسی کا ہاتھ تیرے حضور کوئی چیز پیش کرنے سے رکتا ہے تو بھی اسی مالک کے روکے سے رکتا ہے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَاسْأَلُوْا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ (النساء :32)

"اور مانگتے رہو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (و کرم) کو"۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَایَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْالَہٗ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (العنکبوت :17)

"بیشک جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ مالک نہیں تمہارے رزق کے۔ پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو اور اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو۔ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"

وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ. اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ...... (البقرہ :186)

"اور جب پوچھیں آپ سے (اے میرے حبیب!) میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل

نزدیک ہوں۔ قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو جب
وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے"۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن :60)

"مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا"

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ (الذاریات :58)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی (سب کو) روزی دینے والا، قوت والا
(اور) زور والا ہے"

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران :37)

"بیشک اللہ تعالیٰ روق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب"

عقیدہ جبر شیطانی وسوسہ ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارضاہ نے فرمایا: خواب میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ انسانوں کا ایک جم غفیر ہے۔ اپنے قریب میں شیطان لعین کو دیکھتا ہوں۔ فوراً اسے قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ وہ لعین مجھ سے مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے آپ مجھے کیوں قتل کرتے ہیں۔ آخر میرا گناہ کیا ہے۔ میرے مقدر میں اگر برائی تھی تو میں نیکی کیسے کر سکتا تھا۔ اگر میری قسمت میں نیکی کرنا لکھا ہوتا تو میں قسمت کو تبدیل کر کے برائی تو نہیں کر سکتا تھا۔ میرے ہاتھ میں کیا تھا کہ مجھے سزا کا حکم سنادیا گیا۔

اس لعین کی صورت خنثوں جیسی تھی۔ چہرہ لمبوتر، ناک پتلی اور لمبی، ٹھوڑی پر تھوڑے سے بال اور شکل صورت نادم سی اور حقیر سی تھی۔ اس کی گفتگو میں کمال نرمی تھی۔ شیطان یہ گفتگو کر کے ندامت اور خوف کی ہنسی ہنسا۔ یہ خواب گیارہ ذی الحجہ 561ھ کی رات کا ہے۔

ابتلاء و آزمائش بقدر مقام و مرتبہ ہوتی ہے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بندۂ مؤمن بقدر ایمان و یقین آزمایا جاتا ہے۔ جس قدر اس کا ایمان راسخ اور یقین کامل ہو گا اسی قدر اس پر مصیبت اور آزمائش آئے گی۔

رسول کی آزمائش نبی کی آزمائش سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ رسول ایمان اور یقین کے جس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس پر نبی فائز نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی کی مصیبت ابدال کے مقابلے میں سخت ہوتی ہے اور ابدال کی مصیبت اولیاء کی مصیبت کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ ہر ایک کو ایمان و یقین کے مطابق ابتلاء و آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس پر نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث دلیل ہے۔

اِنَّا مُعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ [1]

"ہم گروہ انبیاء سب لوگوں سے زیادہ مصیبت کا سامنا کرتے ہیں۔ پھر اسی طرح درجہ بدرجہ آزمائش کم ہوتی جاتی ہے"

اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو آزماتا رہتا ہے تاکہ وہ ہر وقت بارگاہ ایزدی میں حاضر باش رہیں اور ایک لمحے کیلئے اس سے غافل نہ ہوں۔ ابتلاء و آزمائش زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ اس سے مطلوب اپنے دوستوں کو اپنا اور صرف اپنا بنانا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ کریم سے محبت ہے

---

[1] ترمذی "الجامع الصحیح" نمبر حدیث 2398 راوی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جنہیں سب سے زیادہ آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ انبیاء اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگ۔ آدمی اپنے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ اگر دینداری میں مضبوط ہو تو بڑی آزمائش سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر دینی لحاظ سے کمزور ہو تو اسے اسی کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ انسان پر ہمیشہ مصیبتیں آتی رہتی ہیں حتی کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور رب کریم اپنے ان محبوبوں کے دور ہونے کو پسند نہیں کرتا۔ ابتلاء و آزمائش ان کے پاؤں کی گویا زنجیر ہے جو انہیں غیر کی طرف جانے سے روکتی ہے اور کسی اور کی محبت اور خیال سے محفوظ رکھتی ہے۔

نزول بلا جب ان کے حق میں دوام اختیار کرتی ہے تو ان کی خواہشات نفسانی زائل ہو جاتی ہیں اور ان کے نفس کی سرکشی ٹوٹ جاتی ہے۔ اس طرح ان کے سامنے حق اور باطل واضح ہو جاتے ہیں۔ سب شہوات نفسانی، ارادے اور لذات و راحات کی طرف میلان ختم ہو جاتا ہے۔ دنیا میں نفس جس جس کی طرف مائل ہوتا ہے مصیبت کی وجہ سے یہ میلان بالکل ناپید ہو جاتا ہے اور وعدہ حق سکون و طمانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم کرنے اور اس کی اطاعت پر قناعت کرنے اور مصیبت پر صبر کرنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس وہ مخلوق سے دل وابستگی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے عزم و یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر اس کے پورے جسم پر ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ بلاء و مصیبت قلب و یقین کو پختہ کرتی ہے۔ ایمان و صبر کو ثبات بخشتی ہے۔ نفس و ہوا کی سرکشی ختم کرتی ہے۔ کیونکہ دل کو جب تکلیف پہنچتی ہے اور انسان اس پر صبر کرتا ہے اور فضل خداوندی کے آگے سر جھکا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور اسے شکر کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس کی نعمتوں اور اس کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم :7)

"اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کر دوں گا"

جب نفس میں تحریک ہوتی ہے اور وہ دل سے شہوت و لذت کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر دل اللہ تعالیٰ کے اذن اور امر کے بغیر اس کی بات مان جاتا ہے اور اس کی خواہش پوری کر دیتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر اور نفس

کی بات مان کر شرک و معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے مصائب و آلام اور دکھوں اور بیماریوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے۔ دنیا کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے اور اس طرح نفس اور دل دونوں اس تکلیف سے حصہ پاتے ہیں۔ اگر دل نفس کی خواہشات کو پورا نہ کرے جب تک کہ انبیاء و مرسلین کو بذریعہ وحی صریح اور اولیاء بذریعہ الہام اذن نہ مل جائے وہ نفس کے تقاضا کو پورا نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی منع و عطا کا خیال رکھیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش فرماتا ہے۔ انہیں عافیت، رحمت اور علم و معرفت سے نوازتا ہے۔ قرب و غنی کی دولت سے فیض یاب کرنے کے ساتھ ساتھ آفات سے سلامتی اور دشمنوں کے مقابلے میں مدد و نصرت عطا کرتا ہے۔

اس نصیحت کو یاد رکھیے اور دل میں جگہ دیجیے۔ نفس و خواہش کی پیروی کر کے مصیبت میں نہ پڑیے۔ بلکہ اپنے پروردگار کے اذن اور امر باطنی کا انتظار کیجئے۔ اس طرح دنیا و عقبیٰ میں آفات سے محفوظ و مامون رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس کا قلیل کثیر، سختی فیض اور محروم کرنا عطا ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:

تھوڑے سے رزق کو کافی خیال کر قناعت کر حتی کہ نوشۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچے۔ پھر (خود بخود) پہلی سے بہتر اور بلند تر کی طرف تجھے منتقل کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا پر خوش و خرم ہو گا۔ مبارک باد پائے گا۔ اور محفوظ مامون رہے گا۔ نہ دنیا کا کوئی غم ہو گا اور نہ آخرت کا خوف۔ نہ عاقبت خراب ہو گی اور نہ حدود خداوندی سے تجاوز کا مرتکب ہو گا۔ پھر اس سے بھی آگے کی منزل کی طرف ترقی پائے گا جو پہلی منزل سے کہیں زیادہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحت کا باعث ہو گی۔

یقین رکھ کہ ترک طلب سے تیری قسمت میں لکھی ہوئی روزی بند نہیں ہو گی۔ اور نہ ہی حرص دہوا اور محنت و کوشش سے جو مقدر میں نہیں تیرے

ہاتھ آسکے گی صبر کر اپنی حالت پر قناعت کر اور اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اسی پر خوش ہو جا۔ اپنے آپ کوئی چیز مت لے اور اپنے ارادے اور خواہش سے کسی کو کچھ مت دے۔ صبر کر حتی کہ تجھے حکم مل جائے۔ اپنے ارادے سے نہ حرکت کر اور نہ آرام کر ورنہ شومی اختیار سے مصیبت میں مبتلا ہو گا۔ کیونکہ اپنے اختیار اور ارادے سے کوئی کام کرنا شرک ہے اور مشرک سے کبھی غفلت نہیں برتی جاتی۔

رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَكَذَالِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظَّالِمِيْنَ بَعْضًا (الانعام :129)

"اور یونہی ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر"

کیونکہ تو ایک ایسے بادشاہ کے گھر میں ہے۔ جس کی شان بلند ہے، قوت بے انداز اور لشکر بے شمار ہے۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے۔ جو حکم دیتا ہے اس پر عمل ہوتا ہے۔ اس کے ملک کو زوال نہیں۔ اس کی بادشاہی دائمی ہے۔ علم بے انداز ہے۔ حکمت و دانائی لامتناہی ہے۔ اس کا ہر فیصلہ عدل پر مبنی۔ اس سے زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں اور کسی ستم گر کا ستم اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ (اے انسان!) تو سب سے بڑا ظالم اور سب سے بڑا مجرم ہے کیونکہ تو اپنے تصرف و اختیار کے ذریعے شرک کا مرتکب ہوا ہے اور خواہش نفسانی پر عمل کر کے تو نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے۔

رب قدوس کا ارشاد ہے۔

لَاتُشْرِكَ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان :13)

"کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا۔ یقیناً شرک ظلم عظیم ہے"

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُاَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (انساء :166)

بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس (جرم عظیم) کو کہ شریک ٹھہرایا جائے اس کے ساتھ اور بخش دیتا ہے اس کے سوا جتنے

جرائم ہوں جس کے لیے چاہتا ہے"۔

شرک سے پوری طرح احتیاط کر اور اس کے قریب تک مت جا۔ اپنی حرکات و سکنات، لیل و نہار، خلوت و جلوت میں شرک سے اجتناب کر۔ ہر طرح کی نافرمانی سے احتراز کر۔ نہ ظاہری اعضاء سے معصیت کا ارتکاب ہو اور نہ باطن سے۔ ظاہر و مخفی ہر گناہ کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ سے مخالفت کر کے اس سے بھاگنے کی کوشش نہ کر وہ (قادر مطلق) تجھے بھاگنے نہیں دے گا۔ اس کے فیصلوں میں اس سے جھگڑا نہ کر ورنہ وہ تجھے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اس کے فیصلوں میں اسے الزام نہ دے ورنہ تجھے رسواء کر دے گا۔ اس سے غافل نہ ہو ورنہ تجھے غفلت کی سزا دے گا۔ اس کے گھر میں رہتے ہوئے اپنی قدرت و طاقت کا مظاہرہ نہ کر ورنہ وہ بادشاہ حقیقی تجھے نیست و نابود کر دے گا۔ اس کے دین میں اپنی خواہش سے کوئی بات نہ کر ورنہ تجھے وہ ہلاک کر دے گا۔ تیرے دل کو تاریک بنا دے گا۔ تیرے ایمان اور معرفت کو سلب کر لے گا اور تجھ پر شیطان اور نفس، حرص شہوات کو مسلط کر دے گا۔ تیرے اہل و عیال، پڑوسیوں، دوستوں، ہمنشینوں اور تمام مخلوق کو تیرے لیے جری بنا دے گا حتیٰ تیرے گھر کے بچھو، سانپ جنات اور دوسرے موذی جانور بھی تجھ پر مسلط ہو جائیں گے۔ دنیا میں تیری زندگی تجھ پر بوجھ بن جائے گی اور آخرت میں عذاب کی مدت طویل ہو جائے گی۔

اس کی چوکھٹ کو نہ چھوڑ جس کا دروازہ بند نہیں ہوتا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ اور صرف اس کی دریوزہ گری کر۔ اپنی ساری طاقت ساری کوشش اس کی فرمانبرداری میں خرچ کر دے۔ اس طرح اس کی بندگی کر کہ تیری آنکھیں اشک بار ہوں۔ تجھ پر خضوع و خشوع کی کیفیت طاری ہو۔ اعضاء سے اظہار بندگی اور درویشی عیاں ہو۔ نگاہ جھکی ہو اور مخلوق سے نظریں ہٹائے

حرص وھوا کو ترک کیے۔ اعراض دنیا و آخرت سے دست کشی کرتے ہوئے محض اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو۔ نہ تجھے منازل عالیہ اور مقامات بلند کی طلب ہو اور نہ کسی اور منصب کی خواہش۔ اس لیے کہ تو اس کا بندہ ہے۔ اور بندہ خود اور اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے آقا کا ہے۔ بندہ کسی چیز پر حق نہیں رکھتا۔

آداب خداوندی بجا لایئے اور اپنے آقا کو الزام نہ دیجئے۔ ہر چیز کا اس کے ہاں اندازہ مقرر ہے۔ جو مقدم ہے وہ مؤخر نہیں ہو سکتا ہے اور جو مؤخر ہے وہ مقدم نہیں ہو سکتا۔ تیری قسمت کا نوشتہ اپنے مقررہ وقت پر تجھے بہر حال ملے گا۔ چاہے تو اسے لے یا اس کے لینے سے انکار کرے۔ جو چیز عنقریب تجھے ملنے والی ہے اس کے حصول کیلئے حرص و لالچ کو دل میں جگہ نہ دے اور جو چیزیں تیرے پاس نہیں اور نہ ان کا ملنا تیرے مقدر میں ہے اس کی طلب میں سرگرداں نہ ہو اور اپنی محنت ضائع نہ کر۔ کیونکہ جو تیرے پاس نہیں یا تو تیرا مقدر ہو گی یا دوسرے کا یا پھر کسی کی تقدیر میں نہیں ہو گی۔ اگر اس کا ملنا تیرے مقدر میں ہے تو تجھے مل کر رہے گی۔ گویا تو اس کی طرف اور وہ تیری طرف بڑھ رہی ہے۔ عنقریب تیرا مقدر تجھے مل جائے گا۔ اور اگر وہ تیری قسمت میں ہی نہیں تو تجھے کسی صورت نہیں ملے گی۔ پس ایسی چیز کیلئے مارا مارا کیوں پھرتا ہے۔

ان گھڑیوں کو غنیمت جان اور اپنے رب کی اطاعت میں حسنِ ادب کے ساتھ مشغول ہو جا۔ سر نہ اٹھا اور گردن دائیں بائیں نہ پھیر۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَامَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

(طٰہٰ: 131)

"اور مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھیے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو۔ یہ محض زیب و زینت ہیں دنیوی زندگی کی (اور انہیں اس

لیے دی ہیں) تا کہ ہم آزمائیں انہیں ان سے۔ اور آپ کے
رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے"

اللہ کریم نے تجھے روک دیا ہے کہ اس ذات کے علاوہ اور کسی کی طرف تیری توجہ مبذول نہ ہو جس نے تجھے یہ سب نعمتیں عطا فرمائیں۔ اپنی اطاعت کی توفیق بخشی اور فضل و کرم سے نوازا۔ اور بتایا کہ خبردار! اللہ کے علاوہ سب کچھ آزمائش اور امتحان ہے۔ اپنی قسمت کے لکھے پر راضی رہنا بہتر ہے۔ یہی ہمیشہ رہنے والا، بڑھنے والا، اور تیرے لیے مناسب اور موزوں ہے۔

اطاعت خداوندی ہی تیری عادت اور مرکز و محور ہونا چاہیے۔ بس تیرا شعار، عادات و اطوار مطلوب و مقصود، تمنا و آرزو اللہ کی خوشنودی اور اللہ کی عبادت گزاری قرار پائے۔ اس سے ہر مراد بر آئے گی اور تو جس مقام پر فائز ہونا چاہے گا فائز ہو گا ہر بھلائی تک پہنچے کا یہی زینہ ہے۔ ہر نعمت ہر خوشی اور ہر گرانمایہ چیز کے حصول کا یہی راستہ ہے۔

رب قدوس کا ارشاد ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا
كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (السجدہ: 17)

"پس نہیں جانتا کوئی شخص جو (نعمتیں) چھپا کر رکھی گئی ہیں
ان کے لیے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔ یہ صلہ ہے ان
(اعمال حسنہ) کا جو وہ کیا کرتے تھے"

ارکان خمسہ (کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) پر عمل پیرا ہونے اور تمام گناہوں سے بچنے سے بڑا اور عند اللہ محبوب اور کوئی دوسرا عمل نہیں۔ یہی سب سے بڑے شرف و کرامت کے حامل اعمال ہیں یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا سب سے اہم ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ایسے کام کرنے کی توفیق دے جو اسے پسند ہیں اور جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔

محبتِ خداوندی سب سے بڑی نعمت ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اے خالی ہاتھ دنیاوانبائے دنیا کا ٹھکرایا ہوا۔ بے نام ونشان بھوکا، پیاسا انسان اے وہ کہ نہ جس کے جسم پر کپڑے ہیں اور نہ سر چھپانے کے لیے چھت میسر ہے۔ تشنہ جگر، ہر دروازے سے دھتکارا ہوا۔ حسرت ویاس کا مارا، شکستہ دل! یہ نہ کہنا کہ مجھے اللہ نے محتاج بنا دیا۔ دنیا کی نعمتوں کی بساط کو مجھ سے لپیٹ دیا۔ مجھے لوگوں کی ٹھوکروں میں بٹھایا مجھے بکھیر دیا اور میری پراگندگی کو جمع نہیں کیا۔ مجھے دنیا اتنی بھی نہیں دی کہ کفایت کرے۔ مخلوق میں اور دوستوں میں میرے ذکر کو بلند نہیں کیا۔ دوسروں پر اپنی رحمتوں کی بارش کی۔ وہ صبح وشام ان سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ انہیں مجھ پر اور میرے اہل دیار پر فضیلت دی۔ حالانکہ ہم دونوں مسلم، دونوں مؤمن ہیں۔ دونوں ایک ہی باپ آدم اور حواء کی اولاد ہیں۔ آپ علیہ السلام جو خیر الانام تھے ہم دونوں کی رگوں میں اسی ایک باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔

ہاں ہاں! یہ سب حقیقت ہے۔ تو تہی دست و فقیر ہے اور دوسرا مالدار اور ہم جنسوں میں عزت دار ہے۔ یہ سب اس لیے ہے کہ تیری سرشت میں حریت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش رضا، یقین، موافقت اور علم کی صورت میں موسلادھار تجھ پر برس رہی ہے۔ ایمان و توحید کے انوار تجھ پر برس رہے ہیں۔ تیرے ایمان کا درخت، تیرے دل کی زمین میں اس کی پیوستگی اور اس کا بیج ثابت و قائم ہیں۔ ایمان کا یہ درخت شاداب بھی ہے اور پھلدار بھی اس کا سایہ راحت بخش اور شاخیں بلند ہیں۔ اور ایمان کا یہ درخت روز بروز بڑھ رہا ہے اور نشوونما پا رہا ہے۔ اسے نہ کھاد کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کوڑے اور گوبر کی۔ اس کی نمو ان چیزوں سے نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے دنیا میں محروم رکھا۔ لیکن دار بقا کی نعمتیں عطا کر دیں۔ (نہ صرف عطا کیں) بلکہ تجھے ان کا مالک بنا دیا۔ اور

تجھے وہ کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گزرا۔

رب قدوس کا ارشاد ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (السجدہ: 17)

"پس نہیں جانتا کوئی شخص جو (نعمتیں) چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کے لیے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہونگی، یہ صلہ ہے ان (اعمال حسنہ) کا جو وہ کیا کرتے تھے"

یعنی دنیا میں انہوں نے جو نیک اعمال کیے۔ احکام بجالائے، ترک مناہی پر صبر کیا، قضاء وقدر کے سامنے سر جھکایا اور تمام امور میں (فعل خداوندی کی) موافقت کی۔ انہیں ان کا پورا پورا اجر ملے گا۔

لیکن وہ جسے دنیا کی یہ فانی نعمتیں دی گئیں۔ وہ ان سے لطف اندوز ہوا ان کا مالک بنا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اسے خوب نواز تو وہ صرف اس لیے کہ اس کے ایمان کا محل یعنی دل کی زمین شور والی اور پتھریلی ہے۔ اس میں نہ تو پانی ٹھہر سکتا ہے اور نہ درخت اگ سکتے ہیں۔ نہ اس میں کھیتی باڑی ممکن ہے اور نہ میووں کے حصول کی کوئی امید۔ اسی لیے اس زمین پر کوڑا کرکٹ ڈال دیا جو نباتات واشجار کی نشوونما کے کام آتا ہے۔ اور کوڑا کرکٹ دنیا اور اس کا ایندھن ہے۔ اس کوڑے کرکٹ اور کھاد کو اس شوریدہ اور پتھریلی زمین میں ڈالنے کا مقصد یہ ہے کہ ایمان کا درخت اگر اگے تو وہ زمین کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے مرجھا نہ جائے۔ اگر اس زمین میں گندگی نہ ڈالی جائے تو نباتات اور درخت خشک اور پھل ختم ہو جائیں۔ اور پورا علاقہ بیابان بن جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ علاقہ بھی آباد رہے۔

مالدار کے ایمان کا درخت مضبوط نہیں ہوتا۔ اس کی جڑ کو اس شوریدہ زمین میں پیوستگی حاصل نہیں ہوتی۔ اور اے فقیر جو چیز تیرے شجر ایمان میں ہے

وہ اس سے خالی ہے۔ اس کے ایمان کی خوراک اور بقاء صرف دنیا کی دولت اور نعمتوں سے ممکن ہے۔ اگر یہ دولت دنیا اس کمزور درخت کو میسر نہ ہو تو وہ بالکل خشک ہو جائے اور وہ کفر والحاد کی روش اختیار کرے اور منافقین، مرتدین اور کافروں کے ساتھ مل جائے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے اس غنی بندے کی صبر، رضا، یقین کے لشکر سے مدد کرے اور اسے علم و معرفت کی توفیق دے تو اس کا ایمان مضبوط ہو جائے گا اور پھر اسے دنیا کے مال و دولت کے انقطاع و محرومی سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

دل وہ گھر ہے جس میں دو نہیں سما سکتے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: اپنے چہرہ سے حجاب اور پردہ نہ اٹھا حتی کہ تو خلق سے نکل جائے (جلوت میں بھی خلوت کی کیفیت حاصل ہو جائے) اور تمام احوال میں اپنے دل کی پیٹھ ان سے پھیر لے۔ اگر تو خلق سے لا تعلق ہو گیا اور دل سے انہیں نکال باہر کرنے میں کامیاب ہوا تو خواہش نفسانی زائل ہوئی۔ ارادے اور تمناؤں نے ساتھ چھوڑ دیا اور تو دنیا و آخرت کی ہر چیز سے فانی ٹھہرا۔

اب تو گویا ایک شکستہ برتن ہے کہ تجھ میں اللہ عزوجل کے ارادے کے بغیر کوئی ارادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ یوں تیرا دل تیرے رب سے بھر گیا کہ اس کے سواء کسی دوسرے کے لیے اس میں جگہ ہی نہیں۔ تجھے دل کے دروازے پر دربان بنا دیا گیا ہے۔ تیرے ہاتھ میں توحید اور جبروت کی تلوار تھما دی گئی۔ پس جو سینے کے صحن میں قدم رکھے اس کا سر قلم کر دے اور اپنے نفس، خواہش، ارادے اور دنیا و آخرت کی کسی چیز کو سر نہ اٹھانے دے۔ کسی کی بات نہ سن، کسی کی رائے کی اتباع نہ کر اپنے رب کے حکم کی پیروی کر۔ اسی کی اتباع میں استقلال پیدا کر۔ جو فیصلہ وہ کر دے اس کے آگے سر جھکا دے بلکہ قضا و قدر کے سامنے فنا ہو

جا۔ اس طرح تو اپنے رب کا بندہ اس کے حکم کا پابند بن جائے گا۔ مخلوق کی غلامی اور ان کی رائے کی اتباع کا قلادہ گلے سے اتر جائے گا۔ اگر اس میں تجھے دوام و مداومت حاصل ہو گئی تو تیرے دل کے ارد گرد غیرت خداوندی کی دیواریں بلند ہو جائیں گی۔ عظمت کی خندقیں کھد جائیں گے، غلبہ و قہر الٰہی کے پہرے بٹھا دیے جائیں گے۔ حقیقت اور توحید کے لشکر اس کو ڈھانپ لیں گے۔ اور حق کے پہرہ دار کھڑے کر دیے جائیں گے۔ اس طرح، ہوا و ہوس۔ ارادہ و تمنا ادعاء باطلہ و ہوائے نفسانیہ اور دوسری گمراہیاں تیرے دل تک نہیں پہنچ سکیں گی۔ اگر مقدر میں یہ ہے کہ خلق خدا تیرے پاس آئے، یکے بعد دیگرے تیری زیارت کریں اور تیرے فضل و ولایت پر اتفاق و یک زبان ہو جائیں تاکہ تیرے انوار معرفت نشانہائے روشن و تاباں اور حکمتہائے نیکو رساں سے مستفیض ہوں۔ تیری کرامات اور خرق العادہ امور کو دیکھیں جو تیرے ہاتھ پر مسلسل ظہور پزیر ہو رہے ہیں تاکہ اس طرح ان کی اطاعت گزار اور قربتوں میں اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذوق و شوق فزوں تر ہو تو اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں سے تجھے محفوظ فرما دے گا۔ تیرا نفس حرص و ہوا کی طرف مائل نہیں ہو گا۔ تو عجب، فخر و مباہات اور اس ازدحام پر غرور سے بچ جائے گا۔ ان کی عقیدت، اور توجہ تیرے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہو گی۔

اسی طرح اگر تیرے مقدر میں کسی حسین و جمیل عورت کی شادی ہوئی جو تجھ پر بوجھ نہ ہو اور خود ہی اپنی کفیل ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے اس کے شر سے محفوظ فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بوجھ اور اس کی قرابت داروں کے بوجھ کو اپنے ذمہ کرم پر لے لے گا۔ اور وہ عورت تیرے لیے عطیہ ربانی ثابت ہو گی۔ نہ تجھے اس کی کفالت کی مشقت اٹھانا پڑے گی اور نہ اس کے کسی تعلق دار کی ضرورت کا خیال رکھنا پڑے گا۔ وہ بیوی تیری لیے باعث خیر و برکت، لطیف و پاکیزہ ہر خیانت سے پاک ہر خبث سے مصفی فساد، حسد، غضب اور بد کرداری سے پاک بیوی ثابت ہو

گی۔وہ تیری فرمانبردار ہوگی۔اس کے تعلق دار تیرے سامنے سر جھکادیں گے پر تجھ پر سے اپنابوجھ اور ذمہ داریاں لیکر خود اٹھالے گی۔اور تجھے ہر قسمت کی اذیت سے بے خوف کردے گی۔اگر اس کے بطن سے بچہ مقدر میں ہوا تو وہ بھی صالح، آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہر قسم کی برائی سے پاک ہوگا۔رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (الانبیاء :90)

"اور ہم نے تندرست کردیاان کی خاطر ان کی اہلیہ کو"

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان :74)

"اے ہمارے رب! مرحمت فرما ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہمیں پرہیزگاروں کے لیے امام"۔

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (مریم :6)

اور بنادے اسے اے رب! پسندیدہ (سیرت والا)

پس یہ دعائیں جو ان آیات میں ہیں معمول بھااور اس کے حق میں قبول ہو جائیں گی۔چاہے اس نے یہ دائیں کی ہوں یانہ کی ہوں۔کیونکہ ان دعاؤں کا یہی محل ہے اور ان کا اصل اہل یہی ہے۔جسے یہ باطنی نعمت میسر ہو وہ زیادہ حقدار ہے کہ اسے ان نعمتوں سے بھی سرفراز کیا جائے۔

اسی طرح اگر دنیا کی نعمتیں اس کے مقدر میں ہیں تو دنیاداری اسے کوئی نقصان نہیں دے سکتی کیونکہ وہ فانی عن الدنیا کی صفت سے متصف ہو چکا ہے۔ پس دنیا کی جو نعمتیں تیرے مقدر میں لکھی ہوئی ہیں وہ تجھے ملیں گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور ارادے سے وہ تیرے لیے ہر کدورت (آرزو، طلب، مشقت) سے پاک ہونگی۔اور تو انہیں اپنی مرضی سے نہیں اللہ کے حکم کی تعمیل میں لے گا اور تجھے اس کے حصول پر اسی طرح ثواب ملے گا جس طرح نماز اور روزے کی ادائیگی

پر ملتا ہے جو فرض ہیں۔ اور دنیا کی وہ چیزیں جو تیرے مقدر میں نہیں ان کے بارے تجھے حکم باطن مل جائے گا کہ وہ فلاں مستحق کو پہنچادو۔ یعنی دوستوں، پڑوسیوں، بھائیوں کو جو ضرورت مند اور تیرے مال میں استحقاق رکھتے ہوں گے۔ یا دوسرے مستحقین جو مصارف زکوٰۃ شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے حال کا یہ تقاضا ہے کہ ان کی مدد کی جائے اور اس کا اندازہ تجھے ان کے احوال سے ہوگا۔ ان کی حالت خود تجھے بتادے گی کہ یہ مستحق ہیں۔

بہر حال خبر مشاہدہ کے برابر نہیں ہو سکتی۔ تب تیرا معاملہ صاف و شفاف ہو جائے گا اور اس میں کوئی شک و شبہ کا غبار نہیں رہے گا۔ وہ ظاہر و باہر ہر قسم کے شک وار تیاب سے پاک ہو جائے گا۔

(اتباع ہوائے نفس سے) صبر کر اور امتثال امر حق پر صبر کر۔ تسلیم و رضا کی خو اپنا لے۔ حال کی حفاظت کر اور باطنی کیفیات پر پردہ ڈال۔ شہرت و ناموری کو چھوڑ اور گمنامی اختیار کر۔ آرام، آہستگی، سکوت اور خاموشی اختیار کر۔ بچ اور پرہیز کر۔ تسامح و درگزر کر ہاں ہاں خیال کر (کہ عذاب الٰہی کا سزاوار نہ ہو جائے) اللہ تعالیٰ سے ڈر، اس کے احکام کی پیروی کر۔ اس کی بارگاہ میں التجا کر۔ سر جھکا دے اور اغماض برت حتیٰ کہ لکھا ہوا اپنی مدت کو پہنچے۔ تیرے ہاتھ سے پکڑ کر تجھے آگے لے جایا جائے اور ہر قسم کی سختی تجھ سے دور کر دی جائے۔ پھر تجھے فضیلتوں کے سمندروں میں سیر کرائی جائے۔ فضل و رحمت سے تجھے بہرہ مند کیا جائے۔ پھر تجھے نکال کر انوار، اسرار علوم لدنی کی خلعتیں پہنائی جائیں۔ تجھے قرب بخشا جائے، تجھ سے (راز و نیاز کی) باتیں ہوں، تجھے نعمتیں عطا کی جائیں اور تیرا دامن مراد بھر دیا جائے۔ تجھے جرأت بخشی جائے۔ تیرے مرتبے کو بلند کیا جائے اور تجھے ہمکلامی خدا کا شرف بخشا جائے۔ کہ آج سے آپ ہمارے پاس بڑے محترم اور قابل اعتماد ہیں۔

ایسے میں اپنی حالت کو یوسف علیہ السلام کی حالت پر قیاس کر کہ جب

بادشاہ مصر نے آپ سے کہا تھا کہ اے یوسف آج سے آپ ہمارے پاس بڑے محترم اور قابل اعتماد درباری ہیں۔ تو اس گفتگو کا معبر اور گفتگو کرنے والا تو بادشاہ تھا لیکن حقیقت میں مخاطب اللہ تعالیٰ خود تھا۔

ظاہری بادشاہی یعنی مصر کی بادشاہی بھی آپ کے حوالے کر دی گئی اور علم و معرفت قربت و مخصوصیت اور اللہ کے ہاں بلند مقام بھی انہیں عطا کر دیا گیا۔

رب قدوس نے ظاہری بادشاہی کے بارے فرمایا:

وَكَذَالِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ (یوسف 56)

"یوں ہم نے تسلط (واقتدار) بخشا یوسف کو سرزمین مصر میں"

يَتَبَوَّءُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ (یوسف :56)

"تاکہ رہے اس میں جہاں چاہے"

باطن کی بادشاہی کے بارے فرمایا۔

كَذَالِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف:24)

"یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو۔ بیشک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لیے گئے ہیں"۔

علم و معرفت کی بادشاہی یوسف علیہ السلام کو دی تو اس کے بارے زبان قدرت نے فرمایا۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (یوسف :37)

"یہ ان علموں میں سے ہے جو سکھایا ہے مجھے میرے رب نے۔ میں نے چھوڑ دیا ہے دین اس قوم کا جو نہیں ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر نیز وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں"۔

اے صدیق اکبر! (بندہ مؤمن) جب تجھے بھی اسی طرح خطاب کیا گیا تو

تجھے علم لدنی سے حظ وافر عطا کیا گیا۔ تجھے توفیق، قدرت، ولایت عامہ، ضبطِ نفس اور امورِ تکونیہ سے نوازا گیا اور بہرہ مند کیا گیا۔ یہ سب عطا اور توفیق قادر مطلق اور خالق کائنات کی طرف سے ہے۔ اور یہ دنیوی نعمتیں ہیں۔ رہا آخرت میں یعنی سلامتی کے گھر جنت العلیا میں تو وہاں دیدار جمال خداوندی کی نعمت عطا کر کے تجھ پر لطف و کرم کیا جائے گا اور یہی وہ آرزو ہے جس کی کوئی غایت وانتہاء نہیں ہے۔

بہترین پھل چننے کی کوشش کر

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: یوں سمجھیئے کہ نیکی اور برائی دو پھل ہیں جو ایک ہی درخت کی دو مختلف شاخوں پر لگے ہیں ایک شاخ کا پھل میٹھا جب کہ دوسری کا پھل ترش اور کڑوا ہے۔ جہاں جہاں اس درخت کا پھل لے جایا جاتا ہے ان شہروں، ملکوں اور علاقوں سے کہیں اور چلا جا۔ ان سے ان میں رہنے والے لوگوں سے دور چلا جا۔ خود اس درخت کے نزدیک جا۔ اس درخت کا نگہباں اور خادم بن جا۔ تو اسے نزدیک سے دیکھ اور پہچان کہ دو ٹہنیوں میں سے کونسی ٹہنی ترش پھل دیتی ہے۔ کس سمت کا پھل ترش ہے اور وہ کونسا پھل ہے جو کڑوا ہے۔ اس کی پہچان کیا ہے شیریں پھل والی شاخ کی طرف مائل ہو جا سو تیری خوراک اور غذا شیریں اور میٹھا پھل ہو گا دوسری طرف والی شاخ کے قریب جانے سے اجتناب کر۔ کیونکہ اگر تو اس شاخ کا پھل کھائے گا تو اس کی ترشی تجھے ہلاک کر دے گی۔ پس اگر تو اس احتیاط سے اور ہوشیاری سے زندگی گزارے گا تو تمام آفات وبلیات سے امن و سلامتی اور عافیت وراحت سے رہے گا۔ کیونکہ تمام آفات وبلیات اسی ترش پھل سے پیدا ہوتی ہیں۔

اور جب تو اس درخت سے دور ہو گا۔ اور آفاق میں گھومتے پھرتے تیرے سامنے یہ پھل آئیں گے جبکہ ان میں میٹھے بھی ہونگے اور ترش بھی ہو سکتا ہے تو ترش پھل اٹھالے۔ اسے منہ کے قریب لے جائے۔ تھوڑا سا کھائے۔

اسے چبائے تو پھر تجھے معلوم ہو کہ یہ تو ترش ہے۔ مگر اب تو اس کی ترشی تیرے گلے تک پہنچ چکی۔ تیرے حلق اور دماغ اور ناک کے بانسے میں بھی اس کا اثر ظاہر ہو چکا۔ اس میوہ ترش نے تیرے اندر اپنا کام کر دکھایا۔ یہ تو تیری رگوں تک اور جسم کے روئیں روئیں تک پہنچ چکا۔ اب اگر تو تھوکے گا۔ منہ دھوئے گا بھی تو کیا فائدہ جو حلق میں یا جسم میں ترشی پہنچ چکی ہے اسے کسی صورت واپس نہیں لایا جا سکتا۔

اگر تیرے ہاتھ میں اتفاقاً میٹھا پھل آگیا۔ تو نے اسے بڑے شوق سے کھالیا۔ اس کی حلاوت تیرے جسم کے ایک ایک حصے میں سرایت کر گئی۔ تجھے اس سے بہت فائدہ ہوا تو بھی اتنا کافی نہیں یہ نہ سوچ کہ ہمیشہ تیرے ہاتھ میں میٹھا پھل آئے گا۔ کبھی ترش پھل بھی آسکتا ہے اگر تو نے اسے کھالیا تو تیرے ساتھ وہی ہو گا جس کا ابھی ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔ درخت سے دوری اور اس کے پھل سے لاعلمی میں کوئی فائدہ نہیں۔ سلامتی اس کے قرب اور ساتھ رہنے میں ہے۔ (یعنی پہچان ضروری ہے)

خیر و شر دونوں اللہ عزوجل کا فعل ہے۔ دونوں کا فاعل اور جاری کرنے والا اللہ ہے۔ رب قدوس فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ (الصافات :96)

"حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ الْجَازِرَ وَجَزُوْرَهٗ [1]

"اللہ تعالیٰ نے قصاب اور اس کے ذبح شدہ جانور کو پیدا فرمایا"

بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں ہاں انسان انہیں کسب کرتے ہیں۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

اُدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (النحل :32)

---

[1] جتنے مصادر حدیث ہمارے پاس ہیں ان میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔

"داخل ہو جاؤ جنت میں ان (نیک اعمال) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے"

اللہ پاک کتنا کریم اور کتنا رحیم ہے کہ اعمال کی نسبت اپنے بندوں کی طرف فرمارہا ہے اور اعمال صالحہ کی وجہ سے انہیں جنت کا مستحق قرار دے دیا ہے حالانکہ یہ نیک اعمال اسی کی توفیق اور رحمت کے رہین ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لایدخل الجنة احد بعمله "کوئی شخص اپنے عمل کی بدولت جنت میں نہیں جا سکے گا" عرض کیا گیا۔یا رسول اللہ! آپ بھی نہیں؟ فرمایا:

ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمته ووضع یده علی راسه [1]

"میں بھی نہیں۔ہاں یہ کہ مجھے اللہ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ آپ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے سر مبارک پر رکھا"

یہ الفاظ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مروی ہیں۔جب تو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جائے گا اس کے حکم پر عمل پیرا ہو گا، اس کی مناھی سے رک جائے گا اور اس کی فیصلے کے سامنے سر جھکا دے گا تو تجھے اپنے شر شے بچالے گا اور اپنی بھلائی سے سر فراز کرے گا اور دنیا اور دین کی خرابیوں سے خود تیری نگہداشت فرمائے گا۔

---

[1] اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔دیکھیے ج 256/2۔
اسے بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔دیکھیے حدیث نمبر 6463
راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا لَنْ ینجی احدا عمله ۔ کسی شخص کو اس کا عمل نجات ہرگز نہیں دے گا"۔ صحابہ نے عرض کیا۔ ولاانت یا رسول اللہ! کیا آپ کو بھی نہیں فرمایا: ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمة. مجھے بھی نہیں۔ہاں یہ کہ رحمت خداوندی مجھے ڈھانپ لے۔سددوا وقار بوا واغدوا وروحوا وشیء من الدلجة والقصد والقصد تبلغوا

دنیاوی حفاظت کے بارے فرمایا:

كَذَالِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف :24)

"یوں ہوا تا کہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو۔ بیشک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لیے گئے ہیں"

دینی حفاظت کے بارے ارشاد ہوا:

مَايَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِيْمًا (النساء :147)

"کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیکر اگر تم شکر کرنے لگو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا ہے"

شکر کرنے والے مؤمن کو مصیبت کوئی نقصان نہیں دیتی۔ وہ مصیبت کی نسبت عافیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شاکر ہے اور اس کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ .(ابراھیم:7)

"اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کر دوں گا"

تیرا ایمان آخرت میں جہنم کی آگ کے شعلوں کو بجھا سکتا ہے جو عاصیوں کو سزا دینے کے لیے تیار کی گئی ہے تو دنیا میں مصیبت کی آگ کو کیوں نہیں بجھا سکتا

ہاں اگر کوئی مجذوب، مختارِ ولایت، یا اصفیاء اور اجتباء کے مرتبہ پر فائز ہے تو اس کے لیے ابتلاء و آزمائش ضروری ہے تا کہ یہ ابتلاء و آزمائش اس کی خواہشات، میلانِ طبع، نفسانی شہوات و لذات کی طرف جھکاؤ مخلوق سے اطمینان، ان کے قرب سے خوشی، ہم جنسوں سے سکون، ان کے ساتھ رہنے

کی تمنااور اس جیسے دوسرے علائق دنیا کے خبث کو جلادے۔ اور ان بند گان خدا کو اس وقت تک ابتلاء و آزمائش کی بھٹی میں رکھا جاتا ہے جب تک یہ سب چیزیں جل کر خاکستر نہیں ہو جاتیں۔ اور دل ان تمام سے کندن کی طرح صاف و شفاف نہیں ہو جاتا۔ جب دل ہر قسم کے غش و غل سے پاک ہو جاتا ہے تو توحید باری تعالیٰ کا مخزن معرفت حق کا مہبط اور غیبی اسرار و علوم اور انوارِ قرب کا مورد بن جاتا ہے۔ کیونکہ دل وہ گھر ہے جس میں دو نہیں سما سکتے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (الاحزاب :4)

"نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کیلئے دو دل اس کے شکم میں"

اِنَّ الْمَلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً (النمل :34)

"اس میں شک نہیں کہ بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور بنا دیتے ہیں وہاں کے معزز شہریوں کو ذلیل"

پس بادشاہ معزز شہریوں کو ان کی خوشگوار منازل اور عیش و عشرت کی زندگی چھوڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

دل پر شیطان، حرص و ہوا اور نفس کی حکومت ہے۔ جوارح انہیں کے حکم سے طرح طرح کے گناہوں، اباطیل و ترہات میں مبتلا ہیں۔ پس ابتلاء و آزمائش سے دل پر ان کی ولایت اور حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ جوارح گناہوں سے رک جاتے ہیں اور بادشاہ حقیقی کا گھر یعنی دل خالی ہو جاتا ہے اور اس گھر کا صحن یعنی سینہ ہر قسم کی غلاظت سے صاف ہو جاتا ہے۔

دل صاف ہوتا ہے تو توحید اور علم و معرفت کا مسکن بن جاتا ہے اور سینہ صاف ہوتا ہے تو غیبی عجائب اور موارد اسے اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔

یہ سب ابتلا و مصیبت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد

فرمایا:

انا معاشر الانبیاء اشد الناس بلاء ثم الامثل فالامثل [۱]

"ہم گروہ انبیاء لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائے جاتے ہیں پھر دوسرے لوگ درجہ بدرجہ"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے۔

انا اعرفکم باللہ واشدکم لہ خوفا [۲]

"میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں اور تم سب کی نسبت اس سے زیادہ ڈرتا ہوں"

جو شخص بادشاہ کے جتنا قریب ہوگا اتنا ہی اس سے خطرہ محسوس کرے گا اور احتیاط برتے گا۔ کیونکہ وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں بادشاہ ہر وقت اسے دیکھتا ہے۔ اس کی حرکات وسکنات اور اٹھنا بیٹھنا اور دوسرے کام بادشاہ سے پوشیدہ نہیں۔

اگر تو یہ کہے کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے شخص واحد کی مانند ہیں۔ ان کی کوئی حرکت اللہ سے پوشیدہ نہیں لہذا اس گفتگو سے فائدہ؟ تو میں کہوں گا۔ یہ گفتگو اس شخص کے متعلق کی جارہی ہے جو بلند مرتبے پر فائز ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی قدرومنزلت اور شرافت حاصل ہے۔ ایسے شخص کو واقعی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بڑی نعمتوں سے اسے نوازا ہے اور جتنا زیادہ اس پر فضل واحسان فرمایا ہے اسی قدر اس پر شکر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ذرا سا التفات شکر میں کمی کا باعث اور اللہ کی اطاعت میں نقصان ہوگا۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

۱۔ تخریج پہلی گزر چکی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ اپنی صحیح میں حضرت عائشہ سے روایت کردہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

يَانِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ (الاحزاب :30)

''اے نبی کریم کی بیبیو! جس کسی نے تم میں سے کھلی بیہودگی کی تو اس کے لیے عذاب کو دو چند کر دیا جائے گا''

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو یہ وعید اس لیے سنائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زوجیت کا شرف عطا فرما کر ان پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ بھلا وہ جسے اللہ کا قرب اور وصال کی نعمت میسر ہے اسے کیوں نہیں آزمایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا۔ وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ مخلوق سے اس کو تشبیہ دی جائے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

پھل کو شاخ پر رہنے دے تاکہ پک چکے تو تو توڑ سکے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا کیا تجھے راحت و سرور چاہیے تو سکون و استقرار کا خواہاں ہے۔ امن، آتشی کی خواہش رکھتا ہے۔ نعمتوں اور برکتوں کے حصول کا ارادہ رکھتا ہے۔ حالانکہ تو جلنے اور پگلنے، نفس کو مارنے اور مجاہدہ کی بھٹی سے دور ہے۔ دنیا و آخرت کی مرادیں اور اعواض ابھی زائل نہیں ہوئے اور تیرے اندر ہزاروں خواہشیں، ہزاروں تمنائیں زندہ ہیں؟

ٹھہر جا۔ اے عجلت پسند جلدی کا ہے کی۔ بھاگنے سے کیا فائدہ۔ اے جھانکنے والے آہستہ آہستہ! دروازہ اس وقت تک بند رہے گا جب تک خواہش دم توڑ نہیں دیتیں حالانکہ تیرے اندر تو ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ جب تک ذرہ ذرہ پگل کر دل پاک نہیں ہو جاتا دروازہ بند رہے گا۔ مکاتب کے ذمے جب تک ایک درھم بھی ہے وہ غلام ہے۔ تیرے دل میں دنیا کی خواہشات کا ایک ذرہ بھی ہے تو تب بھی تو راہ نہیں پا سکتا۔

دنیا تیرا مطلوب و مقصود ہے۔ تو دنیا کی آرزو اور مراد کو اپنے دل میں بسائے ہے۔ ہر چیز کو خواہش کی نظر سے دیکھتا ہے۔ دنیا و آخرت کی ہر نعمت کا خواہش مند ہے۔ جب تک تجھ میں دنیاوی خواہشات باقی ہیں تو ہلاکت کے دروازے پر ہے۔ یہیں ٹھہر جا حتی کہ تجھے بتمام و کمال ان سے فنا حاصل ہو جائے۔ پھر تو بھٹی سے کندن بن کر نکلے گا۔ پھر تو آراستہ و پیراستہ، خوشبو لگا کر بادشاہ حقیقی کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور وہ تجھ سے مخاطب ہو کر کہے گا آج سے آپ ہمارے ہاں معزز و مکرم مہمان ہیں۔ پس تو انس و آرام پائے گا اور تجھ سے نرمی اور نیکی کا برتاؤ ہو گا۔ اللہ کے فضل و کرم سے تجھے کھلایا پلایا جائے گا۔ تجھے قرب بلکہ کمال قرب سے نوازا جائے گا۔ پھر تو اسرار و رموز غیبیہ پر مطلع ہو گا۔ اور حقائق تجھ سے مخفی نہیں رہیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عطا تجھے دنیا کی تمام چیزوں سے بے نیاز کر دے گی۔

سونے کی ان پتریوں کو نہیں دیکھتا جو بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی وہ دست بدست پھرتی ہیں۔ دن کو یہاں اور رات کو وہاں۔ کبھی عطر فروشوں کے ہاتھ میں اور کبھی سبزی والوں کے پاس، کبھی قصابوں کی جیب میں اور کبھی انگریزوں کے پاس۔ کبھی روغن بیچنے والوں کے ہاتھ میں اور کبھی خاکروبوں کے پاس۔ کبھی جوہریوں کے پاس اور کبھی ذلیل پیشہ کسی فرد کے پاس۔

پھر یہ پتریاں اکٹھی کر لی جاتی ہیں۔ سنار انہیں بھٹی میں ڈال دیتا ہے۔ اور آگ کی تپش سے وہ پگل جاتی ہیں۔ پھر ان پگلی ہوئی پتریوں کو نکالا جاتا ہے۔ انہیں کوٹ کر نرم کیا جاتا ہے اور اس سے زیور بنا دیا جاتا ہے۔ پھر اس زیور کو پالش کر کے خوشبو لگا کر بہترین جگہ احتیاط سے رکھا جاتا ہے۔ ان کی قیمت اور حیثیت بڑھ جاتی ہے سو جس الماری یا صندوق میں یہ زیور ہو اسے تالا لگا دیا جاتا ہے۔ پھر یہی زیور دلہنوں کے گلے کی زینت بنتا ہے۔ اس زیور کی بڑی تکریم ہوتی ہے۔ اسے سجایا جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ آراستگی پیدا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا

بھی ہوتا ہے کہ یہ زیور بادشاہ کی دلہن کے گلے کی زینت بنتا ہے۔ سونے کی پتریوں کو لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر بادشاہ کے حرم تک پہنچنے کیلئے کتنے مدارج طے کرنا پڑے۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہوا جب انہیں بھٹی میں پگلایا گیا اور پھر ضرب لگا کر اسے نرم کیا گیا۔

اے بندۂ مؤمن تیرا معاملا بھی ایسا ہے۔ اگر تو خدائی فیصلوں پر راضی رہا اور اللہ تعالیٰ تیرے اندر جو تصرف کر رہا ہے اس پر تو صبر کرے گا تو اسی دنیا میں اپنے مولا کا قرب پائے گا۔ علم و معرفت اور اسرار و حقائق کی نعمت سے سر فراز ہو گا۔ اور آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ سلامتی کے گھر میں رہائش پزیر ہو گا۔ تجھے ان نفوس قدسیہ کی معیت میں اللہ کا پڑوس نصیب ہو گا۔ حریم ذات تک تیری رسائی ہو گی۔ وہاں تیرا ٹھکانا ہو گا اور اسی ذات عزوجل سے تجھے انس حاصل ہو گا۔

صبر کر اور عجلت کا شکار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر سر تسلیم و رضا خم کر دے۔ اور حق کو الزام نہ دے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے عفو کی ٹھنڈک، اس کی بخشش کی حلاوت، اس کی رحمت، لطف اور کرم و احسان تجھے حاصل ہوں۔

کبھی فقر سے غنی حاصل ہوتی ہے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی حدیث: کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْراً۔[1]

---

[1] بیہقی کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے...... "اور ممکن ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آجائے"۔ دیکھیے "الشعب" حدیث نمبر 6612۔ حدیث ضعیف ہے۔ لیکن ابن حبان کی حدیث اس کی شاھد ہے جسے انہوں نے صحیح کہا ہے۔ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ انہ کان یقول۔ اللھم انی اعوذبك من الکفر والفقر. فقال رجل یا رسول اللہ ویعتدلان؟ قال رسول اللہ ﷺ نعم۔

"قریب ہے کہ فقر کفر کا سبب ہو جائے" کا مطلب یہ ہے کہ:

ایک انسان اللہ عزوجل پر ایمان لاتا ہے۔ پھر تمام امور اس کے سپرد کر دیتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ رزق صرف اسی کی درگاہ سے بآسانی مل سکتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ اسے مل گیا ہے (یا جو مصیبت اس پر نازل ہو گئی ہے) اس کا ٹلنا ممکن نہیں تھا۔ اور جو نہیں ملا وہ کسی صورت مل نہیں سکتا تھا۔ اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی پر یقین رکھتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا. وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

(الطلاق :3,2)

"اور جو (خوش بخت) ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے بنا دیتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کا راستہ اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو (خوش نصیب) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے"

بندۂ مؤمن اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی تو وہ عافیت و بے نیازی کی حالت میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے مصیبت اور فقر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بندہ التجا کرتا ہے اور آہ وزاری کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ مصیبت اور فقر سے اسے نجات نہیں دیتا۔ تو ایسے میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا یہ ارشاد گرامی متحقق ہو جاتا ہے کہ فقر کبھی کفر کا موجب بن جاتا ہے۔

جس پر اللہ کریم لطف و کرم فرما دے اس کی مصیبت ٹل جاتی ہے اور اسے عافیت اور غنیٰ عطا کر دیتا ہے۔ اور اسے توفیق بخشتا ہے کہ وہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائے۔ سو اسے اللہ تعالیٰ لقاء کی گھڑی تک اسی طرح رکھتا ہے۔ یہ پہلا آدمی ہے۔

اور جسے اللہ کریم آزمانا چاہے تو اس کی مصیبت اور فقر کو دوام دے دیتا

ہے۔ ایمان کی مدد اس سے دور کر دیتا ہے۔ وہ حق تعالیٰ پر تہمت لگاتا ہے اور اعتراض کرتا ہے۔ اللہ کریم کے وعدہ پر شک کرتا ہے اور کافر ہو کر، اللہ کی آیات کا منکر بن کر اپنے رب سے ناراض ہو کر مرتا ہے۔ یہ دوسرا آدمی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اسی قبیل کے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَجُلٌ جَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ بَیْنَ فَقْرِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ[1]

"قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب دیا جانے والا شخص وہ ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فقر میں مبتلا رکھا اور آخرت میں (جہنم کے) عذاب میں مبتلا کیا"

نعوذ باللہ من ذالك۔ یہی وہ فقر ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔

تیسرا آدمی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مقام اصطفاء اور منزل اجتباء پر فائز کرنا چاہتا ہے۔ اس کا شمار اللہ کے خاص محبوب بندوں اور دوستوں میں ہوتا ہے۔ وہ انبیاء و اولیاء کا وارث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم بندوں، علماء و حکماء امت، شفعاء و مشائخ، معلم وھادی، مرشد و متبوع انسانوں میں وہ گنا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو سنن ھدیٰ کی تلقین کرتا ہے اور برائی سے اجتناب کی نصیحت فرماتا ہے۔

ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ صبر کے پہاڑ، رضا کے سمندر اور فعل مولیٰ میں فنا و موافقت کی سعادت عطا فرما دیتا ہے۔ اور پھر اسے طرح طرح کی نعمتوں اور برکتوں سے نوازتا ہے۔ رات دن خلوت و جلوت میں اس پر خصوصی کرم فرماتا ہے۔ ظاہری و باطنی کئی لحاظ سے اس پر لطف و کرم کرتا ہے۔ طرح طرح کی اسے نعمتیں دیتا ہے۔ اور اس وقت تک اسے نوازتا رہتا ہے جبتک کہ وصالِ حق نہیں آجاتا۔

---

[1] میرے پاس جتنے مصادر ہیں ان میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔

صبر کا ذائقہ ترش ہے لیکن ہے یہ شہد

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ فرمایا: کتنے تعجب کی بات ہے کہ تو اکثر کہتا ہے۔ میں کونسا عمل کروں۔ اور کونسا حیلہ اختیار کروں کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔

پس تجھے کہا جاتا ہے۔ اپنی جگہ ٹھہر جا اور اس وقت تک اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ کہ اس ذات کی طرف سے کشائش کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو جاتی جس نے تجھے ٹھہر جانے کا حکم دیا ہے۔

رب قدوس کا ارشاد ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران: 200)

"اے ایمان والو! صبر کرو اور ثابت قدم رہو (دشمن کے مقابلے میں) اور کمر بستہ رہو (خدمت دین کے لیے) اور (ہمیشہ) اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو جاؤ"

اے بندۂ مومن! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریم میں تجھے صبر کا حکم دیا پھر ثابت قدمی کا۔ پھر خدمت دین میں کمر بستہ رہنے کا۔ پھر ہمیشہ نیکی پر اور صبر پر کار بند رہنے اور اس کی حفاظت کرنے کا۔ پھر اس کے بعد تنبیہ کی کہ صبر کو ترک نہیں کر دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکال باہر نہ کرنا کیونکہ بھلائی اور سلامتی صبر میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ کَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ[1]

کہتے ہیں کہ ثواب بقدرِ عمل ہوتا ہے لیکن صبر کا ثواب اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔ اس کا ثواب بے حساب ہے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ رب قدوس کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر :10)

"(مصائب و آلام میں) صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا"

جب تجھے خوف ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تجھے صبر کی حفاظت پر قائم رکھے اور حدود کی محافظت میں تیری حفاظت فرمائے تو وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ جیسا کہ کلام مجید میں ہے۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (الطلاق :2-3)

"اور جو (خوش بخت ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بنا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے نجات کا راستہ۔ اور اسے (وہاں سے) رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا"

۱۔ اس حدیث کو دیلمی نے "الفردوس" میں حضرت انس مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ بیہقی نے "الشجر" میں حضرت علی سے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مناوی "فیض القدیر" ج 234/4 میں فرماتے ہیں۔ "الصبر من الایمان بمنزلہ الرأس من الجسد"۔ کیونکہ صبر دین کے ہر باب بلکہ ہر مسئلے میں ضروری ہے۔ اسے دین میں سر کی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سر کٹ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔ پھر بلند آواز سے فرمایا جس میں صبر نہیں اس کا ایمان نہیں۔ یعنی صبر نہ ہو تو ایمان کامل نہیں ہوتا اور انسان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ "عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی کنارے پر (کھڑے ہو کر) پھر اگر پہنچے اسے بھلائی (اس عبادت سے) تو مطمئن ہو جاتا ہے اس سے اور اگر پہنچے اسے کوئی آزمائش تو فوراً (دین سے) منہ موڑ لیتا ہے۔

تو صبر کی وجہ سے متوکلین میں سے ہو جائے گا۔ تیرے تمام مصائب زائل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیے گئے کفایت کے وعدہ کو پورا فرمائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق :3)

"اور جو (خوش نصیب) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے"

تو اپنے صبر اور توکل کی وجہ سے احسان کرنے والوں میں سے ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنا محبوب بندہ بنالے گا۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (المائدہ :13)

"بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو"

صبر دنیاو آخرت میں بھلائی اور سلامتی کی بنیاد ہے۔ اسی کی دولت بندۂ مؤمن حالت تسلیم ورضا تک ترقی کرتا ہے۔ پھر بتدریج اسے ظاہر و غیب میں فنا فی اللہ کا مقام نصیب ہوتا ہے۔

خبردار! صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ورنہ دنیاو آخرت میں ذلیل و رسوا ہو جائے گا اور دارین کی بھلائی سے محروم ہو جائے گا۔

محبت کا ترازو خواہش ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اپنے دل میں جب کسی شخص کی محبت یا نفرت پائے تو اس شخص کے اعمال کو کتاب و سنت پر پیش کر اگر وہ قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں قابل نفرت ہے تو پھر مژدہ کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ موافقت کی ہے۔ اگر اس کے اعمال کتاب و سنت کی رو سے قابل محبت ہیں اور تیرے دل میں اس کی نفرت پائی جاتی ہے تو سمجھ جا کہ تو خواہش کا بندہ ہے۔ اس شخص سے اپنی خواہش کی وجہ سے

نفرت کر رہا ہے۔ اور اس سے کینہ اور بغض رکھ کر ظلم کر رہا ہے۔ اور یوں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر کے معصیت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اپنے بغض سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ کر اور اس شخص کے علاوہ دوسرے محبوبانِ بارگاہ الٰہی، اولیاء واصفیاء اور صالحین امت کی محبت کا سوال کر تا کہ تو ان سے محبت کر کے اللہ تعالیٰ سے موافقت اختیار کر لے۔

اسی طرح جس سے محبت کرتا ہے اس کے اعمال کو قرآن و سنت پر پیش کر۔ اگر قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق وہ قابل محبت ہے تو اس سے محبت کر۔ قابل نفرت ہے تو نفرت کر۔ تا کہ تیری اس کے ساتھ محبت اور نفرت اپنی خواہش کی وجہ سے نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ مخالفت نفس کا حکم دیتا ہے۔

ولا تتبع الھوی فیضلك عن سبیل اللہ (ص :26)

"اور نہ پیروی کیا کرو ہوائے نفس کی وہ بہکا دے گی تمہیں راہ خدا سے"

محبت صرف ایک ہی محبوب سے ہوتی ہے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تعجب ہے تو اکثر کہتا ہے میں جس کو پسند کرتا ہوں اس کی صحبت ہمیشہ میسر نہیں رہتی۔ کوئی نہ کوئی چیز ہماری جدائی کا سبب بن جاتی ہے۔ یا تو محبوب غائب ہو جاتا ہے یا موت یا عداوت اسے مجھ سے الگ کر دیتی ہے۔ میرا پسندیدہ مال تلف ہو جاتا ہے اور میرے ہاتھ سے چھن جاتا ہے۔ (نہ کسی انسان کا وصال میسر رہتا ہے اور نہ پسندیدہ مال کا)

پس اس کا جواب یہ ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ تو حق تعالیٰ کا محبوب و مطلوب اور منظورِ نظر ہے۔ اسے غیرت آتی ہے کہ تو دوسروں سے مراسم رکھے۔ جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے اس نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا اور تو غیر کا

بنا پسند کرتا ہے؟

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (المائدہ : 54)

"محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے"

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (الذاریات :56)

"اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن وانس کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں"

کیا تو نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا:

اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِنْ صَبَرَ اِقْتَنَاہُ . قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَا اقْتَنَاہُ؟ قَالَ . لَایَذَرُلَہٗ مَالاً وَلَا وَلَدًا

"جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ اگر وہ صبر کرے تو اسے ہر چیز سے بے نیاز کر کے اپنا بنا لیتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ بے نیاز کر کے اپنا کیسے بنا لیتا ہے۔ فرمایا نہ اس کے مال کو باقی چھوڑتا ہے اور نہ بچے کو زندہ چھوڑتا ہے"[1]

اور یہ اسے لیے کرتا ہے کہ مال ودولت اور اولاد ہو گی تو میرا بندہ ان کی محبت میں پھنس جائے گا اور اس طرح اپنے رب کے ساتھ اس کی محبت بٹ جائے گی۔ کم ہو جائے گی اور پارہ پارہ ہو جائے گی۔ وہ بیک وقت اللہ اور غیر اللہ کی محبت کا دم بھرنے لگے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ شریک کو قبول نہیں کرتا۔ وہ غیور اور قاہر ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہر چیز اس کے حکم کے سامنے

---

[1] دیلمی "الفردوس" حدیث نمبر 968 راوی ابی عتبہ الخولانی رضی اللہ عنہ۔ حدیث ضعیف ہے۔

سر افگندہ ہے۔ پس وہ شرک کو (اولاد کی صورت میں ہو یا مال کی صورت میں) ہلاک اور تلف کر دیتا ہے تاکہ اس کے بندہ کے دل میں کسی اور کی محبت نہ رہے اور وہ خالصتاً اپنے رب کی محبت میں سرشار رہے۔ پس یوں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پورا ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے۔ جب دل تمام شرکاء و انداد سے خالی ہو جائے گا یعنی بندۂ مؤمن کے دل میں نہ اہل و عیال کی محبت رہے گی اور نہ مال و دولت کی چاہت نہ لذات و شہوات کی طلب رہے گی اور نہ حکومت و ریاست کا شوق نہ کرامات احوال کی تمنا رہے گی اور نہ منازل و مقامات کی آرزو۔ نہ جنت و درجات جنت کی خواہش اور نہ قرب و وصول الی اللہ کا خیال۔ پس بندہ مؤمن کا دل ہر ارادے اور ہر خواہش سے جب اس طرح پاک ہو جائے جیسے ٹوٹا ہوا برتن کہ جس میں کوئی مائع نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اللہ کے فعل اور اللہ کی غیرت اور ہیبت کی دیواریں بلند کر دی جاتی ہیں اور کبریائی اور سطوت کی خندقیں کھود دی جاتی ہیں۔ دل میں نہ کسی چیز کا ارادہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کسی چیز کی خواہش سر اٹھا سکتی ہے۔ ایسے میں دل کو مال دولت، اہل و عیال، دوست احباب جیسے اسباب اور کرامات و حاکم اور عبادات کوئی نقصان نہیں دے سکتیں۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں دل سے باہر ہوتی ہیں۔ دل پر الٰہی پہرے ہوتے ہیں پس اللہ تعالیٰ غیرت نہیں فرماتا۔ بلکہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کیلئے باعث عزت و کرامت لطف، کرم اور نعمت بن جاتی ہیں۔ اللہ کے اس بندے کی خدمت میں حاضر ہونے والے ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں چونکہ اس بندے کا خاص رتبہ اور مقام ہوتا ہے اس لیے اس کے طفیل آنے والے بھی عزت و تکریم سے نوازے جاتے ہیں۔ ان کی بھی مصائب و آلام سے حفاظت کی جاتی ہے۔ یوں یہ بندۂ مؤمن بندگانِ خدا کا نگہبان، کفایت کنندہ، اور ملجا و ماوی بن جاتا ہے۔ اس کے صدقے لوگوں کی تمنائیں پوری ہوتی ہیں مصائب سے خلاصی پاتے ہیں اور یہ بندۂ خدا دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی شفاعت کرتا ہے۔

مقاماتِ خلق اور منازلِ رجال

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ آدمی جس کے پاس نہ زبان ہوتی ہے اور نہ دل۔ اس سے مراد اللہ کا نافرمان مغرور، غبی اور بے کار آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ اس میں کوئی بھلائی اور خیر کا پہلو نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ خس و خاشاک کی مانند ہیں جن کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ ان کے دلوں میں ایمان کا چراغ روشن کردے اور ان کے جوارح کو اپنی اطاعت پر لگادے تو الگ بات ہے۔

خبردار کہیں ان میں سے ہو جاؤ۔ ان کی پناہ نہ لے۔ ان کا اعتبار نہ کر اور نہ ان کی سنگت اختیار کر۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ مغضوب و معتوب ہیں انہیں عذاب دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کیلئے دوزخ کی آگ ہے۔ ہم ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ہاں اگر تو عالم باللہ ہے۔ خیر کا معلم، دین کا ہادی قائد اور رہنما ہے تو پھر ان کے پاس ضرور جا۔ انہیں اطاعتِ خداوندی کی طرف بلا انہیں معصیت کے ہولناک انجام سے خبردار کر تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو مردِ میدان لکھا جائے اور تجھے انبیاء و رسل جیسا ثواب عطا کیا جائے۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

لان یهدی الله بهداك رجلا خیر لك مما تطلع علیه الشمس.

"یقیناً تیری دعوت سے اللہ تعالیٰ کا ایک شخص کو ہدایت دے دینا تیرے لیے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے"

دوسرا وہ آدمی ہے جس کے پاس زبان تو ہے لیکن دل نہیں۔ وہ حکمت بھری باتیں کرتا ہے لیکن عمل سے عاری ہے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے لیکن خود اس ذات سے دور بھاگتا ہے۔ دوسروں کے عیبوں کی قباحت بیان کرتا ہے لیکن خود ان قباحتوں کو اپنے دل میں ہمیشہ پروان چڑھاتا ہے۔ لوگوں کے سامنے پرہیز گار بنتا ہے جس کے جسم پر انسانی لباس ہے۔

ایسے لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنی امت کو خبردار کیا اور فرمایا ہے۔

اخوف ما اخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان[۱]

"اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ ہر منافق شخص ہے جو بات کرنا خوب جانتا ہے"

دوسری حدیث میں یوں ہے:

اخوف ما اخاف علی امتی من علماء السوء[۲]

۱۔ "الکامل" از ابن عدی ج 970/3 صحیح ابن حبان حدیث نمبر 80 جس کے راوی عمران بن حصین ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اخوف ما اخاف علیکم جدال المنافق علیم اللسان" "تم پر زیادہ خوف مجھے اس شخص سے ہے جو جھگڑالو، منافق اور ماہر لسانیات ہو" یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ میرے پاس جتنے مصادر ہیں ان میں یہ حدیث نہیں ملی۔ المنذری "الترغیب والترھیب" جلد 128/1 پر یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت کے علماء دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا تو انہوں نے اسے لوگوں پر خرچ کیا (پڑھایا) اور اس پر کسی عوض کا خیال نہ رکھا۔ اور نہ اس کے بدلے کوئی قیمت لی۔ ایسے شخص کیلئے سمندر کی مچھلیاں، خشکی کے جانور اور فضا میں اڑنے والے پرندے سبھی استغفار کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سردار اور شریف کی حیثیت سے حاضر ہوگا حتی کہ اسے مرسلین کی رفاقت نصیب ہوگی۔ دوسرا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا۔ لیکن اس نے اللہ کے بندوں میں اسے عام کرنے میں بخل سے کام لیا حرص و طمع میں مبتلا ہوا۔ اور اس کے بدلے قیمت قبول کی۔ ایسے آدمی کو قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی اور ایک منادی کرنے والا منادی کرے گا۔ یہ وہ ہے جسے اللہ نے علم جیسی دولت سے نوازا مگر اس نے اللہ کے بندوں کو زیور علم سے آراستہ کرنے میں بخل سے کام لیا۔ اس پر حرص و لالچ کیا۔ اسی کے بدلے قیمت قبول کی اور اسی طرح ندا ہوتی رہے گی حتی کہ حساب سے فراغت ہو جائے گی۔

"اپنی امت کے بارے سب سے زیادہ خوف مجھے برے علماء کا ہے"

ایسے لوگوں سے دور رہیے اور ان سے بھاگ جائیے ورنہ اپنی لذت گفتار کے ذریعے تمہیں شکار کر لیں گے تو بھی ان کی نافرمانیوں کی آگ میں جلایا جائے گا۔

تیسرا آدمی وہ ہے جس کا دل تو ہے لیکن زبان نہیں۔ اس سے مراد وہ بندۂ مؤمن ہے جسے اللہ تعالیٰ لوگوں سے مستور رکھتا ہے۔ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اور اسے اپنے عیبوں پر مطلع کر دیتا ہے۔ ایسے انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ منور فرما دیتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں جو خرابیاں ہیں گفتگو میں جو برائیاں اور نقصان ہیں ان سے مطلع کر دیتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ بھلائی خاموشی اور گوشہ نشینی میں ہے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

من صمت نجا[1]

"جو خوموش رہا نجات پا گیا"

اور کہا جاتا ہے کہ عبادت کے دس اجزاء ہیں۔ ان میں سے تین خاموشی میں پوشیدہ ہیں۔[2]

یہ آدمی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی میں محفوظ ہے۔ اسے سلامتی کے ساتھ عقل اور فراست کا نور حاصل ہے۔ وہ خدائے رحمان کا ہم نشین ہے اللہ کے اس پر بے شمار انعامات ہیں۔ وہ ایسا شخص ہے کہ ہر قسم کی بھلائی

۱۔ مسند امام احمد ج 159/2 ترمذی۔ "الجامع الصحیح" حدیث نمبر 2501 راوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ ابن الدینا "الصمت و آداب اللسان" حدیث نمبر 36 میں وھیب بن الورد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حکمت کے دس اجزاء ہیں۔ نو خاموشی میں ہیں۔ دسواں عزلت نشینی میں ہے۔ ھناد بن السری "الذھد" میں ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ کیا میں تمہیں ایسی عبادت کی خبر نہ دوں جو سب عبادتوں سے آسان اور بدن پر ھلکی ہو ؟ (فرمایا) خاموشی اور حسن خلق۔

اس کے پاس موجود ہے۔ ایسے شخص کی سنگت اختیار کر۔ اس سے تعلقات قائم کر۔ اس کی خدمات بجالا۔ اس کی ضروریات کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کر۔ اور جن انعامات سے اللہ نے اسے نوازا ہے ان سے نفع اندوز ہونیکی سعی کر۔ اگر تو اللہ کے اس بندے کی صحبت اختیار کرے گا اور ان کی خدمت بجا لائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت فرمائے گا اور تجھے اپنا بنا لے گا۔ تجھے اپنے محبوب اور نیک بندوں کی صف میں شامل فرمادے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

چوتھا آدمی وہ ہے جس کے پاس دل بھی ہے اور زبان بھی اس سے مراد وہ آدمی ہے جسے فرشتوں میں عظیم انسان کے نام سے بلایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

مَنْ تَعَلَّمَ وَعَمَلَ بِهٖ وَعَلَّمَ دُعِیَ فِی الْمَلَكُوتِ عَظِيْمًا [1]

"جس نے علم حاصل کیا۔ پھر اس پر عمل پیرا ہوا اور دوسروں کو بھی تعلیم دی وہ ملکوت میں عظیم کے لقب سے بلایا جائے گا"

ایسا شخص در حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرتوں کا عرفان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نادر و نایاب علوم ودیعت فرما دیتا ہے اور اسے ایسے اسرار پر مطلع کرتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہوتے ہیں۔ اسے چن لیتا ہے۔ اپنا بنا لیتا ہے۔ اپنا عشق دے دیتا ہے۔ اپنی طرف ہدایت کر دیتا ہے۔ اور اپنی حضوری میں ترقی دے دیتا ہے۔ اس کا سینہ ان اسرار و علوم کے لیے کھول دیتا ہے۔ اسے بزرگ، متقی، حجت، مھدی ھادی شافع و مشفع صادق، مصدق اور اپنے رسولوں اور نبیوں کا خلیفہ اور جانشین بنا دیتا ہے۔ علیھم صلوۃ و تحیاتہ و برکاتہ بنی آدم میں یہ بندہ غایت و منزل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے بڑا مرتبہ صرف نبوت کا ہے۔

---

[1] اسے ابو خیثمہ النسائی نے کتاب "العلم" میں اور ابن جوزی نے۔ "حضرت سفیان ثوری" کے حالات میں نقل فرمایا ہے۔

اس بندۂ خدا کی صحبت اختیار کر۔ کسی حالت میں اس کی مخالفت، اس سے منافرت، دوری اور دشمنی نہ رکھ۔ اس کی نظر میں اپنی پزیرائی، اسے بات کا جواب دینے اور نصیحت کرنے کو ترک کر دے۔ سلامتی اسی میں ہے جو وہ بندۂ خدا فرماتا ہے یا جو اس کے پاس (نصیحت) ہے دوسرے لوگوں کے پاس جو کچھ ہے وہ ہلاکت اور گمراہی ہیں۔ اگر دیکھ سکتا ہے تو اپنے فائدے کے لیے دیکھ۔ اگر احتیاط کرنے والا ہے تو احتیاط کر اگر اپنی ذات پر شفقت رکھتا ہے اور اپنی بھلائی چاہتا ہے تو میری بات مان۔

هَدَ انَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ لِمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ . دُيْنَاوَ اُخْرٰى بِرَحْمَتِهٖ

ہر ایک مدت لکھی ہوئی ہے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: کتنے تعجب کی بات ہے کہ تو اپنے پروردگار سے نالان ہے۔ اسے الزام دیتا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ مجھے روزی نہیں دی۔ غنی نہیں بنایا۔ مجھے مصائب و آلام سے نجات نہیں دی۔

کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ ہر کام کیلئے ایک مقرر وقت ہے جسے پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔ ہر ایک مصیبت اور دکھ نے آخر مٹنا ہے۔ ہر تکلیف کی انتہاء ہے اپنی مدت پر اسے ختم ہونا ہے سو اس تکلیف سے نجات نہ پہلے ہو سکتی ہے اور نہ ہی مقررہ وقت کے بعد۔

مصیبت کے اوقات میں عافیت نہیں ہو سکتی اور سختی کا وقت آسانی کے وقت کے ساتھ نہیں بدل سکتا۔ اور محال ہے کہ فقر کی حالت غنی میں بدل جائے۔

ادب کو ملحوظ خاطر رکھ۔ خاموشی، صبر، رضا اور موافقت کو اختیار کر۔ اللہ سے نالاں رہنے اور اسے تہمت دینے سے توبہ کر۔ بارگاہ خداوندی میں انسانوں کی طرف بتقاضائے طبیعت بشری بغیر کسی گناہ کے انتقام اور بلاوجہ گرفت نہیں۔

اللہ کریم ازل سے یکتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اس کی ابتداء نہیں۔ اسی

نے ہر چیز تخلیق کی۔ اور ہر چیز کے فوائد اور نقصانات پیدا کیے۔ وہ ہر چیز کی ابتداء کو بھی جانتا ہے اور انتہاء کو بھی۔ اس کے اختتام کو بھی جانتا ہے اور انجام کو بھی۔ وہ اپنے فعل میں حکیم ہے۔ اپنی صنعت گری میں مضبوط ہے۔ اس کے فعل میں تناقض نہیں۔ کسی چیز کو فضول پیدا نہیں کرتا۔ اس کا کوئی کام عبث نہیں۔ وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ اسے اس کے افعال میں ملامت نہیں کیا جا سکتا۔

اگر صبر و رضا اور اللہ کے فعل سے موافقت اور غنی کی ہمت نہیں تو فراخی اور کشائش کا انتظار کر حتی کہ مصیبت کے دن پورے ہوں اور مرور وقت کے ساتھ ساتھ اللہ کریم حالت میں تبدیلی فرمادے۔ جس طرح سردی گرمی میں اور رات دن میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اگر تو مغرب اور عشاء کے درمیان دن کی روشنی تلاش کرے تو ممکن نہیں۔ بلکہ لحہ بلحہ اس کی تاریکی میں اضافہ ہوتا جائے گا حتی کہ تاریکی اپنی انتہاء کو پہنچ جائے گی۔ پھر فجر طلوع ہو گی اور ہر طرف دن کی روشنی چھا جائے گی۔ تو چاہے یا نہ چاہے یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اگر تو عین دوپہر کے وقت رات کی واپسی طلب کرے تو تیری دعا قبول نہیں ہوتی اور دوپہر کی روشنی میں تاریکی کا خواب پورا نہیں ہو گا کیونکہ یہ طلب بے وقت ہے۔ سو تو خائب و خاسر، بے نیل و مرام رہے گا سب کچھ چھوڑ دے۔ سر تسلیم خم کر۔ اپنے رب کے بارے حسن ظن رکھ اور صبر سے کام لے جو تیرا ہے تجھ سے چھینا نہیں جائے گا اور جو تیرا نہیں تجھے دیا نہیں جائے گا۔

بخدا تو طلب کر۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و زاری کر۔ گڑگڑا کر دعا کر اطاعت وانقیاد کے جذبہ سے اور اس کی فرمانبرداری کی نیت سے۔ کیونکہ اس کا حکم ہے۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (غافر :60)

"مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا"

وَ اسْئَلُوْا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ (النساء :32)

"اور مانگتے رہو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (و کرم) کو"

اور دوسری کئی آیات واحادیث اس حقیقت پر گواہ ہیں۔

تو اس کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کر۔ وہ ضرور کرم فرمائے گا لیکن اس کی قبولیت کے لیے ایک وقت، ایک مدت مقرر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا دعا قبول ہو جائے گی۔ یا پھر دعا کی قبول نہ ہونے میں کوئی دنیاوی یا اخروی مصلحت پوشیدہ ہو گی۔ یا تیری دعا اور اللہ کے فیصلے اور اس کی مدت کے پورے ہونے میں موافقت ہو جائے گی۔ (ادھر تو دعا کرے گا ادھر اس کی قبولیت اور تیرے مقصود کے بر آنے کا وقت آچکا ہو گا)

قبولیت میں تاخیر کی وجہ سے اسے الزام نہ دے اور مایوس نہ ہو دعا کرنے میں بہر حال فائدہ ہے نقصان نہیں۔ اگر تجھے فوری فائدہ نہیں پہنچا تو کوئی نقصان بھی تو نہیں پہنچا۔ اگر فوری اجابت نہیں ہوئی تو کل کو اس کا ثواب تو ملے گا۔ حدیث مبارکہ ہے۔

اِنَّ الْعَبْدَ یَرٰی فِیْ صَحَائِفِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَسَنَاتٍ لَمْ یَعْرِفْھَا فَیُقَالُ لَہٗ اِنَّھَا بَدَلُ سُؤَالِکَ فِی الدُّنْیَا. اَلَّذِیْ لَمْ یُقَدَّرْ قَضَاءُ ہٗ فِیْھَا [1]

قیامت کے روز بندہ اپنے نامہ اعمال میں ایسی نیکیاں دیکھے گا جن سے وہ ناواقف ہو گا۔ اس سے کہا جائے گا یہ دنیا میں کی گئی تیری دعا کا بدلہ ہے جس کے بارے اللہ کا فیصلہ پورا نہیں کیا گیا تھا" اور کما قال رسول اللہ ﷺ

---

[1] میرے پاس حدیث پاک کے جتنے مصادر ہیں ان میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔ لیکن اس سے ملتی جلتی ایک اور حدیث طبرانی نے "الدعا" میں ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص دعا کرتا ہے جس میں نہ گناہ کی کوئی بات ہوتی ہے اور نہ قطع رحمی کا سوال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے تین میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتا ہے۔ یا تو اس دعا کے بدلے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یا فوراً اس دنیا میں اسے اس کا صلہ دے دیتا ہے یا آخرت کیلئے اسے ذخیرہ فرما دیتا ہے"

دعا کرنے سے اور کچھ بھی حاصل نہ ہو تو کم از کم اللہ وحدہ لاشریک کی یاد کی سعادت تو حاصل ہو ہی جائے گی۔ اس میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار بھی ہے۔ کیونکہ تو صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہے اور اس کے سواء کسی اور کے دروازے پر دستک نہیں دے رہا۔ تیرے لیل و نہار، صحت و تندرستی غنیٰ و فقر کی حالت اور سختی کی حالت بلکہ تیری پوری زندگی دو حالتوں میں منقسم ہے۔

یا تو دعا ہی نہیں کر رہا بلکہ اللہ کے کیے پر راضی ہے۔ اور اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کیے موافقت فعل ربی کی راہ پر گامزن ہے۔ اور غسال کے ہاتھوں میں میت اور دایہ کے ہاتھوں شیر خوار بچے کی مانند بے حس و حرکت ہے۔ یا پھر گھڑ سوار کے ہاتھوں گیند کی مانند ہے کہ وہ جس طرف چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ جس سمت چاہتا ہے الٹتا پلٹتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ خود تجھ میں کام کر رہا ہے اور تو اس کے سامنے کوئی حرکت نہیں کر رہا۔ اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں نعمتیں میسر ہوں تو تیری طرف سے شکر اور حمد و ثنا کی جاتی ہے۔ اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اپنی عطا میں اضافہ فرماتا ہے۔

جیسا کہ اس کا ارشاد ہے :

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم : 7)

"اگر تم سابقہ نعمتوں پر شکر کرو گے تو میں تمہارے لیے ان میں اور اضافہ کروں گا"

اگر دکھ اور تکلیف ہو تو اللہ کی توفیق ثابت قدمی، نصرت، نماز اور رحمت کی وجہ سے تو صبر و رضا کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنا فضل فرماتا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ :153)

"بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

یعنی اللہ ان کی مدد فرماتا ہے اور انہیں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور کیوں نہ

ہو،بندہ صبر کر کے اپنے نفس خواہش اور شیطان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد کرتا ہے۔جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰہَ یَنْصُرْ کُمْ وَیُثَبِّتُ اَقْدَامَکُمْ (محمد :7)

"اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور (میدان جہاد میں) تمہیں ثابت قدم رکھے گا"

جب اللہ پر اعتراض اور تسخط کی روش ترک کر کے اپنے نفس کی مخالفت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا اور اپنے نفس کے خلاف اللہ کا مددگار بن جائے گا اور اللہ کی رضا کی خاطر تلوار ہاتھ میں لیے نفس پر پہرہ دے گا اور جب بھی نفس کفر، شرک اور اپنی رعونت سے حرکت کرے گا تو تو اپنے صبر ،رب کی موافقت اس کے فعل پر طمانیت اور وعدۂ خداوندی پر رضا کے ذریعے اس کا سر قلم کر دے گا تو اللہ تعالیٰ تیرا معاون اور مددگار بن جائے گا۔

صبر ہی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر شفقت و مہربانی کی نظر ہوتی ہے۔رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ (البقرہ :155:157)

"اور خوشخبری سنایئے ان صبر کرنے والوں کو۔جو کہ پہنچتی ہے انہیں کوئی مصیبت تو کہتے ہیں بیشک ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" یہی وہ (خوش نصیب) ہیں جن پر ان کے رب کی طرح طرح کی نوازشیں اور رحمت ہے اور یہ لوگ سیدھی راہ پر ثابت قدم ہیں"

دوسری حالت یہ ہے کہ تو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عاجزی و انکساری سے دعا کرے۔ اور نیت یہ رکھے کہ وہ عظیم ذات ہے اور مجھ پر لازم ہے کہ اس کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سوال کروں اور وہ اس لائق ہے کہ اس کی جناب میں دست سوال دراز کیا جائے۔ کیونکہ وہ کائنات کا مالک ہے اور اس کا حکم ہے کہ مجھ سے مانگو اور مجھ سے رجوع کرو۔ اللہ کریم نے دعا کو وجہ سکون، اللہ اور بندے کے درمیان رابطہ اور اپنے قرب کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تاخیر کی وجہ سے اسے تہمت نہ دے۔ اس سے نالاں نہ ہو۔ کیونکہ ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا ہے۔

ان دو حالتوں میں سے ایک حالت کو اپنا لے اور دونوں حالتوں سے تجاوز کرنے والوں سے نہ ہو جا۔ کیونکہ کوئی تیسری حالت ہے ہی نہیں۔

حد سے تجاوز کرنے والوں اور ظالموں سے نہ ہو جا۔ ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تیری ہلاکت کی اللہ کو کوئی پروہ نہیں۔ جیسے کہ پہلی امتوں کو دنیا میں بھی سخت عذاب سے دوچار کیا اور آخرت میں انہیں دردناک عذاب کا مستحق ٹھہرایا۔ سبحان اللہ العظیم. یاعالما بحالی علیك اتکالی

چراگاہ کے اردگرد گھومنے والا کسی وقت بھی چراگاہ کے اندر آسکتا ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: زھد و تقوی اختیار کرو ورنہ ہلاکت کا پھندا تیری گردن میں ہوگا اور تو اس سے کبھی نجات نہیں پاسکے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے تو الگ بات ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

اِنَّ مَلَاکَ الدِّیْنِ الْوَرْعُ. وَهَلَاکُهُ الطَّمْعُ وَاِنَّ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمَی یُوْشِكُ اَنْ یَقَعَ فِیْهِ . کَالرَّاتِعِ اِلٰی جَنْبِ الزَّرْعِ

يُوْشِكَ اَنْ يَمُدَّفَاهُ اِلَيْهِ لَا يَكَادُ اَنْ يَسْلَمَ الزَّرْعَ مِنْهُ[۱]

"دین کا مدار زھد ورع ہے اور اس کی ہلاکت لالچ ہے۔ بلاشبہ جو چراگاہ کے ارد گرد گھومتا ہے کسی وقت بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ کھیتی کے کنارے چرنے والے جانور کی مانند قریب ہے کہ اس کا منہ اس تک پہنچ جائے ممکن نہیں کہ کھیتی اس سے محفوظ رہے"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم دس میں سے نو چیزیں اس خوف سے ترک کر دیتے ہیں کہ حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، ہم ستر مباح دروازے اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں گناہ نہ کر بیٹھیں[۲]

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی یہ احتیاط صرف اس وجہ سے ہے کہ کہیں حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ان کے پیش نظر تھی۔

اِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمٰى وَاِنَّ حِمٰى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ فَمَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَقَعَ فِيْهِ[۳]

۱۔ میرے پاس موجود مصادر میں یہ حدیث نہیں ملی۔ ہاں بخاریؒ کی روایت کردہ ایک حدیث اس کی شاہد ہے نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان مشکوک چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جس نے مشکوک چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی۔ اور جو مشکوک چیزوں میں پڑ گیا وہ اس گڈریے کی مانند ہے جو چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے وہ کسی وقت بھی اندر جا سکتا ہے۔ ہر ایک بادشاہ کی محفوظ چراگاہ ہے اور زمین میں اللہ کی محفوظ چراگاہ محارم ہیں۔ حدیث نمبر 56

۲۔ "الاتحاف" از۔ زبیدی۔ ج 25/6

۳۔ تاریخ ابن عساکر۔ ج 273/3 نعمان بن شیر راوی ہیں۔

"ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ جو اس چراگاہ کے اردگرد گھوما قریب ہے کہ اس میں واقع ہو جائے"

جو شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ پہلے دروازے سے آگے گزر، گیا۔ پھر دوسرے دروازے کو عبور کیا اور تیسرے دروازے پر جا کر ٹھہر گیا وہ بہتر ہے اس شخص سے جو پہلے دروازے پر ہے۔ کیونکہ باہر والا دروازہ صحراء کے قریب ہے اگر تیسرا دروازہ اس پر بند بھی کر دیا گیا تو بھی اسے کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ۔ اس کے پیچھے محل کے دو دروازے اور ہیں۔ اور ان دو دروازوں کے باہر بادشاہ کی فوج کا پہرہ ہے۔

لیکن پہلے دروازے پر ٹھہرنے والا محفوظ نہیں۔ اگر یہ دروازہ بند کر دیا جائے تو وہ صحراء میں اکیلا رہ جائے گا اور بدمعاش اور دشمن اسے پکڑ کر ہلاک کر دیں گے۔

یوں ہی جو عزیمت کی راہ اختیار کرتا ہے اور اسے نہیں چھوڑتا۔ اگر توفیق اور حفاظت کی صورت میں کی جاتی مدد روک بھی لی جائے تو تب بھی اسے رخصت پر عمل کی توفیق تو حاصل رہے گی۔ اور اس طرح وہ عزیمت کو چھوڑ کر شریعت کی حدود سے باہر نہیں آئے گا۔ اور اس حالت میں اگر اسے موت آگئی تو اطاعت کی حالت میں آئے گی اور اس کے حق میں بہترین عمل کی گواہی دی جائے گی۔

لیکن جو رخصت پر عمل پیرا ہوا اور عزیمت کی طرف قدم نہیں بڑھایا تو اس سے اگر توفیق چھن جائے اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنی مدد واپس لے لے تو اس پر حرص و ہوا غالب آجائے گی۔ شہوات نفس اس پر مسلط ہو جائیں گی۔ وہ حرام میں پڑ کر شریعت کی حدوں سے باہر آجائے گا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں شیاطین کے زمرے میں آجائے گا۔ اگر توبہ سے پہلے اسے موت آگئی تو ہلاکت اس کا مقدر ٹھہرے گی ہاں رحمت و فضل خداوندی اسے ڈھانپ لے تو الگ بات ہے۔ بہر حال رخصت میں خطرہ ہے۔ اور عزیمت کی راہ اپنانے میں ہر قسم کی سلامتی ہے۔

دنیا کو طلاق دینا جنت کا مہر ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:
آخرت کو راس المال اور دنیا کو نفع خیال کر۔ اپنا پورا وقت آخرت کے حصول میں صرف کرنے کی کوشش کر۔ اگر اس سے کچھ وقت بچ جائے تو اسے اپنی دنیا اور معاش میں صرف کر دنیا کو راس المال اور آخرت کو اس سے حاصل ہونے والا نفع نہ بنا۔ کہ دنیا کمانے سے جو وقت بچے اسے آخرت کی بھلائی حاصل کرنے میں صرف کرنے لگے۔ پانچوں نمازیں چھٹ پٹ ادا کرے کہ بس ارکان کی ادائیگی پوری ہو جائے۔ رکوع و سجود کرتے ہوئے نہ واجبات نماز کا خیال رہے اور نہ ارکان کو سکون سے ادا کر سکے۔ یا پھر تھکاوٹ کی وجہ سے سو جائے اور ایک نماز بھی ادا نہ کرے۔ رات کو بھی مردار کی طرح سویا رہے اور دن کے وقت بھی بے کار لیٹا رہے۔ نفس اور شیطان کی پیروی میں آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالے۔ نفس کا بندہ و غلام اور سواری بن جائے۔ حالانکہ حکم تو تجھے یہ دیا گیا تھا کہ اس پر سواری کرے۔ اسے سدھائے اسے رام کرے اور اس پر سوار ہو کر سلوک کی راہ طے کرے جو آخرت اور مولا کی اطاعت کی راہ ہے۔ مگر تو نے اس کی غلامی کو قبول کر کے اس پر ظلم کیا۔ اور اپنی باگ اس ظالم سرکش کے ہاتھ میں دے دی اور اس کی شہوتوں، لذتوں کا پیرو ہو گیا۔ اس کا دوست بن بیٹھا۔ شیطان اور خواہش سے تعلقات کرے۔ دنیا بھی گئی اور آخرت بھی ہاتھ نہ آئی۔ دارین کی روسیاہی مقدر بن گئی۔ اور قیامت کو لوگوں میں سے غریب ترین اور دین و دنیا کے اعتبار سے خائب خاسر ٹھہرا نہ نفس کی پیروی کی وجہ سے مقدر سے زیادہ دولت ہاتھ آئی اور نہ آخرت کی بھلائی نصیب ہوئی۔ اگر تو نے اسے آخرت کی راہ پر چلایا ہوتا اور آخرت کو راس المال اور دنیا کو اس کا نفع تصور کیا ہوتا تو بآسانی خوشی خوشی دینا میں اپنے مقدر کو بھی پا لینا اور آخرت کی بھلائی سے محروم بھی نہ ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے

جیسے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا عَلٰی نِیَّۃِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُعْطِی الْاٰخِرَۃَ عَلٰی نِیَّۃِ الدُّنْیَا[۱]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ آخرت کی فکر پر دنیا عطا فرماتا ہے مگر دنیا کی فکر پر آخرت عطا نہیں فرماتا"

اور ایسا کیوں نہ ہو آخرت کی فکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ فکر اور نیت عبادت کی روح اور اس کی اصل ہے۔

جب دنیا میں زہد اختیار کر کے اور آخرت کو طلب کر کے تو نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی تو تو اللہ کے خاص بندوں اور اہلِ طاعت و محبت میں شمار ہوا۔ اور تجھے آخرت حاصل ہو گئی یعنی جنت اور اللہ تعالیٰ کا پڑوس۔ اور دنیا نے بھی تیری خدمت گزاری کی۔ اور جو مقدر میں لکھا تھا۔ اس کا ایک ایک دانہ مل گیا۔ کیونکہ دنیا کا ذرہ ذرہ مالک و خالق کا تابع ہے۔ اگر تو دنیا میں مشغول رہا اور آخرت سے اعراض برتتا رہا تو اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوا اور آخرت کی بھلائی بھی گئی۔ دنیا کی خوشنودی بھی حاصل نہ ہوئی اور تھک کر چور چور ہو گیا۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے دنیا اس کی اہانت کرتی ہے اور جو اس کریم کی اطاعت فرمانبرداری کرتا ہے دنیا اس کی عزت و تکریم بجا لاتی ہے۔ پس اس پر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی صادق آتا ہے:

اَلدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ ضُرَّتَانِ. اِنْ اَرْضَیْتَ اِحْدَاھُنَّ سَخِطَتْ عَلَیْکَ الْاُخْرٰی[۲]

۱۔ "الشہاب" از القضاعی۔ ج 164/2 راوی انس بن مالک۔ حدیث منقطع ہے۔ ایک راوی متروک ہے۔

۲۔ میرے پاس جو مصادر ہیں ان میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔

"دنیااور آخرت سوکنیں ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کو راضی کرے گا تو دوسری ناراض ہو جائے گی"

رب قدوس کا ارشاد پاک ہے:

مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ

(آل عمران :152)

"بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے"

یعنی کچھ لوگ ابنائے دنیا ہیں اور کچھ طالبان آخرت۔ دیکھ تو ان میں سے کس زمرے میں آتا ہے۔ اور دنیا میں ان دو فریقوں میں سے کس فریق میں شمولیت پسند کرتا ہے۔ مخلوق دو فریقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک فریق طالب دنیا ہے اور دوسرا فریق طالب آخرت۔

قیامت کے روز بھی ان کے دو گروہ ہوں گے۔ ایک فریق جنتی ہو گا اور دوسرا دوزخی۔ ایک فریق کو اپنے اعمال کا حساب دینے کیلئے طویل عرصہ کھڑا رہنا پڑے گا جہاں ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا جن کو آج تم شمار کرتے ہو۔ جیسا کہ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (الشوریٰ :7)

"ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق بھڑکتی آگ میں ہو گا"

نبی کریم ﷺ بھی یہی فرماتے ہیں:

اِنَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ عاكِفُوْنَ عَلَى الْمَوائِدِ عَلَيْهَا اَطَيبُ الطَّعَامِ وَالْفَوَاكِهِ وَالشَّهْدِ اَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ، يَنْظُرُوْنَ اِلَى مَنَازِلِهِمْ فِي الْجَنَّةِ حَتّٰى اِذَا فَرِغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلْقِ دَخَلُوْا الْجَنَّةَ يَهْتَدُوْنَ اِلَى مَنَازِلِهِمْ كَمَا يَهْتَدِيْ اَحَدُ النَّاسِ اِلَى مَنْزِلِهٖ[1]

---

[1] مجھے جتنے مصادر دستیاب ہیں ان میں یہ حدیث نہیں ملی۔

روز قیامت تم عرش کے سایہ میں ہو گے۔ تمہارے سامنے دستر خوان بچھے ہوں گے جن پر بہترین کھانے، پھل اور شہد رکھا ہو گا۔ اور یہ شہد برف سے زیادہ سفید ہو گا۔ تم جنت میں موجود اپنے گھروں کو دیکھو گے حتی کہ جب مخلوق اپنے حساب سے فارغ ہو گی تو تم جنت میں چلے جاؤ گے۔ تم سیدھے اپنے جنتی گھروں میں پہنچو گے جیسے کوئی شخص اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔

یہ سب کچھ انہیں ترک دنیا اور طلب آخرت اور طلب مولیٰ میں مشغولیت کی وجہ سے ملے گا۔ اور حساب کی طوالت اور طرح طرح کے عذاب اور ذلت ورسوائی صرف دنیا کی محبت ور غبت اور آخرت سے بے پرواہی برتنے کے سبب ہوں گے۔

اپنے نفس پر نظر رکھ لور اس کیلئے بہترین فریق کا انتخاب کر۔ اسے شیاطین یعنی برے لوگوں لور جنوں کی دوستی سے بچا۔ کتاب و سنت کو اپنا رہنما بنا۔ اسی کی تعلیمات پر نظر رکھ لور انہیں کے مطابق عمل پیرا ہو، قیل و قال لور ھوس کا شکار نہ ہو۔

رب قدوس کا ارشاد ہے:

وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر: 7)

"اور رسول کریم جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو۔ اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو کہ اللہ کے رسول کے لائے ہوئے دین کو چھوڑ کر اپنے لیے عبادت اور عمل کی نئی راہیں پیدا کر لو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گمراہ قوم کے بارے فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (الحدید: 27)

"اور رھبانیت کو انھوں نے خود ایجاد کیا تھا۔ ہم نے اسے ان

پر فرض نہیں کیا تھا“

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی محمد ﷺ کی پاکیزگی کو بیان کیا اور باطل اور جھوٹ سے ان کی تنزیہہ فرمائی اور کہا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى . اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى
(النجم :3-4)

”اور وہ تو بولتا ہی اپنے خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے“

یعنی جو کلام مجید آپ لائے ہیں وہ میری طرف سے نازل کردہ ہے۔ ان کی خواہش یا نفس کو اس میں دخل نہیں۔ اس لیے اس کی اتباع کرو۔

پھر فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
(آل عمران :31)

”اے محبوب! آپ فرمایئے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ“

بتا دیا کہ محبت کا راستہ نبی کریم ﷺ کی قولا اور فعلا اتباع ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

الاکتساب سنتی والتوکل حالتی اوکماقال[1]

”اکتساب میری سنت ہے اور توکل میری حالت ہے“

---

[1] میرے پاس جتنے مصادر ہیں ان میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ توکل اکتساب اور اسباب کو بروئے کار لانے کے منافی ہے جب تمام کام مقدر ہو چکے ہیں تو محنت کرنے سے کیا حاصل۔ یہ خیال فاسد ہے۔ محنت فرض بھی ہے۔ مستحب بھی ہے مباح بھی۔ اور بعض صورتوں میں مکروہ بھی۔ اور بعض صورتوں میں اکتساب اور محنت حرام ہے۔ حضور ﷺ توکل کے بلند درجہ پر فائز تھے لیکن اس کے باوجود ہتھیار بند ہوتے۔ تجارت فرماتے۔ حتی کہ کافروں نے الزام دیا۔ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ (الفرقان :7)

پس آپ کی سنت اور حالت دونوں کو اختیار کر۔ اگر تیرے ایمان میں کمزوری ہے تو کسب کو اختیار کر اور اگر ایمان قوی ہے تو دوسری حالت یعنی توکل کو اختیار کر۔ رب قدوس ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (المائدہ :23)

"اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر ہو تم ایماندار"

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق :3)

"اور جو (خوش نصیب) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے"

اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران :159)

"بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے"

اللہ تعالیٰ تجھے توکل کا حکم دے رہا ہے اور تجھے اس بارے تنبیہ فرما رہا ہے جیسا کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کو متنبہ فرمایا۔

تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کر۔ ورنہ یہ کام تیرے منہ پر دے مارا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ[1]

"جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے بارے ہمارا حکم نہیں تو وہ کام مردود ہے"

---

[1] امام مسلم اپنی صحیح کتاب الاقضیہ حدیث نمبر 18 میں حضرت عائشہ کی روایت سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں کہ "الرد" یہاں مردود کے معنی میں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ غیر مسنون عمل باطل اور غیر معتدبہ ہے۔ یہ حدیث قواعد اسلام میں ایک اہم عظیم قاعدہ ہے۔ اس کا شمار جوامع الکلم میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث ہر بدعت اور نئی چیزوں کا رد کرتی ہے۔ اسے حفظ کرنا چاہیے اور منکرات کے ابطال اور اس سے احکام مستنبط کرنے کیلئے اسے استعمال کیا جائے۔

یہ حکم عام ہے۔ کسب رزق، دوسرے اعمال اور اقوال میں آپ ﷺ کی پیروی ضروری ہے۔ کیونکہ آپ کے علاوہ ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اتباع کریں۔ اور نہ قرآن کریم کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے رہنمائی ہمارے لیے جائز ہے۔ پس قرآن و سنت کے دائرے سے باہر نہ جاور نہ ہلاک ہو جائے گا اور خواہش اور شیطان تجھے گمراہ کر دیں گے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص :26)

"اور نہ پیروی کیا کرو ہوائے نفس کی وہ بھکا دے گی تمہیں راہ خدا سے"

سلامتی قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ اور انہیں چھوڑ کر کسی اور کی پیروی ہلاکت ہے۔ قرآن و حدیث کی بدولت ہی انسان ولایت، بدلیت اور غوثیت کی حالت تک بتدریج ترقی کرتا ہے۔

حاسد گویا ناراض رہنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اے بندہ مؤمن! تو اپنے پڑوسی سے اس کے کھانے پینے، لباس، عورت، گھر، دولت و ثروت اور مولا کی دی گئی دوسری نعمتوں کی وجہ سے کیوں حسد کرتا ہے۔ اللہ کریم نے اس پر اپنا فضل و کرم فرمایا ہے تو اس پر کیوں جلتا ہے۔

کیا نہیں جانتا کہ حسد تیرے ایمان کو کمزور کر دے گا اور پروردگار کی نگاہ میں تجھے گرا دے گا اور وہ کریم تجھ سے ناراض ہو جائے گا۔

کیا تو نے نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ یہ حدیث قدسی نہیں سنی

"اَلْحَسُوْدُ عَدُوٌّ نِعْمَتِیْ"[1]

"حاسد میری (عطا کردہ) نعمت کا دشمن ہے"

اور کیا تو نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نہیں سنا؟

اَنَّ الْحَسَدَ یَاْ کُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْ کُلُ النَّارُ الْحَطَبَ[2]

پھر اے مسکین! تو کس لیے حسد کرتا ہے۔ کیا تو دوسرے کے نصیبے پر جلتا ہے یا اپنے نصیبے پر؟

اگر تو اپنے بھائی کے مقدر پر حسد کرتا ہے جو اللہ کی دین ہے۔

جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

(الزخرف :32)

۱۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "الاحیاء" ج188/3 میں حضرت ذکریا علیہ السلام کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔ اور اس پر یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں۔ "مُتَسَخِّطٌ لِقَضَائِیْ، غَیْرُ رَاضٍ بِقِسْمَتِیَ الَّتِیْ قَسَمْتُ بَیْنَ عِبَادِیْ" "میرے فیصلے سے نالاں۔ میری تقسیم جو میں نے اپنے بندوں میں جاری فرمائی اس پر ناراض ہے" اس کی ایک اور حدیث شاہد ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان لنعم اللہ اعداء" کچھ لوگ اللہ کی نعمتوں کے دشمن ہیں۔ قیل ومن اولائک۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ قال۔ فرمایا: الذین یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ "جو لوگوں سے ان نعمتوں کی وجہ سے حسد کرتے ہیں جو میں نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں"۔

۲۔ اسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں نمبر 4903 پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل فرمایا ہے۔ اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں نمبر 4210 پر انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند کی روایت سے فرمایا ہے۔ انہوں نے یہ الفاظ زیادہ روایت کیے ہیں۔ والصدقة تطفی الخطیئة کما یطفی الماء النار. والصلوٰة نور المؤمن والصیام جنة من النار. "اور صدقہ گناہوں کی آگ کو یوں بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو نماز مؤمن کا نور ہے اور روزے آگ سے بچاؤ کیلئے ڈھال ہیں" یہ حدیث ضعیف ہے۔ مناوی "فیض القدیر" ج 414/3 میں فرماتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حسد عبادات میں فساد برپا کرتا ہے۔ گناہوں پر ابھارتا ہے۔ یہ وہ لاعلاج مرض ہے جس میں عوام الناس کے علاوہ کئی علماء بھی مبتلا ہیں۔ حتی کہ اسی بیماری کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے اور جہنم رسید ہوئے۔ تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے حاسد کے شر سے اسی طرح پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ دیکھ حسد کتنا بڑا شر اور فتنہ ہے کہ اللہ نے حاسد کو شیطان اور جادوگر کی جگہ دی ہے۔ حسد کی وجہ سے اطاعت میں خلل پڑتا ہے۔ انسان گناہ اور معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بلاوجہ غم اور پریشانی اٹھاتا ہے۔ حسد کی وجہ سے دل اندھا ہو جاتا ہے حتی کہ احکام خداوندی سے ناواقف بن جاتا ہے۔ اسے احساس زیاں ہی نہیں رہتا۔ ایسا شخص کبھی اپنے مقصد کو نہیں پا سکتا۔ اس کی عقل بانجھ اور غم و اندوہ اس کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کے لیے دیکھیے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کی کتاب جو ہمارے مکتبے نے شائع کی ہے۔ یعنی سر الاسرار ص123۔

"ہم نے خود تقسیم کیا ہے ان کے درمیان سامان زیست کو
اس دنیوی زندگی میں"
تو تو اپنے بھائی پر ظلم کر رہا ہے۔

ایک آدمی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اسے طرح طرح کی نعمتیں میسر ہیں اللہ تعالیٰ کا اس پر بڑا فضل و کرم ہے۔ اس کے نصیب میں خیر ہی خیر ہے۔ ایسا مقدر کسی کو عطا نہیں ہوا۔ اے بندۂ مؤمن بھلا تجھ سے ظالم اور جاہل، غبی اور بے وقوف بھلا اور کون ہے جو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے جل رہا ہے۔

اگر تجھے اپنی قسمت پر حسد ہے تو تو کمال جاہل اور بے وقوف ہے۔ تیری قسمت میں لکھا کسی دوسرے کو تو مل نہیں سکتا اور نہ تجھ سے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ رب قدوس کا ارشاد گرامی ہے۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (ق :29)

"میرے ہاں حکم بدلا نہیں جاتا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں"

اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا تیرے مقدر اور نصیبے میں لکھی نعمتیں تجھ سے لیکر کسی دوسرے کو دے دے۔ ایسا سوچنا جہالت ہے اور اپنے بھائی سے زیادتی کے مترادف ہے۔

مؤمن یا فاجر پڑوسی سے حسد کرنے سے زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ تو زمین سے حسد کرے جو سونے، چاندی اور دوسرے کنوز و خائز اور جواہر کا معدن ہے جس کے اندر سے عاد، ثمود، کسریٰ، قیصر نے خزانے نکال کر جمع کیے۔ تیرے پڑوسی کے پاس تو اس دولت کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہو گا۔

تیرا اپنے پڑوسی سے حسد کرنا ایسے ہے جیسے کوئی آدمی ایک بادشاہ کو دیکھے۔ جس کی مملکت وسیع ہو۔ لشکر لاتعداد ہو۔ خدام و حشم اشارۂ ابرو کے منتظر

گوش بر آواز ہوں۔اس کی ہیبت و طاقت سے مرعوب دوسرے ممالک اسے خراج دیتے ہوں۔اسے طرح طرح کی نعمتیں، آسائشیں اور سامان عیش و تنعم حاصل ہو۔وہ شخص بادشاہ کی دولت و ثروت اور عیش و عشرت پر حسد نہ کرے۔پھر اسے ایک صحرائی کتا نظر آئے۔جو بادشاہ کو اپنے کتوں میں سب کتوں سے زیادہ عزیز ہو۔جس کی یہ خوب خاطر مدارت کرتا ہو۔دن رات اسے ساتھ رکھتا ہو۔اسے اپنے ساتھ سلاتا ہو۔اپنے ساتھ لیکر اٹھتا ہو۔بادشاہ اپنے مطبخ سے اسے بہترین کھانا کھلاتا ہو۔اور اس کا بچا ہوا دوسرے کتوں کے آگے ڈالا جاتا ہو۔وہ شخص اس کتے کو اس طرح پلتے دیکھ کر حسد کی آگ میں جلنے لگے۔اس سے دشمنی پال لے اور آرزو کرنے لگے کہ یہ کتا ہلاک ہو جائے۔اور وہ اس کی جگہ لے لے۔اور یہ سب خیال کمینگی اور خست کی وجہ سے ہو نہ کہ زھد، قناعت اور دین داری کی وجہ سے۔کیا زمانے میں اس سے بڑا احمق نادان اور جاہل کوئی اور ہو گا۔پھر اے مسکین اگر تجھے علم ہوتا کہ کل تیرے پڑوسی کو ان نعمتوں کا کتنا کڑا حساب دینا ہے۔قیامت کے روز ان نعمتوں کی وجہ سے اسے بارگاہ خداوندی میں کس قدر مسئولیت کا سامنا کرنا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو اگر اس نے ذریعہ اطاعت وانقیاد نہ بنایا اور ان کی وجہ سے بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فرائض عائد ہوئے وہ اس نے پورے نہ کیے حکم خداوندی کی پیروی نہ کی مناھی سے اجتناب نہ کیا۔اور ان نعمتوں کو عبادت خداوندی اور اطاعت الٰہی میں کام میں نہ لایا تو اس کو جس سختی کا سامنا ہو گا کہ وہ تمنا کرے گا کاش ہمیں اس دولت سے ایک ذرہ بھی نہ دیا جاتا اے کاش ان نعمتوں سے ہمیں ایک دن کے لیے بھی نہ نوازا جاتا۔اگر تو ان حالات سے آگاہ ہوتا تو دولت اور دنیوی نعمتوں کی کبھی آرزو نہ کرتا۔

کیا تو نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث پاک نہیں سنی کہ آپ نے فرمایا:

لَيَتَمَنَّى اَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ تُقْرَضَ الحُوْمُهُمْ

بِالْمَقَارِيْضِ مِمَّا يَرَوْنَ لِاَصْحَابِ الْبَلَاءِ مِنَ الثَّوَابِ[1]

"قیامت کے روز کچھ لوگ اہل بلا کو ملنے والے ثواب کو دیکھ کر یہ آرزو کریں کہ کاش دنیا میں ہمارے گوشت قینچیوں سے کاٹے جاتے"

کل (قیامت کے روز) تیرا پڑوسی آرزو کرے گا کہ کاش میں دنیا میں اس شخص کی طرح غریب اور مفلس اور ابتلاء و آزمائش میں ہوتا تو مجھے اس قدر حساب نہ دینا پڑتا اور پچاس ہزار سال تک قیامت کی گرمی میں یوں گھڑا نہ ہونا پڑتا۔ کاش میں دنیا میں دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز نہ ہوتا تو آج اس شخص کی طرح عرش کے سایے میں کھاتے پیتے، فرحت و سرور میں بڑے آرام سے اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا۔ یہ سب نعمتیں اس لیے ہیں کہ تو نے دنیا کے شدائد، تنگی، آفات فقر اور مشکلات پر صبر کیا۔ اور اپنے نصیبے پر راضی اللہ کے فیصلے کے سامنے سر افگندہ رہا۔ اور کبھی شکایت نہیں کی کہ مجھے فقیر پیدا کیا۔ دوسرں کو غنی بنادیا۔ مجھے بیماری دی اور دوسروں کو عافیت بخشی۔ مجھے مصائب و آلام میں مبتلا کیا جب کہ دوسروں کو فراخی دی۔ مجھے ذلیل کیا دوسروں کو عزت دی۔

جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ مِمَّنْ صَبَرَ عَلَىٰ الْبَلَاءِ وَشَكَرَ عَلَىٰ النُّعَمَاءِ وَاَسْلَمَ وَفَوَّضَ الْاُمُوْرَ اِلٰى رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ.

صدق دلیل تقویٰ، جمالِ باطن اور کمالِ دین و دنیا ہے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچائی اور اخلاص برتتا ہے وہ ہر وقت غیر سے متوحش رہتا ہے۔

---

[1] طبرانی (الصغیر) ج 88/1 ترمذی (الجامع الصحیح) حدیث نمبر 2402۔ راوی حضرت جابر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ "قیامت کے دن اہل عافیت جب اہل بلاء کے ثواب کو دیکھیں گے تو تمنی کریں گے کہ کاش ان کی جلد دنیا میں مقراضوں سے کاٹی جائیں" حدیث حسن صحیح ہے۔

اے میری قوم! جو تمہارا نہیں اس کی خاطر دعا نہ کرو۔ اللہ کو یکتا یقین کرو اور شرک نہ کرو بخدا التقدیر کے تیر زخمی کرتے ہیں جان لیوا نہیں ہوتے۔ جو اللہ کی راہ میں جان تلف کر دے اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین اجر دیتا ہے۔[۱]

حرص ہر (باطنی) بیماری کا گھر ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: کسی چیز کو امر ربی کے بغیر محض خواہش نفس سے قبول کرنا گمراہی اور معصیت ہے۔ اور خواہش نفس کو ترک کر کے حکم خداوندی کی بناء پر کسی چیز کو لینا اور قبول کرنا فرمانبرداری اور حق سے موافقت ہے۔ اور اس کا چھوڑنا اور قبول نہ کرنا ریاء اور نفاق ہے۔

۱ـ اصل نسخے میں عبارت زائد ہے جو دوسرے نسخوں میں نہیں۔ اس لیے میں اسے حاشیہ میں نقل کرتا ہوں۔ "جان لو کہ جب تم اللہ کے فیصلوں سے موافق کر لو گے تو ٹوٹ جاؤ گے (تمہاری انا ٹوٹ جائے گی) صرف اسی دل کو منتخب کیا جاتا ہے جس کو ہر قسم کی غلاظت سے پاک کر دیا گیا ہو۔ (انا ٹوٹنے کے بعد) تو اسے کتے کی مانند ہو جائے گا جو مالک کے دروازے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے یہ ندا آئے گی۔ اے نفس مطمئنہ واپس آجا اپنے رب کی طرف اس حال میں کو تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ یہاں دل کو حضوری کی دولت نصیب ہو گی اور طواف کعبہ دل کیلئے اللہ تعالیٰ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے اپنا جلال ظاہر فرمائے گا۔ خیمہ قرب میں اسے ٹھہرائے گا۔ حریم قدس میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اس کے قرب پر فخر فرمائے گا اور اس کی حاجات کو دور کرے گا۔ اسے علم وبصیرت سے نوازے گا۔ اپنی حفظ امان میں رکھے گا اور بندہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے گا اور اس کی جناب سے یہ ندا آئیگی۔ میرے دوست کی میرے پاس لے آو۔ اے میرے بندے۔ اے میرے بندے تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی قربت طویل ہو جائے گی تو وہ مالک حقیقی کی طرف سے اس کی رعیت پر خلیفہ اور نگہبان بن جائے گا۔ وہ اس کے اسرار کا امین ہو گا۔ اللہ کریم اسے سمندروں میں بھیجے گا کہ ڈوبنے والوں کو نکالے۔ خشکی پر روانہ کرے گا کہ گم کردہ راہوں کو منزل تک پہنچائے۔ میت پر سے گزرے گا تو اسے زندہ کر دے گا گناہ گار کے قریب سے گزر ہو گا تو وہ اس کی برکت سے ذاکر بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دور کو اللہ کے قریب اور شقی کو سعید کر دے گا ولی ابدال کا غلام ہوتا ہے ابدال نبی کا اور نبی رسول کا غلام ہوتا ہے۔ ولایت کی مثال بادشاہ کے قصہ گو اور اس کی بارگاہ کے حاضر باش کی سی ہے۔ وہ ہمیشہ اس کے پاس رہتا ہے سوائے خلوت کے کہ جب وہ اپنے حرم میں جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی سب کچھ باطل ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جب تک تو اپنے پورے جسم کا دشمن نہیں بن جاتا۔ اپنے تمام اعضاء اور جوارح سے مخالفت نہیں کر لیتا۔ اپنے وجود، حرکات و سکنات، سننے، دیکھنے، بولنے پکڑنے، عقل و فکر اور سعی و کوشش سے الگ نہیں ہو جاتا۔ جب تک تو ہر اس چیز کو چھوڑ نہیں دیتا جو نفخ روح کے بعد تجھ میں پیدا کی گئی یا اس پہلے پیدا کی گئی (روحانی و جسمانی) تو اولیاء اللہ کی جماعت میں داخل ہونے کی تمنا اور آرزو نہ کر۔ کیونکہ یہ سب کچھ رب قدوس کے سامنے حجاب ہیں۔ جب تو روح محض بن جائے گا اور سراسر اور غیب الغیب ہو جائے گا باطن کی ہر چیز سے مباین، اور ہر چیز کو دشمن، حجاب اور تاریکی خیال کرے گا جیسا کہ رب قدوس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے فرمایا:

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ (الشعراء :77)

پس اب تو دوسری مخلوق کے ساتھ اپنے پورے جسم اور جسم کے تمام اجزاء کو بت خیال کر اور ان کی ذرہ برابر اطاعت وانقیاد نہ کر تو ایسے میں تجھے اسرار و علوم لدنی اور معارف غیبیہ پر امین بنا دیا جائے گا۔ تکوینی امور تیرے سپرد کر دیے جائیں گے اور کرامات کا تیرے ہاتھ پر ظہور ہو گا اور یہ سب چیزیں اس قدرت سے تعلق رکھتی ہیں جو اہل ایمان کو جنت میں عطا ہو گی۔ اس حالت میں تیری حیثیت مرنے کے بعد آخرت میں زندہ ہو جانے والے کی ہو گی۔ تو سراپا قدرت بن جائے گا۔ اللہ سے سنے گا۔ اللہ کے ذریعے دیکھے گا اللہ کے ذریعے کلام کرے گا۔ اللہ کے ذریعے پکڑے گا۔ اللہ کے ذریعے چلے گا اللہ کے ذریعے سوچے گا۔ اللہ کے ساتھ اطمینان اور آرام پائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے اندھا اور بہرہ بن جائے گا۔ اللہ کے اوامر و نواہی کی پابندی اور حدود کی حفاظت تو کرے گا

لیکن اللہ تعالیٰ کے علاوہ تیری نظروں میں کوئی اور وجود ہی نہیں ہو گا۔ اور جب کسی حکم کی بجا آواری اور حد کی پاسداری میں تجھ سے کوئی کوتاہی ہو گی تو مفتون ہو گا اور شیطان کا بازیچہ بن چکا ہو گا۔

پس ایسے میں شریعت کے حکم کی پاسداری کر اور حرص و ہوا چھوڑ دے۔ کیونکہ جس حقیقت کی گواہی شریعت سے نہ ملے وہ الحاد اور زندقہ ہے۔

ولایت کی راہ بڑی کٹھن ہے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: غنی کی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ تو نے دیکھا ہو گا کہ ایک بادشاہ اپنی رعایا میں سے کسی شخص کو ایک علاقے کا والی مقرر کرتا ہے۔ اسے خلعت فاخرہ پہنائی جاتی ہے۔ بادشاہوں جیسے جھنڈے اور دوسری علامات اسے عطا کر دی جاتی ہیں۔ وہ لگان وصول کرتا ہے۔ لشکر اس کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔ وہ بڑے کروفر سے اس علاقے پر بڑی فرض شناسی سے حکومت کرتا ہے۔ لیکن تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد وہ اپنی اوقات بھلا دیتا ہے۔ مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ حکومت اب مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ میں اس کا بلا شرکت غیرے مالک ہوں وہ فخر و غرور، عجب و خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اپنی پہلی حالت کو بھول جاتا ہے۔ فقر و فاقہ اور ذلت و رسوائی میں گزری زندگی اسے یاد نہیں رہتی پھر اچانک بادشاہ کی طرف سے اسے معزول کا پروانہ ملتا ہے۔ اسے دربار میں پیش کیا جاتا ہے ایک ایک جرم گنا جاتا ہے۔ اس کی بے انصافیاں طشت ازبام ہو جاتی ہیں۔ بادشاہ اسے سخت سزا کا حکم سناتا ہے۔ اسے پابہ زنجیر قید کو ٹھڑی میں قید کر دیا جاتا ہے۔ ایک عرصہ گزر جاتا ہے۔ عزت و وقار خاک میں مل جاتی ہے۔ وہ کوڑی کوڑی محتاج ہو جاتا ہے۔ انا مجروح ہو جاتی ہے۔ نخوت و تکبر جاتا رہتا ہے۔ نفس کی سرکشی ٹوٹ جاتی ہے۔ ہوس کی آگ بجھ جاتی ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بادشاہ کو

ترس آجاتا ہے۔ وہ اس پر نظر التفات فرماتا ہے۔ پہلے سے کہیں زیادہ اسے نوازتا ہے۔ اس علاقہ کی فرمانروائی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے سپرد کر دیتا ہے۔

یہی حال ایک بندۂ مؤمن کا ہے۔ جب اللہ کریم اسے اپنا قرب بخشتا ہے۔ اور اپنے لیے چن لیتا ہے تو اس کے دل کی آنکھ کی روشنائی رحمت، احسان اور انعام کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ وہ اپنے دل سے وہ کچھ دیکھتا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سنا ہے اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہیوں میں چھپے غیبی اسرار، عجائب و غرائب کشف روحانی، اجابت دعا، تقوی، محبوبیت، قلب میں کلمات حکمت کا نزول اور مداومت ذکر وغیرہ۔ اس کے علاوہ اسے ظاہری نعمتوں سے بھی نوازا جاتا ہے۔ اسے صحت و تندرستی عطا کی جاتی ہے۔ ماکولات و مشروبات، ملبوسات، حلال و مباح نکاح کی اسے توفیق دے دی جاتی ہے۔ لیکن عرصہ تک اللہ کریم اپنے اس بندۂ خاص پر اپنی نعمتوں کی بارش کرتا رہتا ہے۔ حتی کہ جب بندہ ان سے اطمینان پانے لگتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ یہ نعمتیں ابدی ہیں اور غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ابتلاء و آزمائش کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اسے طرح طرح کی جانی اور مالی مصیبتیں گھیر لیتی ہیں۔ وہ اپنے اہل خانہ کی طرف سے پریشان رہتا ہے۔ ساری نعمتیں چھن جاتی ہیں اور بندہ حسرت و ندامت میں حیران و پریشان ہو کر شکستہ دل تنہا رہ جاتا ہے۔ اپنے اور بیگانے سب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔

اگر ظاہری جسم پر نظر ڈالتا ہے تو خرابی کے سواء کچھ نظر نہیں آتا۔ دل اور باطن میں جھانکتا ہے تو حزن و ملال میں مبتلا کرنے والی حالت پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے نجات کی دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ سے خوش کن وعدہ کے پورے کرنے کا سوال کرتا ہے تو اس کو فوراً پورا ہوتے نہیں دیکھتا۔ اگر اس سے کوئی وعدہ کیا جاتا ہے تو اس کے پورا ہونے کی اطلاع نہیں پاتا۔ اگر کوئی خواب دیکھتا ہے تو فوراً اس کی تعبیر سامنے نہیں آتی۔ اگر مخلوق سے رجوع

کرنے کا مقصد کرتا ہے تو پھر کوئی راہ سجائی نہیں دیتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی کسی رخصت پر عمل کرتا ہے تو فوراً اس کی طرف سے سزا پاتا ہے۔ اور لوگوں کے ہاتھ اس کے جسم پر، زبانیں اس کی عزت پر مسلط ہو جاتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اسے اس حالت سے نجات دے اور پہلے جیسی زندگی عطا فرمائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر مصیبت میں رضا خوشنودی اور تسلیم و رضا کا سوال کرتا ہے تو اسے یہ نعمت بھی نہیں دی جاتی۔

پس ایسی حالت میں نفس کی سرکشی دم توڑنے لگتی ہے۔ حرص وھوا زوال پزیر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ارادے اور تمنائیں رخصت ہونے لگتی ہے۔ ہستی نیسی میں تبدیل ہونا شروع کر دیتی ہے۔ یہ حالت دوام اختیار کر لیتی ہے بلحہ اس کی شدت اور سختی میں لحہ بلحہ اضافہ اور زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بندہ اخلاق انسانی اور صفات بشری سے فانی ہو جاتا ہے۔ اور روح محض رہ جاتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے باطن سے یہ آواز سنتا ہے: "اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ یہ نہانے کیلئے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کیلئے" جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم ملا تھا۔ اللہ کریم اس کے دل پر رافت و رحمت اور لطف و احسان کے دریا بہا دیتا ہے۔ اپنے کرم سے اسے ایک نئی زندگی بخشتا ہے۔ اپنی معرفت اور علم لدنی سے اس کے سینے کو منور کر دیتا ہے۔ اپنی نعمتوں اور برکتوں کے دروازے اس پر وا کر دیتا ہے۔ لوگوں کے ہاتھوں کو بذل و عطا اور خدمت کے لیے کھول دیتا ہے۔ زبانیں اس کی تعریف و توصیف کرنے لگتی ہیں۔ لوگ اس کے ذکر خیر میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ اس کی خدمت میں چل کر جانا سعادت دارین خیال کیا جاتا ہے۔ گردنیں اس کے سامنے فرط عقیدت سے جھکتی چلی جاتی ہیں۔ ملوک اور ارباب دول اس کے سامنے سر افگندہ حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ کریم اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے اسے خوب خوب نوازتا ہے۔ اپنی نعمتوں اور برکتوں کے ساتھ اس کی ظاہری نشوونما کا بھی ذمہ لیتا ہے اور اپنے لطف و کرم کے ساتھ اس کے

باطن کی تربیت بھی خود کرتا ہے۔ لقاء ربی تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پھر بندہ جب دینا سے کوچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے گھر میں قیام بخشتا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھ ہے۔ نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے جیسا کہ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (السجدہ :17)

"پس نہیں جانتا کوئی شخص جو (نعمتیں) چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کے لیے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہونگی یہ صلہ ہے ان (اعمال حسنہ) کا جو وہ کیا کرتے تھے"

شہد اور حنظل دونوں میں دواء ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: نفس کی صرف دو حالتیں ہیں۔ تیسری نہیں۔ ایک حالت عافیت کی ہے اور دوسری بلاء و مصیبت کی۔

جب نفس آلام و مصائب کا شکار ہوتا ہے تو آہ و زاری کرتا ہے۔ شکوہ و شکایت کی زبان دراز کرتا ہے۔ خفگی اور اعتراض کرنے لگتا ہے۔ اللہ کریم کی شان میں نازیبا کلمات کہتا ہے۔ صبر و رضا اور موافقت ترک کر دیتا ہے۔ سوئے ادبی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ مخلوق اور اسباب کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اور کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

اور جب عافیت کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کی شرارت اور سرکشی پہلے سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔ شہوات و لذات کی پیروی کرتا ہے۔ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو دوسری سر اٹھاتی ہے۔ یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں، لباس،

نکاح اور سواری کی صورت میں اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر استہزاء کرتا ہے۔ ان میں عیب اور نقص نکالتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان سے بہتر اور زیادہ نعمتیں میسر ہوں حالانکہ مطلوبہ نعمتیں اس کے مقدر میں نہیں ہوتیں۔ وہ اپنی قسمت پر راضی نہیں ہوتا اسی لیے مشقت اور تھکاوٹ کا شکار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر اکتفا نہیں کرتا اسی لیے پریشان اور سرگرداں رہتا ہے۔ مقرر سے زیادہ طلب کر کے جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔ اسی لیے اسے بڑی شدت اور مشقت کا سامنا رہتا ہے۔ جس کی نہ انتہاء ہے اور نہ اختتام۔ زندگی بھر ذلت ورسوائی اٹھانے کے بعد جب آنکھ بند ہوتی ہے کہ اعمال بد کی وجہ سے سخت سزا کا سامنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ سب سے بڑی مصیبت دوسروں کی قسمت کے پیچھے سرگرداں رہنا ہے۔

لیکن جب نفس بلاو مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ مصیبت ختم ہو۔ کسی اور نعمت کی طرف اس کا دھیان ہی نہیں جاتا۔ وہ دنیا کی نعمتوں سے نابلد صرف اس مصیبت سے نجات کی تمنا کرتا رہتا ہے۔ مگر جب اسے مصیبت سے چھٹکارا مل جاتا ہے تو اس کی رعونت عود کر آتی ہے۔ شر و فساد میں اور اطاعت و انقیاد سے اعراض میں بہت آگے نکل جاتا ہے۔ سرتاپا معصیت میں ڈوب جاتا ہے۔ گذشتہ آلام و مصائب اسے یاد ہی نہیں تھے۔ ہلاکت و بربادی جو اس پر نازل ہوئی تھی اسے بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے اسے پھر سزا دیتا ہے۔ پہلے سے زیادہ مصیبت اور تکلیف اٹھاتا ہے۔

تاکہ وہ گناہوں سے باز آجائے اور آئندہ معاصی سے اجتناب کرے۔ کیونکہ عافیت اور نعمت اسے راس نہیں آتی اس لیے بلاء اور مصیبت کے ذریعے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

اگر فراخی اور عافیت کے دنوں میں، وہ حسن ادب کا لحاظ رکھے۔ اطاعت و شکر اور صبر و رضا کو اختیار کرے اور مقسوم پر اکتفا کرے تو اس کی دنیا اور آخرت دنوں بہتر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ اس پر لطف و کرم ہوتا ہے اور

پہلے سے بہتر نعمتیں اسے عطا ہوتی ہیں۔

جو دنیا و آخرت میں سلامتی کا خواہاں ہے اسے چاہیے کہ صبر و رضا سے کام لے۔ مخلوق سے شکوہ نہ کرے۔ اپنے رب کریم سے اپنی ضرورتوں کیلئے التجا کرتا رہے اور ہمیشہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمر بستہ رہے۔ اور انتظار کرے کہ کب اللہ کریم مصائب و آلام سے نجات دیتا ہے۔ کب مصیبت کی کالی گھٹائیں چھٹتی ہیں۔ کیونکہ وہ کریم ہے۔ اس کے در کی غلامی کسی اور کی دریوزہ گری اور غلامی سے بہتر ہے۔ اس کا محروم کرنا بھی عطا ہے۔ اس کی عقوبت نعمت ہے۔ اس کی بلا دوا ہے اس کا وعدہ جلد یا بدیر پورا ہونے والا ہے۔ اس کا کہا بہر حال پورا ہونا ہے۔ کیونکہ اس کا ارشاد پاک ہے۔

اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنَ (یس :82)

”جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ فرماتا ہے اس کو ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے“

اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اچھے، حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات بندہ ان مصلحتوں اور حکمتوں سے نابلد ہوتا ہے۔ بہر حال بندۂ مؤمن کیلئے مناسب اور بہتر یہ ہے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لے۔ اس کی عبادت میں مشغول رہے۔ اوامر کو ادا کرے۔ نواہی سے اجتناب برتے۔ جو فیصلے وہ کریم کرے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ ربوبیت میں مشغول نہ ہو جو تقدیر کی علت بنیاد اور اصول ہے۔ کیوں، کیسے اور کب سے خاموشی اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام حرکات و سکنات میں تہمت نہ دے۔

ان تمام نصیحتوں کی بنیاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے بچے:

اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ . وَاِذَا

سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ. فَلَوْ جَهِدَ الْعِبَادُ اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَقْضِهِ اللّٰهُ عَلَيْكَ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ . فَاِنْ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُعَامِلَ اللّٰهَ بِالصِّدْقِ فِي الْيَقِيْنِ فَاعْمَلْ . وَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَاِنَّ فِي الصَّبْرِ عَلٰى مَاتَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيْرًا وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَالْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا.[۱]

"حقوق اللہ کی حفاظت و نگہداشت کر۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ کو حاضر و ناظر یقین کر تو اسے اپنے سامنے موجود پائے گا۔ جب سوال کرنا مقصود ہو تو اسی سے سوال کر۔ احتیاج اور ضرورت ہو تو اسی سے مدد مانگ جو کچھ ہونا تھا اسے قلم لکھ کر خشک ہو چکی ہے۔ اگر تمام انسان کوشش کریں کہ تجھے وہ کچھ دیں جو تیرے مقدر میں نہیں تو ان کی کوششیں رائیگاں جائیں۔ اور اگر وہ تجھے کچھ نقصان دینا چاہیں جو تیری قسمت میں نہیں لکھا گیا تو درماندہ ہو جائیں۔ اگر یقین میں اللہ تعالیٰ سے سچائی برت سکتا ہے تو سچائی برت۔ اگر استطاعت نہیں تو ایسی چیز پر صبر کر جو تجھے ناپسند ہے بہت بہتر ہے۔ جان لے کہ اللہ کی مدد صبر کے ساتھ ہے۔ اور کشائش اور نجات مصیبت کے ساتھ ہے۔ اور تنگی کے بعد فراخی ہے"

۱۔ اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھا سے روایت کیا ہے۔ دیکھیے "مسند امام احمد" ج ۱/ 307 حدیث صحیح ہے۔

ہر مؤمن کو چاہیے کہ اس حدیث کو ہمیشہ دل کے آئینہ کے سامنے رکھے۔ اپنے شعار کردار اور گفتار میں اس کا لحاظ رکھے۔ اپنی تمام حرکات و سکنات میں اس پر عمل پیرا ہو۔ تاکہ دنیا و آخرت میں سلامت رہے اور دارین کی عزت پائے۔

جو کچھ مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وارضاہ نے فرمایا: انسان اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے جب بھی سوال کرتا ہے تو محض جہالت ضعیف ایمان ویقین اور قلت صبر و تحمل کی وجہ سے کرتا ہے۔ اور جب بھی غیر کی دریوزہ گری سے بچتا ہے تو معرفت خداوندی کے زیادہ ہونے ایمان یقین کے پختہ ہونے کی وجہ سے بچتا ہے۔ وہ اس لیے اس ذلت سے محفوظ رہتا ہے کہ لحہ بلحہ اس کو حاصل عرفان ذات الٰہی بڑھتا ہے اور اسے کریم سے حیاء میں اضاف ہوتا رہتا ہے۔

خوف ورجا قربت خداوندی کی طرف پرواز کرنے کیلئے دو پر ھیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ فرمایا: عارف باللہ کا ہر سوال پورا نہیں کیا جاتا اور اس کا ہر وعدہ وفا نہیں ہوتا کہ کہیں خوف پر امید غالب نہ آجائے اور وہ تباہ و برباد ہو جائے۔ کیونکہ ہر حال اور ہر مقام کیلئے خوف اور رجا دونوں ضروری ہیں۔ ان کی حیثیت پرندے کے دو پروں کی ہے۔ جب تک دونوں پر سلامت نہ ہوں اور ان میں توازن نہ ہو پرندہ نہیں اڑ سکتا۔ ایمان ان دو کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح حال اور مقام کیلئے بھی خوف و رجا ضروری ہے ہاں ہر ایک کیلئے خوف اور رجاء اس کے حسب حال ہو گی۔

عارف مقرب بارگاہ الٰہی ہوتا ہے۔ اس کا حال اور مقام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی چیز کا ارادہ نہ کرے۔ نہ کسی کی طرف مائل ہو۔ نہ کسی اور سے مطمئن اور مانوس ہو۔ بندے کا یہ مطالبہ کہ میرا سوال پورا ہو۔ مجھ سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ایفاء مناسب نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات وہ ایک ایسی چیز کا طالب ہوتا

ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے اور اس کے حسب حال نہیں ہوتی۔ اس کے سوال کے پورا نہ ہونے کی بنیادی طور پر دو وجہیں ہوتی ہیں۔

پہلی یہ کہ دعا قبول نہیں ہوتی تاکہ خوف پر رجا اور امید غالب نہ آجائے اور انسان اللہ تعالیٰ کی سزا سے بے خوف اور غافل نہ ہو جائے اور آداب خداوندی کا لحاظ نہ رکھ کر تباہ و برباد نہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بندہ اسباب پر اعتقاد اور یقین رکھ کر کہیں انہیں اپنے رب کا شریک نہ بنا لے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دنیا میں اور تو کوئی معصوم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا اور وعدہ پورا نہیں فرماتا تاکہ وہ عادۃً نہ مانگے اور نہ طبعاً کسی چیز کا ارادہ کرے بلکہ اس کا سوال اور ارادہ اطاعت فرمانبرداری کی بناء پر ہو۔ کیونکہ عادۃً مانگنا اور طبعاً ارادہ کرنا شرک ہے۔ اور شرک تمام مقامات، احوال اور سلوک کے تمام مدارج میں گناہ کبیرہ ہے۔

بندہ جب اطاعت و انقیاد کی نیت سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے اور زیادہ قریب کرتا ہے۔ جس طرح نماز، روزہ وغیرہ فرائض و نوافل سے قربِ خداوندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان احکام کی بجا آوری میں اطاعتِ خداوندی مقصود ہوتی ہے۔

محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز محبوب ہوتی ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جان لیجئے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جنہیں ابتلا و آزمائش، آلام و مصائب سے دوچار رہنا پڑتا ہے۔

منعم علیہ کی زندگی بھی تیرگی اور تکدر سے کلیۃً خالی نہیں ہوتی۔ وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے تو اچانک اسے مصیبتوں، بلاؤں، بیماریوں

نفس، مال، اولاد اور اہل وعیال کی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی زندگی بوجھ بن جاتی ہے۔ اور راحت و سکون غارت ہو جاتا ہے۔ مصائب و آلام کے جھکڑ چلتے ہیں تو سب نعمتیں، راحتیں اور آسائشیں قصہ پارینہ بن جاتی ہیں۔ جب مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے۔ خشم و خدام حاضر باش ہوتے ہیں، دشمن سے ہر طرح کا امن و سکون ہوتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ دنیا راحت و سکون کا گھر ہے۔ اس میں دکھ اور پریشانی کا وجود ہی نہیں لیکن جب درد و آلام گھیر لیتے ہیں۔ پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے یوں لگتا ہے گویا دنیا دارالمحن ہے۔ یہاں نعمت کا نام و نشان تک نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ مالک حقیقی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ دنیا تغیر پزیر ہے۔ کبھی دھوپ، کبھی چھاؤں۔ کبھی شیرینی اور کبھی تلخی۔ وہ اس حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے کہ تونگر اور درویش بنانا اسی کا کام ہے۔ وہی بلندی و پستی، عزت و ذلت زندگی اور موت۔ تقدیم و تاخیر کا مالک ہے۔ اگر وہ اس حقیقت سے واقف ہوتا تو فانی اور تغیر پذیر دنیا سے دل نہ لگاتا۔ کبھی ان سے فریفتگی اور دلبستگی کا اظہار نہ کرتا۔ نہ حالت ابتلاء میں فراخی سے مایوس ہوتا اور نہ حالت تونگری میں غافل اور جرأت مند ہوتا۔ چونکہ وہ دنیا کی بے ثباتی سے ناواقف ہے اس لیے اس کا گرویدہ ہے۔ اور دائمی بے تکدر زندگی کا طالب ہے۔ وہ یہ بات بھول گیا ہے کہ دنیا غم و اندوہ، تکلیفوں اور پریشانیوں کا گھر ہے۔ یہ سر تا سر بلا اور اس کی نعمتیں عارضی ہیں۔ اس کی مثال صبر کے درخت جیسی ہے۔ جس کا میوہ پہلے ترش ہوتا ہے لیکن بعد میں شہد کی طرح میٹھا بن جاتا ہے۔ اور انسان حلاوت حاصل کر ہی نہیں سکتا جبتک ترشی کا گھونٹ پی نہ لے۔ شہد کھانے کیلئے زہریلی مکھیوں کے ڈنگ پر صبر کرنا پڑتا ہے۔

جو دنیا کی مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ کیونکہ مزدور کو مزدوری صرف اس وقت دی جاتی ہے جب اس کی پیشانی عرق آلود ہوتی ہے۔ جسم تھک کر چور ہو جاتا ہے۔ روح میں کرب اور سینے میں

تنگی محسوس کرتا ہے۔ طاقت جواب دے جاتی ہے۔ ابنائے جنس کی خدمت کی ذلت اٹھاتا ہے اور محنت و مشقت سے کمر دوہری ہو جاتی ہے۔

دنیا اولین تلخ ہے۔ جیسے شہد کا چھتا۔ وہ اوپر سے تلخ ہوتا ہے۔ اس تلخی اور ترشی پر صبر کیے بغیر شہد کی مٹھاس ہاتھ نہیں لگتی۔ بندہ مؤمن جب تک امر و نہی کی تلخیوں کو خندہ پیشانی سے قبول نہیں کرتا۔ خدائی فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہیں کر دیتا۔ تکالیف کو برداشت نہیں کرتا۔ خواہشات اور جھوٹی تمنائیں ترک نہیں کرتا۔ اس وقت تک نعمائے خداوندی اور غلبہ وار جمندی کا مستحق نہیں بن سکتا۔ اور جو ان تلخیوں کو برداشت کرتا ہے، عیش و طرب، ناز و نعم، اور دولت و ثروت سے مالا مال ہوتا ہے۔ ایک شیر خوار بچے کی مانند اسے اپنی ضروریات کیلئے خود تگ و دو نہیں کرنا پڑتی غیب سے اس کی کفالت کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو بے منت غیر اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے خود اس کی نگہداشت فرماتا ہے۔ عاقبت بد سے بچاتا ہے اور چھتے کی تلخی برداشت کرنے والے کی طرح اسے اپنی نعمتوں سے حظ وافر عطا کرتا ہے۔

منعم علیہ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور استدراج سے غافل نہ رہے دولت دنیا پر غرور نہ کرے۔ دنیاوی نعمتوں کو پائیدار نہ سمجھے۔ شکر سے غافل نہ ہو کہ سب نعمتیں چھن جائیں۔ نعمت گویا شکار ہے جس پر قابو پانے کیلئے شکر ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اَلنِّعْمَةُ وَحْشِيَّةٌ فَقَيِّدُوْهَا بِالشُّكْرِ [1]

---

[1] میرے پاس جتنے مصادر حدیث ہیں ان میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔ ہاں اس مفہوم کی ایک حدیث بیہقی کی "الآداب" نمبر 257 پر مجھے ملی ہے۔ حضرت یحییٰ بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ ما انزلت الیہ نعمة فلیشکرہ "جسے کوئی نعمت عطا کی جائے وہ اس کا شکر بجا لائے"۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کی نعمتوں پر اللہ کا شکر کر کے انہیں محفوظ کر لو۔ اور اللہ کا شکر نافرمانی سے اجتناب ہے۔

"نعمت دشت کا وحشی جانور ہے اسے شکر کے ذریعے شکار کرو"

نعمت اگر دولت و ثروت کی صورت میں ہو تو شکر یہ ہے کہ انسان والی نعمت اور فضل واحسان کے مالک خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت کا اقرار کرے تمام حالات، قلت و کثرت، قبض وبسط اور جمع و تفرقہ میں تحدیث نعمت کرے اور اس حقیقت پر یقین رکھے کہ مولائے کریم اپنے فضل و کرم میں اور اضافہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں پر ملکیت نہ جتلائے۔ مالی حقوق و فرائض کو پس پشت نہ ڈالے۔ احکام خداوندی کی پاسداری کرے یعنی زکوٰۃ، گناہوں کا کفارہ، نذر و نیاز، صدقہ، غرباء کی مدد۔ ضرورت مندوں کی اعانت مصیبت زدوں کی خبر گیری جیسے دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے جبکہ احوال تبدیل ہو جائیں اور حسنات سیئات میں بدل جائیں یعنی کشائش و فراخی کی جگہ غربت وافلاس لے لے اور لوگ مشکلات کا شکار ہوں تو ان کی خبر گیری کرے۔

اگر نعمت اعضائے جسمانی کی تندرستی کی صورت میں ہو تو اس کے شکر کی صورت یہ ہے کہ انسان اعضائے جسمانی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں صرف کرے۔ اپنے آپ کو حرام چیزوں اور گناہ کے کاموں سے بچائے۔ نافرمانیوں اور معصیت شعاریوں سے دور رہے شکر نعمتوں کے چھن جانے اور ہاتھ سے چلے جانے کے لے قید ہے گویا شکر پانی ہے اور نعمت درخت ہے۔ اور یہ پانی اس کی شاخوں اور پتوں کی نمی کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ اسی سے اس پر پھولوں کی زیبائش ہے۔ ذائقہ کی حلاوت ہے اور اسی پانی کی وجہ سے درخت سلامت ہے۔ نعمت کے اس درخت کی گٹھلی میں جو لذت ہے۔ چبانے میں جو سہولت ہے وہ سب اسی شکر کے پانی کی وجہ سے ہے۔ اسی درخت کا پھل تندرستی کا ضامن اور جسم کی نشوونما کا ذریعہ ہے۔ پھر شکر کی وجہ سے انسان کے تمام جوارح میں برکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اطاعت و فرمانبرداری ذکر و اذکار اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ شکر ہی کی وجہ سے انسان آخرت میں جنت النعیم میں داخل

ہوتا ہے اور اسی کی بدولت انبیاء و صدیقین، شہداء و صالحین کی معیت حاصل کرتا ہے۔ اور یہی لوگ بہترین دوست ہیں۔ اگر انسان ان نعمتوں پر شکر بجانہ لائے اور مال و دولت کی کثرت، دنیا کی زیب و زینت پر اترانے لگے۔ اس سے دھوکہ کھا جائے۔ اس سراب کی چکا چوند سے، بجلی کی اس چمک سے، دولت کے سانپ اور بچھوؤں کی نرم ملائم جلد کی خوبصورتی سے مفتون ہو جائے۔ اس زہر قاتل سے آنکھیں بند کر لے۔ اس کے مکر و فریب دام تزویر سے غافل و بے خبر ہو جائے تو اسے بربادی۔ فقر و فاقہ، دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب جہنم کا مژدہ سنا دو۔

رہا وہ آدمی جو مبتلائے بلا و مصیبت ہے۔ تو کبھی مصیبت کسی جرم اور معصیت کی عقوبت و سزا ہوتی ہے اور کبھی خطا و لغزش کے لیے ذریعہ بخشش ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مصیبت میں مبتلا کر کے آخرت میں اعلیٰ درجات اور بلند روحانی مناصب پر فائز فرماتا ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ احوال و مقامات کے حامل اولی العلم بندوں کے مقام تک رسائی حاصل کرے اور میرے خصوصی لطف و کرم کا مستحق ٹھہرے اور یہ بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائیں جن پر رب ارض و سماء کی خصوصی عنایت ہو چکی ہیں اور جنہیں ان کے مولا نے مصائب و آلام کے میدانوں میں اپنے لطف و کرم کی سواریوں پر سوار کر کے سیر کرائی ہے اور حرکات و سکنات میں اپنی نگہداشت میں رکھ کر اور لطف و کرم فرما کر انہیں راحت و آسائش بخشی۔ ایسے لوگوں کو مبتلائے مصیبت اس لیے نہیں کیا جاتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور دوزخ میں پڑے سڑتے رہیں۔ بلکہ مصائب و آزمائش کے ذریعے اللہ انہیں بزرگی عطا فرماتا ہے اور انہیں درجات عالیہ سے نوازتا ہے۔ ان کے ایمان کی حقیقت کو عیاں کرتا ہے۔ انہیں شرک، دعاوی اور نفاق جیسی روحانی آلائش سے پاک و صاف فرماتا ہے۔ ان مصائب کی بھٹی میں ڈال کر انہیں کندن بناتا ہے اور پھر اسرار و علوم اور انوار و تجلیات سے ان کے سینوں کو مالا مال کرتا ہے۔ جب ان کا ظاہر اور باطن صاف و شفاف اور اجلے ہو

جاتے ہیں تو انہیں دنیاو آخرت میں اپنا مقرب بارگاہ، حاضر باش اور جلیس و ہم نشین بنالیتا ہے۔ یعنی دنیا میں دلی قرب بخشتا ہے اور آخرت میں جسمانی [1]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"اَلْفُقَرَاءُ الصُّبُرُ جُلَسَاءُ الرَّحْمٰنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" [2]

"صابر فقیر قیامت کے دن اللہ کے ہم نشین ہونگے"

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مصائب و آلام میں مبتلا کر کے ان کے دلوں سے میل کچیل دور کرتا ہے۔ انہیں شرک، تعلق بالخلق، اسباب پر بھروسے، جھوٹی آرزوؤں، اور ارادوں سے پاک و صاف فرماتا ہے۔ مصائب، دعاوی اور خواہشات نفسانی کے لیے بھٹی کا کام دیتے ہیں کہ سب غش و غل جل کر سونا اپنے اصل رنگ میں سامنے آجاتا ہے۔ انہیں مصائب کے ذریعے انسان کے اندر سے یہ خرابی دور ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت محض اس لیے کرے کہ اسے بلند درجات، اعلیٰ منازل اور آخرت میں جنت الفردوس کے لبدی نعمتیں میسر ہوں۔

رہا یہ مسئلہ کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ یہ مصیبت گناہوں کی سزا ہے۔ خطاؤں کی بخشش کا ذریعہ ہے یا بلندی درجات کا سبب ہے تو جب بندہ مصیبت پر صبر نہیں کر رہا۔ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا شکوہ کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ اسے گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں کی سزا دی جارہی ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ دنیا میں دلی قرب سے یہ مراد ہے کہ بندہ دنیا میں قرب ربانی کی وہ کیفیات حاصل نہیں کر سکتا جو آخرت میں کر سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں تو وہ اللہ تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ دل کی آنکھ سے کرتا ہے جبکہ آخرت میں ظاہری آنکھوں سے جمال خداوندی کا مشاہدہ کرے گا۔ اسی لیے فرمایا کہ دنیا میں دلی قرب اور آخرت میں جسمانی قرب کی لذت سے بہرہ مند کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

۲۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث کا جز ہے جسے دیلمی نے "الفردوس" میں نمبر 4993 پر درج فرمایا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر ایک چیز کی چابی ہے۔ اور جنت کی چابی مساکین کی محبت ہے۔ صبر کرنے والے فقیر قیامت کے روز اللہ کے ہم نشین ہونگے۔ یہ حدیث موضوع ہے۔

اگر وہ مصائب و آلام کو صبر سے برداشت کر رہا ہے۔ شکوہ و شکایت کی زبان دراز نہیں کر رہا۔ دوستوں اور پڑوسیوں کے سامنے مصائب کا رونا نہیں رو رہا اور احکام خداوندی کی ادائیگی اور فرمانبرداری سے ملول نہیں ہوا تو سمجھ لو درد و آلام کفارۂ سیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اسی دنیا میں تکلیف دیکر خطاؤں سے اسے پاک کرنا چاہتا ہے۔

اگر مبتلائے مصیبت تسلیم و رضا کا پیکر ہے۔ ارض و سماء کے خالق اور الہ کے فعل سے وہ طمانیت اور سکون محسوس کر رہا ہے اور آزمائش میں اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے یہاں تک کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مصیبت دور ہو جائے اور اطاعت پر کمر بستہ ہے تو سمجھ لو کہ اسے اعلیٰ درجات عطا کرنے کے لیے مصائب سے دوچار کیا گیا ہے۔

اللہ کو یاد کر کہ یاد خداوندی تمام غموں سے نجات کا ذریعہ ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کی بیان کردہ حدیث قدسی ہے۔

مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِیْ مِنْ مُسَاءَ لَتِیْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ
مَا اُعْطِي السَّائِلِيْنَ[۱]

"جسے میرے ذکر نے مجھ سے کچھ مانگنے سے روک دیا۔ میں اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں گا"

۱۔ ترمذی کی روایت کردہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تتمہ حدیث یوں ہے "......وفضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه۔ کلام خداوندی کو تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر فضیلت حاصل ہے" یہ حدیث حسن غریب ہے۔ دیکھیے الجامع الفصیح نمبر 26-29

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اپنا بنانا چاہتا ہے اور اسے کسی بلند مقام پر فائز کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ایک حالت سے دوسری حالت کی راہ پر چلاتا ہے۔ اسے طرح طرح کی مشقتوں، مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ غنی کے بعد اس پر فقر مسلط ہوتا ہے اور وہ بتقاضاء بشری لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس پر یہ دروازہ بند کر دیتا ہے اور اسے دریوزہ گری کی لعنت سے محفوظ فرمالیتا ہے۔ پھر اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ لوگوں سے قرض لے پھر قرض لینے سے بھی اسے بچالیتا ہے۔ اور کسب کی راہ پر ڈال کر اس کیلئے اس راہ کو آسان کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتا ہے جو کہ سنت طریقہ ہے پھر اس کیلئے کسب کو مشکل بنا دیتا ہے اور یہ بات اس کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔ بذریعہ الہام یہ حکم دے کر بندے کیلئے دوسروں سے سوال کرنے کو عبادت اور اس کے ترک کو معصیت بنا دیتا ہے۔ مخلوق سے سوال کرانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس طریقے سے خواہشات زائل ہو جائیں اور نفس کی سرکشی ختم ہو جائے۔ یہ درحقیقت مرحلہ ریاضت میں ہے۔ اور اس مرحلے میں مخلوق سے سوال کرنا شرک نہیں بلکہ بندے کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے باذن الٰہی ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حالت تبدیل فرما دیتا ہے اور اسے سوال کرنے سے بچالیتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے (الہام کرتا ہے) کہ لوگوں سے قرض لے۔ اس امر باطنی کو بندہ جانتا ہے۔ وہ آگاہ ہوتا ہے کہ یہ وسوسہ نہیں بلکہ حکیم خداوندی ہے اسی لیے ناممکن ہے کہ بندہ اس حکم کی خلاف ورزی کرے۔ جس طرح پہلے وہ مانگنے پر مجبور تھا اب قرض لینے پر مجبور ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے قرض سے بھی بچالیتا ہے اور اس کے ساری ضرورتوں کی خود کفالت کرتا ہے۔ بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ اگر دعا نہ کرے تو محروم رہتا ہے۔ پھر اسے اس حالت سے بہتر حالت کی طرف لے جاتا ہے۔ بندہ بزبان قال سوال نہیں کرتا

بلکہ دل کی زبان سے اپنی ضرورتوں کیلئے سوال کرتا ہے جب بھی بندہ دل کی زبان سے سوال کرتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے لیکن زبان قال سے کچھ مانگے تو محروم رہتا ہے اسی طرح مخلوق سے کچھ مانگے تو مخلوق اعراض برتتی ہے اور وہ محروم رہتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اسے اس سے بھی غنی کر دیتا ہے۔ وہ ہر قسم کے سوال ظاہری و باطنی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ساری ضرورتیں اللہ تعالیٰ بن مانگے پوری فرماتا ہے۔ کھانا، پینا، لباس اور دوسری تمام بشری ضرورتوں کیلئے نہ اسے سوچنا پڑتا ہے اور نہ محنت کرنا پڑتی ہے۔ سب ضرورتیں خود بخود پوری ہوتی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندے کا کارساز بن جاتا ہے اور اسے کسی کی ضرورت نہیں رہتی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ وَلِیَّ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ

(الاعراف:196)

پس اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد متحقق ہوتا ہے۔ کہ "جس کو میری یاد نے میری بارگاہ میں سوال کرنے سے مشغول رکھا میں اسے مانگنے والوں کو جو دیتا ہوں اس سے بہتر عطا کروں گا"۔

یہی حالت فنا ہے جو اولیاء اور ابدال کے احوال کی غایت ہے پھر کبھی امور تکوینیہ بندے کے سپرد ہو جاتے ہیں اور وہ باذن خداوندی کلمہ کن سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کریم کا کسی آسمانی کتاب میں ارشاد گرامی ہے۔ اے ابن آدم میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کسی چیز کو کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ میری اطاعت کر۔ میں تمہیں وہ رتبہ دونگا کہ جب تو کسی چیز کے بارے کہے گا ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔

ہوس پرستی سے اجتناب لازم ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:

خواب میں ایک بوڑھے شخص نے مجھ سے پوچھا۔ کونسی چیز بندے کو حق تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اس کی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء۔

اس کی ابتداء زھد وورع ہے جبکہ انتہا، تسلیم ورضا اور توکل ہے۔

سوچ اچھی ہو تو عمل کیلئے رہنمائی ملتی ہے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: مؤمن کو چاہیے کہ پہلے وہ فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو۔ جب فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو جائے تو پھر نوافل اور مستحبات کی فکر کرلے۔

جب تک اس پر عائد فرائض کی ادائیگی مکمل نہیں ہوتی اس کا سنن میں مشغول ہونا حماقت اور رعونت ہے اگر وہ فرائض کو چھوڑ کر سنن ونوافل میں مشغول ہوا تو یہ بھی مقبول نہیں ہونگے اور اس کی اہانت ہو گی۔

اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت کا حکم دیتا ہے اور وہ شخص بادشاہ کی خدمت چھوڑ کر بادشاہ کے غلام کی خدمت میں جت جاتا ہے۔ یقیناً بادشاہ اس سے ناراض ہو گا کیونکہ اس نے اس کے خادم اور زیردست کی خدمت کو ترجیح دی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ مُصَلِّ النَّوَافِلِ وَعَلَيْهِ فَرِيْضَةٌ كَمَثَلِ اِمْرَاَةٍ حَمَلَتْ فَلَمَّا دَنَا نَفَاسُهَا اَسْقَطَتْ وَلَاهِيَ ذَاتُ حَمْلٍ وَلَاهِيَ ذَاتُ وَلَدٍ. كَذَالِكَ الْمُصَلِّيْ لَايَقْبَلُ اللّٰهُ لَهٗ نَافِلَةً حَتّٰى يُؤَدِّيَ الْفَرِيْضَةَ[1]

---

[1] میرے پاس جتنے مصادر تھے ان میں یہ حدیث نہیں ہے۔

"فرض چھوڑ کر نوافل ادا کرنے والا اس حاملہ عورت کی مانند ہے جس کی مدت ولادت قریب آئے تو اس کا حمل ساقط ہو جائے۔ نہ وہ حاملہ شمار ہو اور نہ ہی بچے کی ماں۔ اسی طرح جب تک نمازی فرائض ادا نہیں کرتا اس کی نفلی عبادت بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوتی"

نمازی کی مثال تاجر کی ہے کہ جب تک وہ راس المال حاصل نہیں کر لیتا نفع حاصل نہیں کر سکتا۔

اس طرح جو شخص سنت چھوڑ کر ان نوافل کی ادائیگی میں مشغول ہو جاتا ہے جن کی ادائیگی فرائض پر مرتب نہیں ہوتی۔ اور نہ انہیں چھوڑنے سے فرائض میں نقص آتا ہے اور نہ انہیں ادا کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے تو اس کے نوافل قبول نہیں ہوتے۔

حرام اور شرک باللہ کر ترک کرنا۔ خدائی فیصلوں پر اعتراض نہ کرنا۔ مخلوق کی فرمانبرداری اور اطاعت سے اجتناب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اطاعت سے روگردانی کا رویہ چھوڑ دینا فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

لَاطَاعَةَ لمَخْلُوْق فِيْ مَعْصِيَّةِ الْخَالِقِ [1]

"خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی فرمانبرداری کا کوئی جواز نہیں"

عاشق کی آنکھ کا سرمہ صرف بیداری ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جس نے بیداری پر جو ہوشیاری کا موجب ہے نیند کو ترجیح دی اس نے نہایت ہی ناقص چیز کا انتخاب کیا۔ یوں سمجھیے کہ اس نے موت کا انتخاب کیا۔ اور تمام

---

[1] مسند امام احمد۔ ج 131/1 راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "المصنف" ج 546/12 از ابن ابی شیبہ۔ راوی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

مصالح پر غفلت کو ترجیح دی۔ کیونکہ نیند موت کے مترادف ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ سبحانہ نیند کے نقص سے پاک ہے۔ ملائکہ جو بارگاہ خداوندی کے حاضر باش ہیں وہ نیند سے پاک ہیں۔ اہل جنت جو بلند ترین مناصب، پاک و نفیس اور بڑے رتبے والے مقام پر فائز ہوتے ہیں اس لیے انہیں بھی نیند سے پاک کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ نیند نقص ہے۔ اور جنتی نقائص سے پاک و منزہ ہیں۔

ساری بھلائیاں بیداری میں ہیں۔ اور تمام شر نیند اور غفلت میں ہے۔

جس نے خواہش نفس کی تکمیل کی۔ زیادہ کھایا، زیادہ پیا اور پڑا سوتا رہا وہ بہت نادم ہوا اور بھلائی اس کے ہاتھ سے چھن گئی۔ جس نے حرام سے تھوڑا سا کھا لیا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے خواہش نفس کے زیر اثر بہت کھایا۔ کیونکہ حرام ایمان کیلئے حجاب ہے[1] اور باطن کیلئے تاریکی ہے۔ مثلاً شراب عقل کو تاریک کر دیتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ پس جب ایمان ظلمت میں چلا گیا تو نہ نماز رہی نہ عبادت اور نہ ہی اخلاص کا وجود باقی رہا۔

مگر وہ جس نے زیادہ کھایا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو وہ تھوڑا کھانے والے کی طرح ہے اور چاہتا ہے کہ عبادت میں نشاط و قوت حاصل رہے۔ حلال نور علی نور ہے۔ اور حرام ظلمت ہی ظلمت حرام میں خیر کا کوئی پہلو نہیں۔ حکم الٰہی کے بغیر ہوائے نفسانی کے زیر اثر حلال کا زیادہ کھانا یا حرام کھا لینا نیند کا موجب بنتا ہے اور نیند میں کوئی بھلائی نہیں۔

ہر شخص اپنے محبوب کا قرب چاہتا ہے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے تیرے تعلق کی صرف دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ تو اللہ تعالیٰ سے غائب اور بعید ہو اور دوسرے یہ کہ تو اللہ تعالیٰ سے واصل اور قریب ہو۔

---

[1] حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ چار خصائل کے بغیر بندہ حقیقت ایمان کو نہیں پہنچ سکتا۔ فرائض کو سنت طریقے سے ادا کرے۔ تقویٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے حلال کھائے۔ ظاہر و باطن تمام نواہی سے اجتناب کرے اور موت تک ان خصائل حمیدہ پر کاربند رہے۔

اگر تو اللہ تعالیٰ سے غائب اور دور ہے تو سوچ کہ آخر کیوں تو قرب حق کی نعمت سے محروم ہے۔ کیوں تجھے دائمی عزت، ابدی نعمت اور کفایت کبریٰ حاصل نہیں۔ اور کیوں تو اتنی بڑی نعمتوں کو حاصل کرنے میں سستی اور کاہلی کر رہا ہے کیوں تو دنیا و آخرت کی سلامتی، غنی اور بے دریغ نعمتوں کو حاصل کرنے سے غافل بیٹھا ہے۔

اٹھ اور اپنے دونوں پروں کے ساتھ اس کی طرف محو پرواز ہو۔ یعنی ایک تو حرام اور مباح لذات و شہوات اور راحتوں کو ترک کر دے اور دوسرے مصائب و آلام کو برداشت کر۔ دنیا و اُخریٰ کی آرزوں، تمناؤں اور خواہشوں کو چھوڑ کر مخلوق سے قطع تعلقی اور عزیمت کی راہ اختیار کر اور اسی راہ پر اس وقت تک کار بند رہے جب تک اللہ کا قرب اور وصال حاصل نہیں ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا قرب اور وصال پا لیا تو گویا تیری ساری تمنائیں پوری ہو گئیں۔ اور بڑی بزرگی و کمال عزت حاصل ہو گئی۔ اور اگر تو مقربین بارگاہ اور خدا رسیدہ لوگوں میں سے ہے۔ یعنی وہ جو عنایت ربانی کے دریافتہ اور رعایت خداوندی کے نگہداشتہ ہیں۔ جنہیں جذبہ محبت نے اپنا بنا لیا ہے اور رحمت و رافت پروردگار نے پالیا ہے تو درگاہ ربوبیت کے آداب کا خیال رکھ اور اس نعمت و حالت پر مغرور نہ ہو کہ کہیں حقوقِ خداوندی کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے اور عبادتِ الٰہی میں غفلت کا شکار ٹھہرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جہالت، ظلم اور عجلت جیسی بشری کمزوریوں کی طرف مائل ہو کر سوئے ادبی کا مرتکب ٹھہرے۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے۔

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب :72)

"اور اٹھا لیا اس کو انسان نے۔ بیشک یہ ظلوم بھی اور جہول بھی"

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (الاسراء :11)

"اور (حقیقت یہ ہے کہ) انسان بڑا جلد باز (واقع ہوا) ہے"

اپنے دل کی حفاظت کر۔ ایسا نہ ہو کہ تو پھر سے مخلوق، حرص و ھوا۔ جھوٹی آرزوں، ارادوں، اختیار اور تدبیر کی طرف مائل ہو جائے جسے تو چھوڑ چکا ہے اور مصائب و آلام پر بے صبری کرنے لگے اور فعلِ خداوندی پر موافقت اور رضا کو چھوڑ دے۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے کلیۃً سپرد کر دے جس طرح کہ چوگان کی بال گھڑ سوار کے سامنے بے اختیار ہوتی ہے وہ اسے جس سمت چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ میت غسال کے ہاتھوں میں یا شیر خوار بچہ دایہ اور اپنی ماں کی جھولی میں بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے۔

غیر اللہ سے آنکھیں بند کر لے۔ تیری نظروں میں غیر کا وجود ہی نہ رہے۔ نہ وہ نفع و نقصان کا مالک ہو اور نہ منع و عطا کا مختار۔ مصائب و آلام کے وقت ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی لاٹھی خیال کر کہ یہ ضربات لاٹھی کے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ کریم کے اختیار سے لگ رہی ہیں۔ اور نعمت و عطا کے وقت خلق کو قدرت کا ہاتھ یقین کر کہ یہ لقمہ تجھے اس کے کرم سے مل رہا ہے نہ کہ مخلوق کی مہربانی سے۔

زہد ظاہر دنیا کا کمال اور باطن میں آخرت کا شرف ہے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: زاہد کو ترک دنیا لذت ہائے دنیا پر دو مرتبہ ثواب ملتا ہے۔

ایک تو اس وقت جب وہ دنیا کو ترک کرتا ہے۔ اور دنیا کی کسی چیز کو اپنی خواہش اور ارادے سے حاصل نہیں کرتا بلکہ اس کو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں قبول کرتا ہے۔ پس جب وہ اپنے نفس کا دشمن بن جاتا ہے اور خواہش نفس کی مخالفت کرتا ہے تو اہلِ تحقیق اور اہلِ ولایت میں شمار ہونے لگتا ہے۔ اور ابدال و عارفین کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اسے اخذ دنیا کا حکم ملتا ہے۔ اور اس پر دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا لازم ہو جاتا

ہے۔ کیونکہ بارگاہ خداوندی سے دنیا کی نعمتیں اس کی قسمت ٹھہرتی ہیں اور بندے پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ان سے محظوظ ہو۔ کیونکہ کسی دوسرے کا ان پر حق نہیں رہتا۔ اب اس کے برعکس ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ قلم نے جو لکھنا تھا وہ لکھ چکی اور اللہ کریم کے علم سابق میں بندے کا حصہ اس کے لیے مقرر ہو چکا ہے۔

پس بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے دنیا کی نعمتوں کو قبول کرتا ہے یا اسے یہ علم دیا جاتا ہے اور وہ تقدیر کے ہاتھوں مجبور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ اپنی خواہش اور ارادے سے نہیں کرتا بلکہ فعل خداوندی اس میں جاری ہوتا ہے اس لیے اسے دگنا ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ یا تو وہ اللہ کے حکم کی پیروی کر رہا ہوتا ہے۔ یا فعل خداوندی کی موافقت کر رہا ہوتا ہے جو بندے میں جاری و ساری ہے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس آدمی کو دگنا ثواب کیسے مل سکتا ہے حالانکہ بقول آپ کے وہ بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ اس کا شمار ابدال و عارفین میں ہوتا ہے۔ جن کے اندر فعل خداوندی جاری و ساری ہے۔ جو خلق، ہوا و ہوس اور ارادے، تمناؤں۔ آرزوؤں اور نیک اعمال پر کسی معاوضے سے فانی ہیں۔ جن کی نظر میں سب عبادتیں ساری اطاعتیں محض اللہ عزوجل کا فضل و کرم، اس کی رحمت اور توفیق ہے۔ اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور بندہ اپنے آقا پر کوئی حق نہیں رکھتا۔ کیونکہ بندہ اپنی تمام حرکات و سکنات میں اور اپنے ہر عمل میں اپنے مالک کی ملکیت ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کو ثواب ملتا ہے حالانکہ وہ اپنے فعل پر کسی ثواب اور معاوضے کا طالب نہیں۔ اس کی اپنے عمل پر نظر ہی نہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو نکارۂ خلائق اور اعمال سے تہی دست خیال کرتا ہے؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ کسی حد تک تو یہ صحیح ہے کہ بندہ کسی ثواب کا مستحق نہیں مگر اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ اپنے فضل و کرم سے بندے کو اپنا

قرب بخشتا ہے۔ اسے نعمتوں سے نوازتا ہے۔ خود ہی اس کی تربیت فرماتا ہے اور لطف و کرم اور رحمت و رأفت کرتے ہوئے اس کی نگہداشت کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بندہ دنیاوی حاجتوں اور نفسانی مصلحتوں سے ہاتھ روک لیتا ہے اور آخرت کی نعمتوں کا طالب بن جاتا ہے اور شیر خوار بچے کی طرح اپنی ضروریات کے لیے تگ و دو نہیں کرتا اور دفع شر میں اپنی ذات پر بھروسہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اور جس طرح مخلوق کے دل میں اپنے اس بندے کی محبت ڈال دیتا ہے۔ ہر شخص اس پر مہربان ہو جاتا ہے۔ اس سے رافت و رحمت کا سلوک کرتا ہے اس کی بھلائی کا خواہاں ہوتا ہے۔

اسی طرح دنیا کی ہر فانی چیز کو اللہ تعالیٰ کے امر اور فعل کے بغیر حرکت نہیں ہوتی۔ اللہ کریم دنیا و آخرت میں اپنے بندے کو نوازتا ہے۔ اس سے تمام تکالیف کو اپنے فضل و کرم سے دور کرتا ہے۔ اور یہ سب بلا استحقاق محض فضل خداوندی سے ہوتا ہے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

اِنَّ وَلِیِّ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ (الاعراف :196)

"یقیناً میرا حمایتی اللہ ہے جس نے اتاری یہ کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی"

اس کا نہ دینا عطا اور اس کی ابتلاء رحمت ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل ایمان میں سے اپنے محبوب بندوں اولیاء و عارفین کو مصائب و آلام سے دوچار کرتا ہے تاکہ یہ لوگ اس کی بارگاہ میں دست سوال دراز کریں اور وہ کریم پروردگار ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے۔ پس جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی قبولیت کو پسند فرماتا ہے تاکہ صفت جود و کرم کو ان کا حق عطا کرے کیونکہ جب بندۂ مؤمن اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے تو یہ دونوں صفتیں مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کی دعا قبول ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل اللہ سوال کرتے ہیں لیکن فوری طور پر اس کی مقبولیت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ عدم قبولیت اور محرومی نہیں بلکہ تقدیر ایزدی اسے کسی دوسرے وقت کے لیے مخصوص کر چکی ہے۔ اس لیے مصیبت کے وقت بندے کو آداب خداوندی کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اور اپنے گناہوں پر نظر رکھنی چاہیے کہ کہیں ظاہر میں یا باطن میں اس سے کوئی خطا سرزد نہ ہو جائے۔ اور امر خداوندی کو ترک نہ کر بیٹھے اور اس سے مناھی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔ اسے خیال رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے خلاف کوئی سوال نہ کر بیٹھے۔ کیونکہ بندہ اپنے گناہوں کے باعث مبتلائے مصیبت ہوتا ہے۔ پس اسے چاہیے کہ دعا کرے۔ اگر مصیبت سے نجات مل جائے تو بہت اچھا ورنہ اس کی بارگاہ میں دست دعا دراز کیے رکھے کیونکہ ممکن ہے یہ مصیبت محض اس لیے ہو کہ بندہ اس کی بارگاہ میں سوال کرتا رہے۔ اگر دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو جائے تو اس کو الزام نہیں دینا چاہیے جیسا کہ ہم نے بالتفصیل بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہی بہتر ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ وہ تمہیں اپنے فیصلے پر سر تسلیم خم کرنے اور اپنے فعل میں فنا ہونے کی توفیق بخش دے۔ کیونکہ یہی سب سے بڑی راحت اور جنت عالیہ ہے جو فوراً اس دنیا میں بندے کو عطا کر دی جاتی ہے۔ یہی درگاہ خداوندی کا سب سے بڑا دروازہ اور بندہ مؤمن سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ پس جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اسے دنیا و آخرت میں عذاب نہیں دیتا۔ تسلیم و رضا ہی میں

قرب و وصال الٰہی ہے اسی سے اطمینان کی دولت ملتی ہے۔ خواہشات نفس کی طلب میں مشغول نہ ہو جاؤ۔ جو چیز تمہاری قسمت میں نہیں یا قسمت میں لکھی جا چکی ہے اس کے لیے سر گردان نہ پھرو۔ کیونکہ جو مقدر میں ہے ہی نہیں اس کی طلب میں سر گرداں رہنا حماقت رعونت اور جہالت ہے۔ جو چیز قسمت میں نہیں اسے کی تلاش میں سر گردانی سب سے بڑی سزا ہے۔ اور جو چیز مقدر میں ہے اس کے لیے تگ و دو محض حرص و ہوا اور عبودیت، محبت اور حقیقت میں شرک ہے۔ کیونکہ غیر اللہ میں مشغولیت شرک ہے۔ دنیا کا طالب اللہ کی محبت اور دوستی میں سچا نہیں ہوتا۔ کیونکہ محبوب کے ہوتے ہوئے جو کسی غیر کی سنگت اختیار کرتا ہے کذاب ہے۔ اپنے عمل پر معاوضہ طلب کرنے والا بھی مخلص نہیں۔ مخلص بندہ صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس نیت سے کرتا ہے کہ ربوبیت کا حق ادا ہو جائے۔ اور اس خیال سے۔ کہ رب العزت مالک حقیقی ہے اور بندے کی عبادت اس کا حق ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اللہ عزوجل اس کا مالک ہے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اور حق بندگی ادا کیا جائے۔ بندے کی ہر چیز، اس کی حرکات و سکنات، اس کے کسب و کمال حتی کہ بندہ خود اور اس کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ جیسا کہ ہم کئی مقامات پر بیان کر چکے ہیں کہ بندے کی تمام عبادات اللہ کے فضل و کرم اور توفیق سے ہیں اگر وہ قوت و طاقت عطا نہ کرتا تو بندہ ان عبادات کو کیسے بجا لا سکتا تھا۔ پس اس کریم کا شکر کرنا دنیاوی و آخروی عوض و جزاء سے زیادہ بہتر و اولیٰ ہے۔ تعجب ہے تو حظوظ دنیا میں مشغول ہے حالانکہ تو دیکھ رہا ہے کہ خلق کثیر کو جوں جوں حظوظ دینا و لذت ہائے دنیا زیادہ ملتے ہیں۔ جوں جوں دنیا کی نعمتیں اور دولت زیادہ ملتی ہے وہ اللہ رب العزت پر زیادہ ناراض ہوتے جاتے ہیں۔ ان کی بے آرامی اور بے چینی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جوں جوں نعمتیں بڑھتی ہیں توں توں کفران نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ادھر دولت میں اضافہ ہوا اور ادھر

ھموم و غموم کے بادل گہرے ہو گئے۔ جس قدر دولت دنیا اکٹھی ہوئی اسی قدر دوسروں کے مقدر کو حاصل کرنے کا حرص بڑھ گیا۔ دنیا دار سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو حقیر اور چھوٹے خیال کرتے ہیں اور ان کے پاس جو کچھ ہے اسے بے وقعت سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا کی ساری دولت ان کی تجوریوں میں جمع ہو جائے۔ ان کے خیال میں دوسروں کی دولت زیادہ ہے۔ اسی لیے وہ دوسروں سے مرعوب ہوتے ہیں اور احساس محرومی انہیں پریشان رکھتا ہے۔ اسی لیے وہ دوسروں کے مقدر میں لکھے مال و دولت کے خواہاں ہوتے ہیں اور اسے حاصل کرنے میں اپنی عمریں ضائع کر دیتے ہیں۔ ان کی تمام بدنی استعدادیں دنیا کے ایندھن کو جمع کرنے میں صرف ہوتی ہیں۔ وہ اسی راستہ پر سرپٹ دوڑتے رہتے ہیں حتی کہ عمر تمام ہو جاتی ہے اور مال برے کاموں میں خرچ ہو جاتا ہے۔ دنیا کماتے کماتے ان کے جسم تھک کر چور ہو گئے۔ جبین عرق آلود اور نامہ اعمال سیاہ ہو جاتے ہیں۔ گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔ مال کی طلب میں کبائر کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کی سعادت سے محروم رہتے ہیں اور مفلس و بے نوا خالی ہاتھوں دنیا سے کوچ کرتے ہیں۔ نہ دنیا کی زیب و زینت سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت کی ابدی نعمتوں سے کچھ حصہ پاتے ہیں۔ دنیا بھی گئی اور آخرت بھی ہاتھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کے لکھے پر شکر نہ کیا اور دوسروں کی قسمت کے نوشتے سے بھی محروم خسیس رہے۔ یہی لوگ پوری مخلوق میں سب سے زیادہ جاہل، احمق اور عقل و بصیرت سے محروم حنیس اور کمینے ہیں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہتے۔ اللہ کی عطا پر قناعت کرتے اور اپنے مالک کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگے رہتے تو بے منت غیر بڑی آسانی سے اپنا مقصود پا لیتے اور جب دنیا سے دار آخرت کو جاتے تو بامراد اور کامیاب ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو صبر و رضا کی توفیق دے۔ ہم اس کی رضا

کے طالب رہیں۔ اسی سے حفظ و امان طلب کریں اور نیک کاموں کی توفیق چاہیں جن سے وہ راضی اور خوش ہو۔

اس کی طرف سفر کر کہ وہاں وہ نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے ان کے بارے سنا ہے:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا جو آخرت کا ارادہ رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ دنیا میں زہد اختیار کرے۔ اور جس کا مقصود اللہ تعالیٰ ہے اس پر لازم ہے کہ وہ آخرت سے بھی قطع تعلق برتے۔ وہ دنیا کو آخرت کیلئے اور پھر آخرت کو اپنے رب کیلئے چھوڑ دے۔

جب تک اس کے دل میں دنیا کی شہوتوں اور لذتوں سے ایک لذت و شہوت بھی پائی جارہی ہے یا دنیا کی راحتوں میں سے کوئی ایک راحت پائی جارہی ہے وہ حقیقی زاہد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کھانے پینے، لباس، نکاح رہائش سواری، ولایت وریاست، اور دوسرے علوم و فنون مثلاً فقہ لیکن اس قدر کہ عبادات خمسہ کی ادائیگی ہو سکے، روایت حدیث، مختلف روایتوں سے قرأت قرآن۔ علم نحو، لغت، فصاحت وبلاغت۔ زوال فقر و وجود غنیٰ کا علم۔ بلیات کے جانے اور عافیت کے آنے سے متعلقہ علم۔ ان کے علاوہ سے نقصان بچنے اور نفع حاصل کرنے سے متعلق علم ان تمام لذت ہائے دنیا سے جب تک اپنے دل کو خالی نہیں کر لیتا اللہ تعالیٰ کا سچا طالب کہلوانے کا مستحق نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ان تمام چیزوں سے نفس لذت محسوس کرتا ہے۔ انسان کی طبیعت ان سے موافقت اختیار کرتی ہے۔ طبعاً اسے ان چیزوں سے راحت ملتی ہے۔ وہ انہیں اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ان تمام کا تعلق دنیا سے ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ اسے میسر رہیں۔ وہ ان سے سکون اور طمانیت محسوس کرتا ہے۔

زاہد کو چاہیے کہ وہ ان تمام چیزوں کا خیال دل سے نکال پھینکنے کی کوشش

کرے اور نفس کو مائل کرے کہ وہ ان چیزوں کا ازالہ کرے عدم اور افلاس و فقر دائمی پر راضی رہے۔ اور دل میں ذرا برابر بھی دنیا کی خواہش باقی نہ رہے تا کہ وہ واقعی زاہد فی الدنیا کے مرتبے پر فائز ہو جائے۔

اگر وہ واقعی زاہد بن جائے گا تو دل غم واندوہ سے خالی ہو جائے گا اور اس کا باطن ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ ٹھہرے گا۔ اسے پھر دنیا کی لذتوں سے کوئی تعلق خاطر نہیں رہے گا وہ صرف اللہ عزوجل سے مانوس ہو گا اور صرف اسی سے راحت و سکون محسوس کرے گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

الذهد فی الدنیا یریح القلب و الجسدا[۱]

"دنیا میں زہد قلب و جاں کیلئے باعث راحت ہے"

جب تک دل[۲] میں دنیا کی کوئی بھی خواہش ہے حزن و ملال اور خوف و ہراس سے مفر نہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ دل میں دنیا بسی ہو اور انسان ذلیل و خوار نہ ہو۔ یہ حجاب اکبر ہے۔ دنیا کی محبت قرب الٰہی سے مانع ہے۔ یہ ایسا دبیز پردہ ہے جب تک اس کو ہٹایا نہیں جاتا اللہ تعالیٰ کا وصال ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور اس حجاب کے سرکنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ دنیا کی محبت کامل طور پر زائل ہو جائے اور سارے علائق ناپید ہو جائیں۔

پھر آخرت میں زہد کی باری آتی ہے۔ انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ درجات، منازل عالیہ، حور و قصور۔ مراکب و بساتین۔ بہترین گھر اور خوبصورت پاکیزہ خدام، خلعتیں اور زیورات کھانے پینے کی چیزیں اور دوسری کئی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ انسان اپنے عمل پر کسی قسم کی جزاء اور اجر کا طالب نہ ہو۔ نہ دنیا میں کسی صلہ کا خواہاں ہو اور نہ آخرت میں

۱۔ "الترغیب والترھیب" از۔ المنذری۔ حدیث نمبر 4697۔

۲۔ راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "الاوسط" از۔ طبرانی۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

پس ایسے میں بندۂ مؤمن اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم و کرم فرماتے ہوئے اسے پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔ اپنا قرب و وصال بخشتا ہے۔ نظر التفات سے نوازتا ہے۔ اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے مالامال کرتا ہے جیسا کہ پروردگار عالم کی عادت ہے کہ اپنے رسولوں، نبیوں ولیوں۔ دوستوں اور دین متین کے عالموں کو نوازتا ہے۔ پس بندۂ مؤمن اللہ تعالیٰ کے حکم سے پوری زندگی روحانی طور پر ترقی کرتا رہتا ہے اور روز بروز اس کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پھر اسے دار آخرت کی طرف منتقل کیا جاتا ہے تو وہاں وہ ایسی نعمتیں پاتا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے۔ نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی انسان کے دل میں کھٹکی ہیں۔ ان نعمتوں کو سمجھنے سے عقلیں قاصر ہیں اور ان کی تعریف سے قلم درماندہ ہیں۔

اپنے نفس کو چھوڑ دے اور میری جناب میں حاضر ہو جا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:
حظوظ نفس کا ترک تین مرحلوں میں تکمیل پزیر ہوتا ہے۔

پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ بندہ اپنی طبیعت کے تاریک راستہ پر چل رہا ہوتا ہے۔ وہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن کوئی راہ سجائی نہیں دیتا۔ ہر کام طبیعت کے اقتضاء کے مطابق سر انجام دیتا ہے۔ اس کے سامنے نہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ہوتی ہے اور نہ کوئی دوسری حد جو اسے بھٹکنے سے بچالے۔ سرگردانی اور بے راہ روی کے عالم میں اللہ کریم اس پر نظر رحمت فرماتا ہے اور اپنے محبوب بندوں میں سے کسی کو اس کی رہنمائی کیلئے بھیج دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس پر دوسرا کرم یہ ہوتا ہے کہ ضمیر اور وجدان کی صورت میں دوسرا واعظ اس کی رہنمائی کیلئے مامور ہو جاتا ہے۔ مرشد اور وجدان اسے راہ مستقیم پر چلنے میں مدد دیتے ہیں۔ نفس اور طبیعت کے خلاف اس کی مدد کرتے ہیں اور اس پر یہ بات عیاں کرتے ہیں

کہ نفس کی موافقت اور شریعت کی مخالفت عیب ہے یوں بندہ اپنے تمام تصرفات میں شریعت کی پابندی کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جاتا ہے۔ شریعت کے ساتھ قائم طبیعت سے فانی وہ دنیا کی حرام، مشتبہ اور خلق کے احسانات کو ترک کر دیتا ہے۔ اپنے کھانے پینے، لباس، گھر، نکاح اور دوسری تمام ضرورتوں میں شریعت کی حلال اور حق کے مباحات کو حاصل کرتا ہے اور وہ بھی اتنے کہ ان سے روح و جسم کا تعلق باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی قوت حاصل رہے اور اپنے مقدر کو پالے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔

دنیا کو حاصل کرنے، اس سے لطف اندوز ہونے اور اس کو پورا کرنے سے پہلے دنیا سے کوچ کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ پس بندۂ مؤمن تمام احوال میں شریعت کی حلال اور مباح کردہ سواری پر سوار ہو کر آستانہ ولایت تک پہنچتا ہے اور اولیاء محققین میں جو خاصانِ بارگاہ، اہلِ عزیمت اور حق تعالیٰ کے طالب ہوتے ہیں شمار ہوتا ہے۔ پس بندہ اسی کے حکم سے کھاتا ہے۔ اور اس مقام پر پہنچ کر وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک ندا سنتا ہے جو اس کے باطن سے اٹھ رہی ہوتی ہے۔ "اپنے نفس کو چھوڑ کر میری بارگاہ میں آجا" اگر تو خالق کا طلبگار ہے تو حظوظ دنیا اور خلق کو ترک کر دے۔ دنیا و آخرت کے جوتے اتار پھینک۔

کائنات و موجودات سے خالی ہو جا۔ سب تمنائیں اور آرزوئیں ترک کر دے۔ ہر چیز سے قطع تعلقی کر لے۔ ہر ایک سے فانی ہو جا، یگانگی حق اور ترک شرک سے خوشحال ہو جا اپنے آپ کو سچے ارادے سے آراستہ کر لے۔ پھر سر جھکائے حضور باری میں داخل ہو۔ نہ دائیں یعنی آخرت کی طرف دیکھ اور نہ بائیں یعنی دنیا کی طرف ملتفت ہو۔ نہ خلق سے تعلق رکھ اور نہ حظوظ دنیا سے سروکار۔

جب بندہ اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور اسے قریب حق کا شرف حاصل ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے اسے خلعتیں ارزانی ہوتی ہیں۔ بارگاہ رب العزت سے اسے طرح طرح کے علوم و معارف ملتے ہیں اور نوع بنوع فضل

و کرم اسے ڈھانپ لیتے ہیں۔ اسے حکم ملتا ہے۔ اللہ کے فضل و نعمت سے لطف اندوز ہو۔ اور اسے رد کر کے اور انہیں ٹھکرا کر سوائے ادبی کا مرتکب نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کے عطیے کو رد کرنا بادشاہ کی تحقیر اور اس کی بارگاہ کے استخفاف کے مترادف ہے۔ پس بندۂ مؤمن اس مقام پر اللہ کی عطا کو قبول کرتا ہے مگر دنیا کی ان نعمتوں کو دل نہیں دیتا۔ جبکہ اس سے پہلے وہ ان نعمتوں سے حرص و ھوا کے زیر اثر لطف اندوز ہوتا تھا مگر اب امر باطنی کی پیروی کرتا ہے اور مقصود ذات حق تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ احوال کی تبدیلی کے باعث ہوا۔ جب مقام و مرتبہ میں تبدیلی آگئی تو لقمہ بھی بدل گیا۔ لہذا حظوظ و لذتہائے دنیا کو قبول کرنے میں بندے کی چار حالتیں ہیں۔

پہلی حالت تو یہ ہے کہ دنیا اور حظوظ دنیا کو اپنی طبیعت کے زیر اثر قبول کرتا ہے۔ اور یہ حرام ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ شریعت کی پابندی کرتے ہو اسے قبول کرتا ہے۔ یہ حالت مباح اور حلال ہے۔ تیسری حالت امر باطنی سے قبول کرنے کی ہے اور یہ حالت ولایت اور ترک ہوا کی ہے۔ چوتھی حالت یہ ہے کہ انسان دنیا کی لذتوں کو اس کے فضل و کرم سے قبول کرے اور یہ وہ حالت ہے جس میں سب ارادے معدوم ہو جاتے ہیں اور انسان ابدال کے مقام کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس حالت میں انسان کی مراد سوائے مولا کریم کے کچھ نہیں رہتی۔ اور وہ اللہ کی قدرت یعنی فعل باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ یہ حالت علم ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان صفت صلاح سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور کسی بندے کو اس وقت تک صالح نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ اس مقام کو واقعی حاصل نہیں کر لیتا۔ یہی ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ وَلِیِّ َ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ

(الاعراف: 196)

"یقیناً میرا حمایتی اللہ ہے جس نے اتاری یہ کتاب۔ اور وہ

حمایت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی"۔

یہی وہ بندہ ہے جس کے ہاتھ کو مصالح و منافع ذاتیہ کو قبول کرنے اور مفاسد و مضارہ کو دفع کرنے سے روک دیا گیا۔ وہ اس شیر خوار کے بچے کی مانند ہے جو دایہ کی جھولی میں اپنے نفع و نقصان سے بے پروہ پڑا ہوتا ہے یا میت کی مانند جو غسال کے ہاتھوں میں بے اختیار و بے ارادہ ہے۔ یہ بندہ اپنا سب کچھ رب ذوالجلال کے سپرہ کر چکا ہے۔ اس کی تربیت دست قدرت کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ وہ کوئی اختیار وارادہ نہیں رکھتا۔ کبھی وہ حالت بسط و کشاد میں ہوتا ہے اور کبھی حالت قبض میں۔ کبھی غنی ہوتا ہے اور کبھی فقیر۔ اسے کچھ اختیار نہیں۔ وہ کچھ بھی طلب نہیں رکھتا اور نہ کسی حالت کے زوال اور تغیر کی تمنا رکھتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ تسلیم و رضا کا پیکر بنے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے سرنگوں رہتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس پر اولیاء اور ابدال کے احوال کی انتہاء ہوتی ہے۔

اپنے دل سے ہوس نکال دے تاکہ تیرے پاؤں سے بیڑیاں کھل جائیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جب بندہ مخلوق سے، اپنے نفس سے، خواہش ارادے سے اور دنیاو آخرت کی آرزوں و تمناؤں سے فانی ہو جاتا ہے اور صرف وہی چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ غیر کو دل سے نکال دیتا ہے تو واصل بحق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنا بنا لیتا ہے۔ اسے بزرگی عطا کر دیتا ہے۔ خود بھی اس سے محبت کرتا ہے اور مخلوق کو بھی مائل بکرم کر دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ہمراز بن جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی معیت اور قربت کا طالب ہو جاتا ہے۔ سو وہ اس کے فضل سے متمتع ہوتا ہے اور اس کے انعامات سے حظ وافر حاصل کرتا ہے۔ اللہ کریم اپنے بندے پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور وعدہ فرما دیتا ہے کہ رحمت کے یہ دروازے اس پر کبھی بند نہیں ہونگے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار کے سامنے گردن جھکا دیتا ہے۔ اس کی مشیت سے چاہتا ہے۔

اس کی رضا سے راضی ہوتا ہے۔ اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ماسواء اللہ کا نہ وجود ہوتا ہے اور نہ کائنات میں کوئی اور فاعل۔

یہ وہ مقام ہے جہاں یہ جائز ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے وعدہ کرے پھر اس کے ایفاء کو بندے کیلئے ظاہر نہ کرے اور اس تک وہ چیز نہ پہنچائے جس کا وہ گمان رکھتا ہو۔ کیونکہ جب بندے نے خواہش نفسانی ارادے اور حظوظ دنیاوی کو ترک کر دیا تو غیریت نہ رہی۔ بندے کے اندر فعل خداوندی جاری وساری ہوا۔ اس کا ارادہ اللہ کا ارادہ ٹھہرا۔ کیونکہ اس کا مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور نہیں رہا۔ لہذا وعدہ اور وعدہ خلافی کی نسبت ہی صحیح نہیں رہی ۔کیونکہ یہ کسی خواہش کا مالک ہی نہیں رہا۔ اور نسبت کی صحت کیلئے تو خواہش کا مالک ہونا ضروری ہے۔ گویا اس کی مثال اس شخص کی ہے جس نے ارادہ کیا اور پھر خود ہی ارادہ بدل لیا۔ اسے بے وفا نہیں کہا جا سکتا یا اس کی مثال ناسخ و منسوخ کی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ :106)

”جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں تو لاتے ہیں (دوسری) بہتر اس سے یا (کم از کم) اس جیسی۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے“

رسول خدا ﷺ کا قلب اطہر ہر قسم کی خواہش اور ارادہ سے خالی تھا سوائے ان دو واقعات جن کا ذکر قرآن میں ہے ایک بدر کے بعد امیروں کو فدیہ لیکر چھوڑنے کے بارے اور دوسرا ایک اور واقعہ۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مراد تھے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک حالت، ایک چیز اور ایک وعدہ پر نہیں رکھا بلکہ انہیں اپنی تقدیر کی طرف منتقل فرمایا۔ اور عنان تقدیر کو آپ ﷺ کی طرف چھوڑ دیا۔ آپ کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اور ایک

حکم سے دوسرے حکم کی طرف پھیرا اور آگاہ فرمایا کہ کیا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ یعنی آپ بحر قدرت میں ہیں جس کی موجیں آپ کو ادھر سے ادھر لے جارہی ہیں۔ جہاں ولایت کی انتہاء ہے وہاں سے نبوت کی ابتداء ہوتی ہے۔ ولایت اور بدلیت کے بعد نبوت کے علاوہ اور کوئی مقام نہیں

قضاء غالب ہے اور موت طالب ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے ارشاد فرمایا: جملہ احوال قبض ہیں۔ کیونکہ صاحب ولایت کو ان کی حفاظت کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور یہ بات مسلمہ ہے کہ جس چیز کی حفاظت کا حکم دیا جائے وہ قبض شمار ہوتی ہے۔ اور تقدیر خداوندی کے ساتھ قیام بسط ہی بسط ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہو۔ ہاں تقدیر میں اس کا موجود ہونا الگ بات ہے۔ اگر ایسا ہو تو اسے تقدیر میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں وہ موافقت کرے۔ احوال کے لیے ایک حد مقرر ہے اس لیے ان کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے جبکہ فعل الٰہی یعنی تقدیر غیر محدود ہے اس لیے اس کی حفاظت کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور اس بات کی علامت کہ انسان قدر و فعل خداوندی میں داخل ہو گیا ہے یہ ہے کہ انسان کو حظوظ کا حکم دیا جاتا ہے جبکہ احوال میں بامر باطنی اسے ترک حظوظ اور زھد فی الدنیا کا حکم دیا گیا تھا۔ اب جبکہ اس کا باطن میں اللہ تعالیٰ بس گیا ہے اور غیر کا وجود مٹ گیا ہے تو اسے بامر باطنی حکم دیا گیا ہے کہ حظوظ سے لطف اندوز ہو اور ان چیزوں کو طلب کرے جو اس کی قسمت کا نوشتہ ہیں اس لیے ان چیزوں کا حاصل کرنا اور سوال کر کے اس تک پہنچنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عزت و تکریم متحقق ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کر کے اس پر لطف و کرم فرماتا ہے۔

بندے پر اللہ کریم کا احسان کرنا۔ اسے اعطائے حظوظ کیلئے سوالی بنانا

اور پھر اس کی دعا کو قبول کرنا قبض کے بعد بسط کی بڑی علامتوں میں سے ایک ہے۔ اسی سے انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ اسے احوال، مقامات اور حفظ حدود میں مکلّف ہونے سے نکال کر کے مقام پر فائز کر دیا گیا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اسے سے تو تکلیف سے بری الذمہ ہونا لازم آتا ہے اور ایسا عقیدہ کفر، اسلام سے خروج ہے اور آیت قرآنی واعبد ربك حتى يا تيك اليقين (الحجر :99) کا رد ہے تو کہا جائے گا کہ اس سے زوال تکلیف کفر اور آیت قرآنی کا رد لازم نہیں آتا۔ اللہ بڑا کریم ہے۔ اسے اپنے بندوں سے کمال محبت ہے۔ وہ انہیں نقص والی جگہ قدم رکھنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس سے دین اور عصمت کی خود نگہداشت کرتا ہے اس سے ایسا کوئی فعل صادر نہیں ہونے دیتا جو اس کی قائم کردہ شریعت کے خلاف ہو اور جس سے کفر لازم آتا ہے۔ بلکہ اسے قبیح فعل سے دور کر دیتا ہے۔

حظوظ نفسانی سے لطف اندوز ہونے کے باوجود اس سے کوئی لغزش نہیں ہوتی۔ عصمت حاصل رہتی ہے اور بغیر تکلف و مشقت کے حدود شریعت کی پاسداری کرتا رہتا ہے۔ وہ قرب خداوندی کی وجہ سے لغزشوں اور معاصی سے دور رہتا ہے۔ رب قدوس کا ارشاد گرامی ہے۔

كَذالِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِ نَا الْمُخْلَصِين (یوسف :24)

”یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو بیشک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لیے گئے ہیں“

اِنَّ عِبدِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ (الحجر :42)

”بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا“

اِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِیْنَ (الصافات :40)

”البتہ اللہ کے مخلص بندے (اس عذاب سے محفوظ رہیں گے)“

اے مسکین! وہ پروردگار کے سپرد ہو چکا ہے۔ اللہ کریم کا وہ مطلوب و مراد بن چکا ہے۔ پروردگار اپنی قدرت اور لطف و کرم کی جھولی میں اس کی تربیت فرما رہا ہے۔ بھلا اس تک شیطان کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اور قبائح و مکارہ کا اس سے کیسے ارتکاب ہو سکتا ہے؟ تو نے کھانا پینا چھوڑا اور قرب خداوندی کو عظیم خیال کیا اور پھر اپنے منہ سے اتنی بری بات کہہ ڈالی۔ ایسی خسیس، اور ناکس ہمتوں، ناقص اور دور از کار عقلوں اور فاسد و خلل پزیر آراء پر تف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو اپنی قدرت کاملہ الطاف شاملہ اور رحمت واسعہ کے ذریعے تمام گمراہیوں سے پناہ عطا کرے۔ اور اپنے کرم کے پردوں میں ہمیں چھپائے اور اپنی بے پایاں نعمتوں اور دائمی فضائل سے اپنی مہربانی اور کرم سے ہماری تربیت کرے۔ آمین۔

مشکاۃِ الٰہی کے بغیر دنیا میں دوسرا کوئی نور نہیں

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: ہر طرف سے آنکھیں بند کر لے اور کسی چیز کو نہ دیکھ۔ جب تک ہر جہت سے اندھا نہیں بن جاتا فضل و قرب خداوندی کا دروازہ وا نہیں ہو گا۔ نظرۂ توحید اور کامل یقین کے ذریعے ہر طرف سے اپنی آنکھیں بند کر لے۔ اور اپنے نفس کو پھر اپنی فنا کو، اپنے محو ہونے کو اور اپنے علم کو بھی فنا کر دے۔ ایسے میں تیرے دل کو آنکھ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل کی ایک جہت کھل جائے گی اور تو اس جہت کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ سکے گا۔ کیونکہ تیرا دل، ایمان اور یقین جب روشن ہو جائیں گے تو تو انہیں دیکھنے لگے گا۔ تیرے باطن سے ایک نور پھوٹے گا جس کی روشنی ترے ظاہر کو بھی منور کر دے گی۔ جس طرح تاریک رات میں کسی گھر میں شمع روشن کی جاتی ہے تو وہ روشنی روزن اور روشندان سے گھر کے باہر کو بھی روشن کر دیتی ہے۔ پس جب تیرے نور باطن سے تیرا ظاہر بھی روشن ہو

جائے گا تو تیرا نفس اور تیرے جوارح کو اللہ کے وعدہ اور اس کی عطائیت پر زیادہ یقین اور اطمینان حاصل ہو جائے گا۔

پس اپنے نفس پر رحم کر۔ دل پر ظلم مت ڈھا۔ دل و جان کو اپنی حیات اور رعونت کی تاریکیوں کے سپرد نہ کر۔ ایسا نہ ہو کہ تیری نظریں ہر طرف لگی ہوں۔ کبھی تو نفس کے افعال اور اس کے حیلوں کو دیکھ رہا ہو اور کبھی اپنی قوت و طاقت اور اسباب و آلات پر بھروسہ کر کے حقیقت سے آنکھیں موندے بیٹھا ہو۔ اور پھر تو غیر کو سزا اور عذاب کا مالک بنائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی جہت سے آنکھیں بند کیے ہو جب تیری نظر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہوئی اور تو غیر اللہ سے اندھا بن گیا اور غیر سے آنکھیں بند کر کے اللہ کا ہو رہا تو وہ تجھے اپنا قرب اور معیت بخش دے گا۔ تجھ پر رحم کرے گا۔ تیری نگہداشت کرے گا۔ تجھے کھلائے پلائے گا۔ عافیت بخشے گا۔ خود دکھوں میں تیری شفا کے اسباب مہیا کرے گا۔ تیری جھولی بھر کر تجھے غنی کر دے گا۔ تجھے بصیرت بخشے گا۔ تجھے حکمرانی عطا کرے گا۔ پھر تجھے مخلوق سے اپنے نفس سے محو و فانی کر دے گا۔ اور اس کے بعد تو اپنے فقر اور غنی کو نہیں دیکھ پائے گا۔

شکر ہی کے ذریعے نعمتوں کی بارش ہوتی ہے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضانے فرمایا تجھے دو حالتوں سے مفر نہیں۔ مصائب و آلام میں مبتلا ہو گا یا نعمت و آسائش میسر ہو گی۔ اگر حالت مصیبت میں ہے تو تجھ سے بتکلف صبر کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور یہ ادنی درجہ ہے۔ اور (بلا تکلف) صبر اس سے اگلا درجہ ہے۔ اس کے بعد تسلیم و رضا کا درجہ ہے۔ پھر محو و فنا ہے۔ اور یہی آخری حالت ابدال و عارفین کی ہے جو اللہ کریم کی معرفت رکھتے ہیں۔

اگر حالت نعمت میں ہے تو تجھ سے شکر کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور شکر زبان، دل اور اعضاء جسمانی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

شکر لسانی یہ ہے کہ انسان نعمتوں کا اعتراف کرے اور انہیں اللہ کی عطا یقین کرے۔ مخلوق کی طرف ان کی نسبت نہ کرے۔ نہ ہی اپنے نفس، اپنی قوت و طاقت اپنے کسب و کمال کا نتیجہ سمجھے۔ اور نہ ہی ان لوگوں کی عطا خیال کرے جن کے ہاتھوں یہ نعمت اسے پہنچ رہی ہے۔ کیونکہ تیری اور ان کی حیثیت اسباب و آلات کی ہے اور ان کا قاسم، جاری کرنے والا، موجد، فاعل اور سبب اللہ عزو جل ہے۔ اور جب قاسم، جاری کرنے والا اور پیدا کرنے والا اللہ ہے تو وہی مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے۔

اس غلام کو نہ دیکھ جو تحفہ اٹھا کر لا رہا ہے۔ بلکہ مالک کو دیکھ جس کے حکم اور عطا سے یہ تحفہ تجھے مل رہا ہے۔

جو لوگ ایسی نظر سے محروم ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے ارشاد فرماتا ہے۔

یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِنْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ(الروم :7)

"وہ جانتے ہیں دنیوی زندگی کے ظاہری پہلو کو اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں"

پس جو ظاہر پر نظر رکھتا ہے اور سبب کو دیکھتا ہے مگر موجد اور مسبب کو نہیں دیکھتا وہ جاہل، ناقص اور قاصر العقل ہے۔ عاقل کو عاقل صرف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ عواقب پر نظر رکھتا ہے۔

دوسرا ہے شکر قلبی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ یہ اعتقاد کامل اور نہ زائل ہونے والا یقین رکھنے کے سب ظاہری اور باطنی نعمتیں۔ منافع اور حرکات و سکنات میں پوشیدہ لذات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کسی غیر کی طرف سے نہیں۔ شکر لسانی شکر قلبی کی تعبیر ہوتی ہے۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَمَابِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ(النحل :53)

"اور تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں"

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (لقمان :20)

"اور تمام کر دی ہیں اس نے تم پر ہر قسم کی نعمتیں ظاہری بھی اور باطنی بھی"

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا (النحل :۸۱)

"اور اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو تم انہیں گن نہیں سکو گے"

اللہ تعالیٰ کے علاوہ بندۂ مؤمن کے نزدیک کوئی دوسرا نعمت عطا کرنے والا کوئی نہیں بچتا۔

تیسری صورت ہے شکر بالجوارح کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضاء جسمانی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں استعمال کیا جائے اور اس کی رضا کے مطابق انہیں حرکت دی جائے۔ ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جس میں مخلوق کی فرمانبرداری اور خالق کی نافرمانی ہو۔ یہ چیز نفس، خواہش، ارادہ، تمناؤں اور تمام مخلوق کو عام ہے۔ اللہ عزوجل کی اطاعت و فرمانبرداری کو اصل، قابل اتباع اور رہنما بنالے اور باقی ہر چیز کو فرع، تابع اور تقلید کنندہ سمجھ۔ اگر اس کے الٹ کیا تو ظالم، ستم شعار، اللہ کا نافرمان، مخلوق کے حکم کا تابع اور نیک لوگوں کی راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنے والا ٹھہرے گا۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ

(المائدہ :44)

"اور جو فیصلہ نہ کریں اس (کتاب) کے مطابق جسے نازل فرمایا اللہ نے تو وہی لوگ کافر ہیں"

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(المائدہ :45)

"اور جو فیصلہ نہ کریں اس (کتاب) کے مطابق جسے اتار االلہ

نے تو وہی لوگ ظالم ہیں"

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

(المائدہ : 47)

"اور جو فیصلہ نہ کریں اس کے مطابق جسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو وہی لوگ فاسق ہیں"

نافرمانی کی صورت میں تیرا ٹھکانا جہنم ہوگا جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور تو جو ایک گھڑی کے لیے دنیا میں بخار کی شدت پر صبر نہیں کر سکتا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اہل جہنم کے ساتھ آگ میں صبر کیسے کرے گا۔ حالانکہ بخار کی گرمی دنیاوی آگ کا ایک کمزور ترین شرارہ کے سواء کچھ نہیں۔

جلدی کیجئے جلدی بچیے اور اپنی ذات کو اس گرداب بلا سے محفوظ کیجئے۔ اللہ کریم سے پناہ طلب کیجئے اور اس کی جناب سے امان مانگیے۔

دونوں حالتوں اور ان کی شروط کا خیال رکھیے۔ اپنی ساری عمر میں لامحالہ ان دو میں سے ایک حالت سے واسطہ ضرور رہے گا۔ یا مصیبت میں مبتلا ہو گا یا نعمت سے لطف اندوز۔

ہر حالت کا حق ادا کر۔ مصیبت پر صبر کر اور نعمت پر شکر بجالا جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے۔

مصیبت میں کسی سے شکایت نہ کیجئے اور کسی انسان کے سامنے بے صبری کا اظہار نہ کیجئے اور نہ ہی دل میں اپنے رب کریم پر تہمت دھریے۔

اس کی حکمت اور اختیار کا شکوہ بے جا ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت میں یہی تیرے لیے بہتر ہے۔ عافیت کیلئے مخلوق کا دروازہ نہ کھٹکھٹا کیونکہ یہ شرک ہے اور اس کی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ کوئی نہیں جو نفع و نقصان کا مالک ہو۔ کوئی نہیں جو مصیبت سے نجات دے اور کشائش عطا کرے۔ صحت و تندرستی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ہے جو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ ظاہر اور

باطن میں مخلوق میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ مخلوق اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ تسلیم ورضا اور صبر و موافقت کی راہ اختیار کر۔ اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دے۔ ہر نعمت سے محرومی کی صورت میں بھی عجز و نیاز ضروری ہے۔ اسی کی چھوکھٹ پر سر نیاز جھکائے رکھ۔ اسی کی جناب میں آہ و زاری کیے جا اپنے گناہوں کا اعتراف کر اور نفس کی کارستانیوں پر آنسو بہا۔ اپنے رب کی پاکی بیان کر۔ اس کی توحید اور نعمتوں کا اعتراف کر۔ اسے شرک سے پاک یقین کر۔ اور اس کی جناب میں عرض کر کہ وہ تجھے صبر ورضا اور موافقت عطا کرے حتی کہ مصیبت کے دن اختتام کو پہنچیں۔ غم و اندوہ کی تاریکیاں چھٹ جائیں۔ کرب وبلا کی کھٹائیں ناپید ہو جائیں اور نعمت و کشائش، فرحت و سرور کی بارش برسے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کے حق میں ہوا۔ جب رات کی تاریکی چھٹتی ہے تو صبح کا اجالا پھیلتا ہے۔ سردیوں کی برودت صبح بہاری کا پیغام لاتی ہے۔ کیونکہ ہر چیز کی ضد ہے۔ ایک غایت اور انتہاء ہے۔ صبر، کشائش و نعمت کی کلید، ابتداء، انتہاء اور جمال ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

الصبر من الایمان کالراس من الجسد [1]

"صبر ایمان کیلئے (ایسے ہی اہم) جیسے جسم کے لیے سر (اہم ہے)"

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

الصبر الایمان کله [2]

۱۔ اس کی تخریج گذشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔

۲۔ میرے پاس جتنے مصادر ہیں ان میں یہ حدیث ان الفاظ میں نہیں ملی۔ قضاعی "الشہاب" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صبر نصف ایمان ہے۔ اور یقین پورا ایمان ہے"۔ یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

"صبر پورا ایمان ہے"

حدیث نعمت بھی شکر کا ایک طریقہ ہے یہ نعمتیں تیری قسمت کا چونکہ نوشتہ ہیں اس لیے تجھ پر ضروری ہے کہ شکر کے طور پر تو ان سے لطف اندوز ہو۔ مگر یہ صرف حالت فنا اور زوال حرص وھوا میں جائز ہے جبکہ ایک انسان سب کچھ اپنی حفاظت اپنے بارے سوچنا اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ حالت ابدال کی ہے اور یہی انتہاء ہے۔

جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اسے ملحوظ خاطر رکھ انشاءاللہ رہنمائی پائے گا۔

تیری تمناؤں کے پورا ہونے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پورے ہوں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: سلوک کی ابتداء یہ ہے کہ انسان معہود و معتاد اور طبیعت کو چھوڑ کر مشروع کو اپنائے پھر مشروع سے مقدور کی طرف آئے۔ پھر حدود کی حفاظت کرتے ہوئے معہود کی طرف لوٹے۔ اس طرح تو معہود یعنی کھانے، پینے، نکاح کرنے، آرام و آسائش، طبع و عادت کے چنگل سے نکل کر مشروع کے امر و نہی کی طرف آجائے گا اور کتاب و سنت رسول ﷺ کی اطاعت کرنے لگے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْہُ
(الحشر :7)

"اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ"

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ آل عمران : 31

(اے محبوب!) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی)

محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ“

شریعت مطہرہ کی پابندی کر کے تو ہوا و ہوس اور نفس اور اس کی رعونت سے ظاہری اور باطنی ہر دو لحاظ سے فنا ہو جائے گا اور تیرے باطن میں سوائے توحید کچھ نہ ہو گا۔ اور تیرے ظاہر پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور امر و نہی کی مطابقت، اس کی عبادت کے رنگ کے علاوہ اور کوئی رنگ نہیں ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری تیری عادت و شعار بن جائے گی۔ تیری حرکات و سکنات سے اتباع خداوندی کا رنگ جھلکے گا۔ سفر و حضر، شدت ور خوت، صحت و بیماری ہر حالت میں تو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں جتا رہے گا۔

اس کے بعد تجھے تقدیر کی وادی کی سیر کرائی جائے گی۔ تجھ میں تقدیر کا تصرف ہو گا۔ اور تو محنت و کوشش، قوت و طاقت سے فانی ہو جائے گا۔ پھر تجھے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نوازے گا جو تیرے مقدر میں لکھی جا چکی ہیں لور اللہ کریم کے علم میں ہیں۔ تو ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا یعنی حدود شرع کی خلاف ورزی سے تجھے محفوظ رکھا جائے گا۔ تیرا ہر کام اللہ تعالیٰ کے کام کے موافق بن جائے گا اور شریعت کے کسی اصول کی خلاف ورزی کا تجھ سے ارتکاب نہیں ہو گا۔ نہ تجھ سے کفر و الحاد کا صدور ہو گا۔ نہ حرام کو حلال سمجھنے کی غلطی ہو گی اور نہ ہی حکم خداوندی کی حقیقت کو سمجھنے میں کوتاہی ہو گی۔ رب قدوس کا ارشاد ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرٰى وَاِنَّالَهٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر :9)

”بیشک ہم ہی نے اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں“

كَذَالِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف :24)

"یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو۔
بیشک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لیے گئے ہیں"۔

وصال خداوندی تک تو اللہ کریم کی رحمت سے اس کی حفظ و امان میں رہے گا۔ یہ نعمتیں تیرا مقدر ہیں۔ یہ صرف تیرے لیے تیار کی گئی ہیں جب تک تو طبیعت کے صحراء، ہوا و ہوس اور معہود کے جنگلوں میں سرگرداں تھا۔ یہ نعمتیں تجھ سے روک دی گئیں کیونکہ معہوداتِ طبع ایک بھاری بوجھ ہیں جن کو ساتھ لیکر راہ سلوک کی منازل طے نہیں ہو سکتیں۔ اس بوجھ کو تجھ سے دور کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تو ہلکا ہو کر منزل کی طرف رواں ہو اور اس بوجھ سے درماندگی کا شکار نہ ہو۔ کہ کہیں منزل مقصود اور مطلوب تک پہنچنے سے قاصر رہے۔ اور اس بوجھ کو اس وقت تک دور رکھنا ضروری ہے جب تک تو فنا کی چوکھٹ تک نہیں پہنچ جاتا۔ اور فنا کی دہلیز قرب حق اور معرفت الٰہی سے عبارت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان کو اسرار و علوم لدنیہ سے خصوصی طور پر نوازا جاتا ہے۔ انوار کے سمندوں میں تیرتا ہے۔ یہاں نہ طبیعت کی ظلمتیں نقصان دے سکتی ہیں۔ اور نہ ہی یہ انوار کمزور پڑتے ہیں۔ ہاں نعمت دنیا کی ضرورت اس وقت تک رہتی ہے جب تک طبیعت باقی ہے اور جب تک جسم و روح کا تعلق باقی ہے طبیعت باقی ہے۔ کیونکہ طبیعت زائل ہو جائے تو انسان فرشتہ بن جائے نظام ہستی درہم برہم ہو جائے اور تخلیق انسانیت کا مقصد فوت ہو جائے۔ پس تیرے اندر طبع انسانی باقی رہتی ہے تاکہ تو لذات و حظوظ کو پورا پورا حاصل کر سکے۔ مقصود طبع انسانی کی بقا نہیں بلکہ وظائف بندگی بجالانے کے ذرائع کو باقی رکھنا مقصود ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ
قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ[1]

---

[1] اس حدیث کی تخریج گذشتہ صفات میں ہو چکی ہے۔

تمہاری دنیا سے تین چیزیں میرے لیے پسندیدہ بنائی گئی ہیں۔ خوشبو، عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے"

جب حضور انور ﷺ دنیا و مافیھا سے فانی ہو گئے تو ان مقدور نعمتوں کو آپ کی طرف لوٹا دیا گیا جو پہلے محبوس تھیں۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی قربتوں کے سفر میں تھے۔ پس تسلیم و رضا اور اطاعت و انقیاد کی وجہ سے سب نعمتیں آپ کو عطا کر دی گئیں۔ اللہ کریم کے اسماء پاک ہیں۔ اس کی رحمت عام ہے۔ اور اس کا فضل و کرم اپنے اولیاء و انبیاء کو شامل ہے۔

پس اس طرح اللہ تعالیٰ کا دوست فنا کے بعد حظوظ و لذائز سے لطف اندوز ہوتا ہے جو درحقیقت اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہوتی ہیں۔ اور اس منزل پر نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود وہ حدود شریعت کی حفاظت کرتا ہے۔ اور یہی رجوع ہے انتہاء سے ابتداء کی طرف۔

ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کریم کی چراگاہ سے بچ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: ہر صاحب ایمان اس بات کا مکلّف ہے کہ جب اسے دنیاوی نعمتیں میسر آئیں تو وہ تحقیق و تفتیش کرے کہ آیا شریعت میں یہ مباح و مشروع ہیں یا حرام و غیر مشروع۔ اور دیکھے کہ کیا ان سے اس کا لطف اندوز ہونا صحیح ہے یا نہیں۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلْمُؤْمِنُ فَتَّاشٌ ، وَالْمُنَافِقُ لَقَّافٌ وَالْمُؤْمِنُ وَقَّافٌ [1]

---

[1] ان الفاظ میں یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی۔ دیلمی "الفردوس" میں نمبر 6544 پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مسلمان دور اندیش، ذہین، محتاط، سوچ سمجھ کر چلنے والا۔ چھان بین کرنے والا ہوتا ہے۔
(حاشیہ کا بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

"مؤمن ہر کام بڑی احتیاط سے کرنے والا ہوتا ہے اور منافق جلد باز ہوتا ہے۔ اور مؤمن ہر کام میں توقف کرنے والا ہوتا ہے"

حضور علیہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے۔ فرمایا:

دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ [۱]

"جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کر لے جو تجھے شبہ میں نہ ڈالتی ہو"

مؤمن کو جب بھی کوئی نعمت میسر آتی ہے کھانے پینے، لباس، نکاح اور دوسری تمام اشیاء کی صورت میں تو وہ غور و خوض کرتا ہے اور اس وقت تک اسے حاصل نہیں کرتا جب تک یہ یقین نہیں ہو جاتا کہ اس کا لینا اور قبول کرنا اس کے لیے جائز ہے۔ اور شریعت کے حکم کے عین موافق ہے۔ جبکہ وہ حالت ولایت میں ہو۔ اگر وہ حالت بدلیت اور غوثیت میں ہے تو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک اسے علم الٰہی حکم نہیں دیتا۔ اور اگر وہ حالت فناء میں ہے تو اس وقت تک اسے قبول نہیں کرتا جب تک تقدیر محض یعنی فعل الٰہی سے حکم صادر نہیں ہوتا۔

پھر ایک دوسری حالت آتی ہے کہ انسان ہر چیز جو اسے میسر آتی ہے اور اس کو باہم پہنچتی ہے اور اسے مطلق قبول کر لیتا ہے جب تک کہ کوئی حکم، امر یا علم معارض نہیں آتا۔ اور جب ان میں سے کوئی ایک چیز بھی معارض آجاتی ہے تو وہ رک جاتا ہے اور اسے لینے سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ یہ حالت پہلی حالت کے برعکس ہے۔

(بقیہ حاشیہ) وہ جلدی نہیں کرتا۔ عالم اور متقی ہوتا ہے۔ جبکہ منافق بڑا عیب جو نکتہ چین اور سخت دل ہوتا ہے۔ مشتبہ اور حرام سے بھی پرہیز نہیں کرتا ربط و یابس لانے والے کی طرح کہ نہیں جانتا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ حدیث ضعیف ہے۔ مؤمن دور اندیش، چھان بین کرنے والا عالم و متقی ہوتا ہے جب اسے نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول کرتا ہے۔ جب جانتا ہے تو اسے سیکھتا ہے۔ اور منافق عیب جو، نکتہ چین سخت دل ہوتا ہے۔ مشتبہ سے نہیں بچتا۔ حرام کی رعایت نہیں کرتا۔ ربط و یابس اکھٹا کرنے والے کی طرح نہیں جانتا کہاں سے لیا کہاں خرچ کیا۔

[۱] اس کی تخریج پہلے ہو چکی ہے۔ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کریں۔

پہلی حالت میں توقف اور تحقیق کا پہلو غالب تھا اور دوسری حالت میں اخذ و قبول کا پہلو غالب ہے۔ پھر ایک تیسری حالت بھی ہے۔ کہ جس میں ہر میسر اور دستیاب چیز کو حاصل کیا جاتا ہے اور ہر چیز سے لطف اٹھایا جاتا ہے اور تینوں چیزوں میں سے کسی چیز کے معارض آنے کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور یہ حقیقت فنا ہے۔ اس حالت میں مؤمن تمام آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے شریعت کی حدود کی پامالی کا ارتکاب نہیں ہوتا اور وہ برائی سے محفوظ رہتا ہے جیسا کہ رب قدوس کا ارشاد گرامی ہے۔

كَذَالِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف :24)

"یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو۔
بیشک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لیے گئے ہیں"

پس مؤمن حدود شرع کو توڑنے سے محفوظ کر کے اس شخص کی مانند بنا دیا جاتا ہے جس کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہو۔ تمام مباح اشیاء کے استعمال کی اسے رخصت مل جاتی ہے۔ بھلائی اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔ دنیا کی نعمتیں اسے تمام دنیاوی اور اخروی کدورتوں اور تاریکیوں سے پاک و صاف میسر آتی ہیں بندے کا ہر فعل حق تعالیٰ کے ارادے۔ رضا اور فعل کے موافق ہو جاتا ہے۔ یہی انتہاء ہے۔ اس سے بڑا درجہ اور نہیں۔ یہ مقام اولیاء کبار اور چنیدہ اصحاب اسرار کی جماعت کے لیے خاص ہے جو انبیاء علیہم السلام کے احوال کے آستانہ سے واقف اور مطلع ہوتے ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

محبوب کے بعد بھی کیا کوئی مطلوب باقی ہے؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: تعجب ہے کہ تو اکثر کہتا ہے فلاں عزت کے قریب ہوا اور میں دور کیا گیا۔ فلاں کو عطا گیا

اور مجھے محروم ٹھہرا لیا گیا۔ فلاں کو دولت مند بنا دیا گیا اور مجھے فقیر۔ فلاں کو امن و عافیت سے نوازا گیا اور مجھے بیماری دی گئی۔ فلاں کی تعظیم کی گئی اور مجھے حقارت کی نظر سے دیکھا گیا۔ فلاں کی تعریف و توصیف ہوئی اور میری مذمت کی گئی۔ فلاں کی بات کو صحیح مان لیا گیا اس کی تصدیق ہوئی جب کہ مجھے جھوٹا گردانا گیا۔

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اور وہ محبت میں بھی یکتائی کو پسند کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ مجھے چاہنے والے بھی کسی کی طرف نظر محبت سے نہ دیکھیں۔

جب وہ غیر کے واسطے سے تجھے قرب عطا کرے گا تو تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہو جائے گی۔ اور محبت تقسیم ہو جائے گی۔ اور عین ممکن ہے کہ جس شخص کے ہاتھ اور واسطے سے تجھے یہ نعمت مل رہی ہے تیرا باطن اس کی طرف مائل ہو جائے اور تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہو جائے۔ اللہ کریم غیور ہے۔ وہ شریک کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے وہ دوسروں کے ہاتھ کو روک دیتا ہے کہ تجھے کچھ دیں۔ وہ ان کی زبان کو خاموش کر دیتا ہے کہ تیری تعریف و توصیف کریں۔ وہ ان کے پاؤں کو روک لیتا ہے کہ تیری طرف چل کر جائیں۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ میرا بندہ کسی اور میں مشغول ہو کر مجھ سے ذرا بھی غافل ہو۔ کیا تو نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں سنا۔

جُبِلَتْ الْقُلُوْبُ عَلٰی حَبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا وَ بُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْھَا۔

"فطرتاً دل اس سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے اچھا سلوک کرتا ہے اور اس شخص سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے برائی سے پیش آتا ہے"

اللہ تعالیٰ مخلوق کو رک دیتا ہے کہ تیرے ساتھ کسی طرح کا حسن سلوک کریں۔ اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ تو اسے واحد لاشریک سمجھنے لگتا ہے صرف اسی سے محبت کرنے لگتا۔ اور ظاہر و باطن ہر لحاظ سے اپنی تمام

حرکات و سکنات میں اسی کا ہو جاتا ہے۔ تجھے سوائے اس کے کسی کی طرف سے نہ خیر دکھائی دیتی ہے اور نہ شر دکھائی دیتا ہے تو پوری خلق سے، نفس، حرص و ہوا، ارادوں اور تمناؤں سے بلکہ جمیع ماسواء اللہ سے فانی ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کے ہاتھ کو تیری طرف پھیلنے۔ تیری منت کرنے اور تجھے عطا کرنے کے لیے کھول دیتا ہے۔ زبانیں تیری تعریف و توصیف کرنے کے لیے آزاد ہو جاتی ہیں اور تو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہمیشہ کیلئے لطف اندوز ہونے لگتا ہے۔

سوئے ادبی کا ارتکاب نہ کر جو تجھے دیکھ رہا ہے تو بھی اسے دیکھ جو تیری طرف بڑھ رہا ہے تو بھی اس کی طرف بڑھ۔ جو تجھے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے تو بھی اس سے محبت کر۔ جو مجھے دعوت دے رہا ہے اس کی دعوت کو قبول کر۔ جو تیری دستگیری کرنا چاہتا ہے اسے اپنا ہاتھ تھما دے۔ جو تجھے تیرے نفس کی جہالت کی تاریکیوں سے نکالنا چاہتا ہے تجھے بربادی سے بچانے کا خواہاں ہے اور چاہتا ہے کہ تجھے تیرے نفس کی نجاستوں سے پاک کرے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے۔ جو شخص تجھے تیری گندگیوں سے پاک کرنا چاہتا ہے تیرے مردار اور بدبو سے خلاصی دینا چاہتا ہے۔ تیرے پست ارادوں سے، نفس امارہ سے، گمراہ اور گمراہ کن دوستوں سے، شیطان اور حرص و ہوا سے، جاہل اور رب کے راستے سے روکنے والے ہمنشینوں سے، ہر قیمتی نفیس اور عزیز چیز اور تیرے درمیان حائل ہونے والوں سے نجات دینے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دے۔

رسوم اور طبیعت کی غلامی کب تک؟ کب تک تو حق کی مخالفت کرتا رہے گا حرص و ہوا کی تابعداری کب تک۔ کب تک یہ رعونت رہے گی۔ دنیا پرستی کے قصور میں کب تک گم رہے گا۔ کب تک تیری محنت آخرت کی بہتری کیلئے نہیں ہو گی۔ کب تک تو اپنے مولا کے علاوہ غیروں سے محبت کرتا پھرے گا۔

تو کہاں ہے۔ دیکھ کون ہے اشیاء کا خالق۔ کائنات کے ذرے ذرے کو

وجود بخشنے والا۔ کون ہے اول و آخر، ظاہر و باطن۔ کون ہے مرجع و مصدر۔ کس کی یاد سے قلوب اور ارواح تسلی پاتے ہیں۔ کون زندگی کے بوجھ دور کرتا ہے۔ کون ہے جو احسان جتلائے بغیر عطا کرتا ہے؟

معرفت کی ایک بات

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں کسی سے کہہ رہا ہوں۔ اے اپنے دل میں اپنی ذات کو رب کا شریک ٹھہرانے والے اور ظاہر میں مخلوق کو شریکِ خدا بنانے والے اور عمل میں ارادے کو شریک بنانے والے۔ میرے پہلو سے کسی نے پوچھا یہ کیسی گفتگو ہے؟ میں نے کہا یہ معرفت کی گفتگو ہے۔

نفس کو موت کی نیند سلادے حتیٰ کہ تجھے زندگی مل جائے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: ایک دن مجھے سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ میرا نفس اپنے بوجھ کے نیچے تڑپنے لگا۔ اور اس نے راحت و آرام، آزادی اور آسائش کا مطالبہ کیا۔

مجھ سے کسی نے کہا: کیا چاہتا ہے؟ میں نے جواب دیا: وہ موت چاہتا ہوں جس میں کوئی زندگی نہیں اور میں وہ زندگی چاہتا ہوں جس میں کسی قسم کی موت نہیں۔

مجھ سے پوچھا گیا: ایسی کون سی موت ہے جس میں کوئی زندگی نہیں اور وہ کونسی حیات ہے جس میں کوئی موت نہیں؟

میں نے جواباً کہا: میرا اپنی جنس مخلوق سے مر جانا وہ موت ہے جس میں کوئی زندگی نہیں۔ یہ وہ موت ہے کہ میں مخلوق کو نفع و نقصان میں معدوم دیکھوں۔ اس موت سے مراد میرے نفس سے، میری خواہش سے، میرے ارادے اور تمنا سے دنیا و آخرت میں موت ہے اور یہ وہ موت ہے کہ جس میں کہیں کوئی زندگی

نہیں۔اگر یہ موت حاصل ہو جائے تو پھر کسی چیز کا وجود باقی نہیں رہتا۔

رہی وہ زندگی کہ جس میں کوئی موت نہیں تو اس سے مراد میرا فعلِ خداوندی کے ساتھ جینا ہے۔کہ جس میں میرے وجود کو دخل نہ ہو۔اور اس میں موت میرا اس کے ساتھ موجود ہونا ہے۔اور یہ وہ نفیس ترین ارادہ جو میرے دل میں پیدا ہوا جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے۔

محبت کی نشانی تسلیم ورضا ہے

حضرت شیخ عبدالقدر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضانے فرمایا: تعجب ہے۔اس قدر اپنے رب پر تیری ناراضگی کہ اس نے تیری دعا کو قبول نہیں فرمایا۔تو کہتا پھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے سوال کرنے کو مجھ پر حرام کیا اور حکم دیا کہ میں صرف اسی کی جناب میں سوال کروں۔اب جبکہ میں اس کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں تو وہ جواب نہیں دیتا۔اس کا جواب یہ ہے کہ ذرا بتا تو تو آزاد ہے یا غلام؟اگر تو کہتا ہے کہ میں آزاد ہوں تو تو کافر ہے اور اگر کہتا ہے کہ میں غلام ہوں تو پھر بتا تو اپنے پروردگار کو تاخیر اجابت دعا پر الزام دیتا ہے۔اس کی حکمت، رحمت پر شک کرتا ہے حالانکہ کہ اس کی رحمت تجھے اور تمام کائنات کو شامل ہے۔وہ تمہارے حالات سے واقف ہے۔یا تو اللہ عزوجل کو الزام نہیں دیتا۔

اگر تو اللہ تعالیٰ کو تہمت نہیں دیتا۔اس کی حکمت، ارادے اور دعا کی قبولیت میں اس نے تیرے لیے جو فوائد رکھ دیے ہیں ان کا اقرار کرتا ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرے کیونکہ اس نے تیرے لیے زیادہ صحیح چیز اور نعمت کو اختیار کیا اور نقصان دہ چیزے سے تجھے بچالیا۔

اگر تو تاخیر قبولیت دعا میں اسے الزام دیتا ہے تو اسے تہمت دینے کی وجہ سے تو کافر ہے کیونکہ الزام دِیکر تو اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کررہا ہے حالانکہ وہ کریم ہے اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔اور نہ ہی وہ ظلم کو پسند

فرماتا ہے۔ یہ ناممکنات میں سے ہے کہ اللہ کریم کسی پر ظلم کرے۔ کیونکہ وہ تیرا مالک ہے بلکہ ہر چیز کا مالک۔ اور مالک اپنی ملک میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ اسے ظالم کہنا صحیح نہیں کیونکہ ظلم یہ ہے کہ کسی دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کیا جائے۔ لہذا اللہ کریم کے فیصلے سے ناراض نہ ہو۔ اگرچہ یہ فیصلہ تیری طبع اور نفس کے خلاف ہے اور ظاہری طور پر نقصان دہ محسوس ہوتا ہے مگر تیری بھلائی کا ضامن ہے۔

تجھ پر لازم ہے کہ شکر کر اور صبر سے کام لے۔ اللہ کریم کو الزام نہ دے۔ اس سے ناراض نہ ہو۔ نفس کی رعونت اور خواہش کی پیروی نہ کر کیونکہ نفس اور خواہش کا تو کام ہی راہ خداوندی سے بھٹکا دینا ہے۔

ہمیشہ دعا کرتے رہیے۔ سچے دل سے اس کی بارگاہ میں التجاء کیجیے اور حسن ظن رکھیے کہ اللہ کریم ضرور مہربانی فرمائے گا۔ وہ ضرور اپنا وعدہ ایفا کرے گا۔ مشکل آسانی میں بدل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے حیاء لازم ہے۔ اس کے حکم کی موافقت کر۔ توحید پر قائم رہ۔ اس کے احکام کی پیروی کر۔ اطاعت بجالانے میں دیر نہ کر۔ اور گناہوں کے قریب بھی نہ جا۔ جب اس کریم کا تیرے لیے کوئی فیصلہ صادر ہو یا تجھ میں کوئی فعل جاری ہو تو مردہ بن جا۔

اگر تہمت اور سوئے ظن سے نہیں بچ سکتا تو یاد رکھ نفس برائی کا حکم دیتا ہے۔ اپنے رب کا نافرمان ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ظلم اور زیادتی کو نفس کی طرف منسوب کر۔ اس جفا شعار کی پیروی سے احتراز کر۔ اس کی سنگت سے بچ۔ اس کے قول و فعل پر خوش نہ ہو۔ ہر حال میں اس سے الگ رہ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ تیرا دشمن ہے۔ اور شیطان کا دوست، نائب جاسوس اور ہم نشین ہے جو اللہ تعالیٰ کا دشمن اور تیرا دشمن ہے۔ اللہ سے ڈر۔ اس کی گرفت سے بچ۔ احتیاط کر احتیاط۔ نجات کی کوشش کر نفس کو الزام دے۔ اسی کو ظالم ٹھہرا اور اسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی پڑھ کر سنا

مَايَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا. (النساء 147)

"کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیکر اگر تم شکر کرنے لگو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے۔ سب کچھ جاننے والا ہے"

ذَالِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْدِ (الحج :10)

"یہ سزا ہے اس کی جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں"

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلَا كِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (یونس :44)

"یقیناً اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر ذرہ برابر لیکن لوگ ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں"

اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کا دشمن بن جا۔ اس سے کشتی کر۔ لڑ اور تلوار سونت کر میدان میں آجا۔ اللہ تعالیٰ کی سپاہ اور لشکریوں کا ساتھ دے۔ کیونکہ وہی لوگ دشمن خدا کے سخت ترین دشمن ہیں[1] رب قدوس نے فرمایا تھا اے داود! اپنی خواہش کو چھوڑ دے کیونکہ میری بادشاہی میں خواہش نفس کے علاوہ اور کوئی مجھ سے مخالفت کرنے والا نہیں۔

پرندے وہاں اترتے ہیں جہاں دانے بکھرے ہوں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: یوں مت کہہ کہ میں بارگاہ الٰہی میں التجا نہیں کرتا۔ کیونکہ جو مقسوم ہے وہ بن مانگے مل

---

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ "تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے"

جائے گا اور جو قسمت میں نہیں لکھا دعا کرنے سے بھی نہیں ملے گا۔

دنیا و آخرت کی ہر بھلائی اور ضرورت کی ہر چیز کا سوال کر بغر طیکہ وہ حرام اور مفسد نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کریم نے حکم دے رکھا ہے کہ مجھ سے مانگو اور یہ ترغیب دی ہے کہ میری جناب میں التجا کرو۔ فرمایا:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (مؤمن :60)

"مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا"

ایک اور جگہ فرمایا:

وَاسْئَلُوْا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ (النساء :32)

"اور مانگتے رہو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (وکرم) کو"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِسْأَلُوْا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ [1]

"اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں دعا کرو کہ قبولیت دعا کا تمہیں یقین ہو"

ایک دوسری حدیث ہے۔ فرمایا:

اِسْأَلُوْا اللّٰہَ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ [2]

"اپنے ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرو"

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ تتمہ حدیث یوں ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے پرواہ دل کی دعا قبول نہیں فرماتا" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی میں اس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ دیکھئے "الجامع الصحیح" از الترمذی حدیث نمبر 3479 اور مسند امام احمد ج 177/2۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیواروں پر پردے مت لٹکاؤ۔ جس نے اپنے بھائی کے خط کو اس کی اجازت کے بغیر پڑھا اس نے یقیناً آگ میں دیکھے گا۔ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ الٹے ہاتھوں دعا نہ مانگو اور جب دعا سے فارغ ہو چکو تو دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر دو۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت ساری احادیث اس ضمن میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

یہ نہ کہنا کہ میں نے سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے میرا مطلوب مجھے عطا نہیں فرمایا لہٰذا اب میں سوال نہیں کروں گا۔ بلکہ ہمیشہ اس کی بارگاہ میں التجا کر۔

اگر یہ تیرا مقسوم ہوا تو اللہ تعالیٰ دعا کے بعد تجھے عطا فرما دے گا اور دعا کی وجہ سے تیرے ایمان، یقین اور عقیدۂ توحید کو پختہ فرما دے گا۔ اس دعا کی برکت سے مخلوق سے سوال نہ کرنے اور تمام احوال میں اور ضروریات میں خلق سے لو نہ لگانے کی نعمت میں اضافہ مادے گا۔

اور اگر مسئولہ چیز تیری قسمت میں نہیں تو دعا کی برکت سے اللہ کریم تجھے اس سے غنی کر دے گا۔ تو تقدیر پر راضی ہو جائے گا۔ اگر تو فقیر یا مریض ہے تو فقر اور مرض میں بھی تجھے آرام و سکون نصیب ہو جائے گا۔ قرض ہے تو قرض خواہ کے دل میں نرمی اور رفق پیدا کر دے گا اور تجھ سے تقاضا کرے گا بھی تو سختی نہیں کرے گا بلکہ نہایت نرمی سے پیش آئے گا۔ اور کشائش تک تجھے مہلت دے دے گا یا پھر دعا کی برکت سے تیسرا قرض معاف کر دے گا۔ یا قرض میں کمی کر دے گا۔ اگر دنیا میں اس نے قرض معاف نہ کیا تو آخرت میں تجھے اس دعا کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم، غنی اور رحیم ہے۔ اپنی بارگاہ کے سائل کو دنیا و آخرت میں خائب و خاسر نہیں ٹھہراتا۔

دعا بہر حال مفید ہے۔ اس کا فائدہ یا تو فوری طور پر سامنے آجاتا ہے یا اس کے ظاہر ہونے میں کچھ دیر لگتی ہے حدیث پاک میں ہے۔

اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَرٰی فِیْ صَحِیْفَتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَسَنَاتٍ لَمْ یَعْمَلْھَا . وَلَمْ یَدْرِبِھَا فَیُقَالُ لَهٗ . اِنَّھَا بَدْلُ مَسْأَلَتِكَ الَّتِیْ سَأَلْتَھَا فِیْ دَارِ الدُّنْیَا[1]

---

[1] میرے پاس جتنے مصادر ہیں ان میں یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی۔

وجہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے۔ عدل وانصاف کو عمل جامہ پہناتا ہے۔ حقدار کا حق ادا کرتا ہے۔ تکبر، خود پسندی اور نخوت وغرور کو چھوڑ کر عاجزی اپناتا ہے۔ اور یہ سب اعمال صالحہ عند اللہ ثواب کا موجب بنتے ہیں۔

اپنے نفس کو قابو میں لا اس سے پہلے کہ وہ تجھے پھاڑ دے

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: تو جب کبھی بھی اپنے نفس سے جہاد کرے گا۔ اس پر غالب آئے گا اور مخالفت کی تلوار سے اسے قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر بار اسے نئی زندگی عطا کر دے گا۔ وہ تجھ سے جھگڑے گا۔ شہوات ولذات کا تقاضا کرے گا اور اس بات کا خیال نہیں رکھے گا کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔ نفس کو بار بار زندہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ تو مجاہدہ کرتا رہے۔ نفس کے خلاف تیری کوششیں جاری رہیں اور تو ہمیشہ اجر وثواب سے نوازا جاتا رہے۔ یہی مفہوم حضور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کا ہے۔

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر[1]

---

[1] بیہقی "الزھد" میں (نمبر 373) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث رقم کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں غازی حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں خوش آمدید فرمایا اور کہا: "خوش آمدید۔ تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کو لوٹے ہو" عرض کیا گیا۔ جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا: "انسان کا اپنی خواہش سے جہاد جہاد اکبر ہے" یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے اور ایک دوسری حدیث کی مخالفت کرتی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ ہر کام کی بنیاد، ستون اور بلند ترین چوٹی کیا ہے۔ میں نے کہا ہاں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر معاملے کی بنیاد اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے اور اس کی بلند ترین چوٹی جہاد ہے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (پہلی حدیث دوسری حدیث کے قطعاً مخالف نہیں۔ تطبیق ممکن ہے۔ اور ضعیف حدیث فضائل میں قابل قبول ہے۔ لفظ جہاد مطلق ہے۔ جہاد اکبر کو بھی شامل ہے (ظفر)

"ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں"

آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ انساف کو ہمیشہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا پڑتا ہے۔ اسے ہر وقت لذات دنیوی اور نفس کے گناہوں میں منہمک رہنے کے خلاف برسر پیکار رہنا پڑتا ہے۔ اسی مفہوم کو یہ آیت کریمہ بھی بیان کرتی ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر :99)

"اور عبادت کیجیئے اپنے رب کی یہاں تک کہ آجائے آپ کے پاس الیقین"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عبادت کا حکم دیا۔ اور یہ عبادت مخالفت نفس ہے۔ کیونکہ نفس ہر قسم کی عبادت سے بھاگتا ہے اور اس کی ضد کو پسند کرتا ہے۔ الیقین سے مراد موت ہے یعنی مرنے تک نفس کے خلاف جہاد کرتے رہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آیت میں خطاب حضور ﷺ کو ہے آپ کے نفس کا عبادت سے بھاگنا بعید از قیاس ہے کیونکہ آپ خواہش سے پاک تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم :4,3)

"اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے"

تو ہم کہیں گے کہ ہاں نبی کریم ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں مگر یہ حکم تعلیم امت اور تقرر شرع کیلئے ہے۔ یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے اور قیامت تک ساری امت کیلئے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ پھر ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو نفس و خواہش پر غلبہ عطا فرمایا ہے تاکہ آپ کو نفس

و خواہش نقصان نہ دے سکیں اور آپ کو مجاہدہ کی ضرورت نہ رہے۔ لیکن امت کو نفس و خواہش پر غلبہ نہیں دیا گیا۔ اور انہیں مجاہدہ کی ضرورت ہے۔

بندہ مؤمن اپنے نفس کے خلاف برسر پیکار رہتا ہے حتیٰ کہ اسے موت آجاتی ہے۔ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں جب پیش ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں مجاہدہ کی ننگی تلوار خون سے لت پت دیکھ رب قدوس اسے جنت کی ابدی نعمتوں سے نواز دیتا ہے اور اسے خوشخبری سناتا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی (النازعات :40-41)

"اور جو ڈرتا رہا ہو گا اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے اور (اپنے) نفس کو روکتا رہا ہو گا (ہر بری) خواہش سے۔ یقیناً جنت ہی اس کا ٹھکانا ہو گا"

جب بندہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرماتا ہے اور جنت اس کا گھر، جائے قرار لوٹنے کا مقام بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کو اس بات سے محفوظ فرما دیتا ہے کہ وہ اسے اس گھر سے نکال کر کسی اور گھر میں جگہ دے۔ کسی اور ٹھکانے کو منتقل کرے اور دنیا کی طرف لوٹا دے تو. روزبروز اور لمحہ بلمحہ اسے نئی نئی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ رنگا رنگ کے زیورات اور قسم قسم کی خلعتیں بخشتا ہے جن کی نہ انتہاء ہے، نہ غایت اور نہ اختتام۔ جس طرح کہ بندہ مؤمن دنیا میں رہ کر روز بروز لمحہ بلمحہ نفس اور خواہش سے لڑتا رہا تھا۔

رہا کافر، منافق اور اللہ کا نافرمان تو جب انہوں نے دنیا میں نفس اور خواہش کے خلاف مجاہدہ ترک کیا۔ ان کی اتباع کی۔ شیطان کا کہا مانا تو کفر، شرک اور دوسری طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ کفر اور معصیت کی حالت میں انہیں موت آگئی۔ نہ اسلام لانے کی توفیق ہوئی اور نہ توبہ کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آگ میں پھینک دیا جو کافروں کیلئے تیار کی گئی

ہے۔رب قدوس کاارشاد ہے۔

وَاتَّقُوْا النَّارَالَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ (آل عمران : 131)

”اور بچواس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے“

جب اللہ تعالیٰ ان نافرمانوں کو جہنم رسید کرتا ہے اور جہنم ان کا ٹھکانا ان کا گھر اور ان کے لوٹنے کی جگہ بنتی ہے اور آگ ان کی جلدوں اور گوشت کو کھا جاتی ہے تو انہیں نئی جلدیں اور نئے گوشت دے دیے جاتے ہیں۔جیسا کہ رب قدوس کاارشاد گرامی ہے۔

کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنَا ھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا

(النساء :56)

”جب کبھی پک جائیں گی ان کی کھالیں تو بدل کر دیں گے ہم انہیں کھالیں دوسری“

اللہ تعالیٰ انہیں ایسے دردناک عذاب سے دوچار کرے گا کیونکہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنے نفسوں اور خواہشوں سے موافقت کی ہوگی۔

اہل دوزخ کی جلدیں اور گوشت ہر لحظہ بلحظہ تازہ ہورہے ہونگے تاکہ انہیں سخت سے سخت عذاب اور اہل جنت کو لحہ بلحہ نئی نئی نعمتوں سے نوازا جائے گا تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوسکیں۔

اس کامیابی کی اصل وجہ دنیا میں نفس سے مجاہدہ اور ترک موافقت ہے یہی رسول اللہ صلی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اس حدیث طیبہ کا مفہوم ہے۔

الدنیا مزرعة الآخرة[1]

”دنیا آخرت کی کھیتی ہے“

---

[1] ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اگرچہ امام غزالی نے یہ حدیث الاحیاء میں نقل فرمائی ہے لیکن میں اس سے واقف نہیں ہوں دیکھے ”الاسرار المرفوعہ“ نمبر 205 میں کہتا ہوں اس کی کوئی اصل نہیں۔یہ عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

مقادیر کو مواقیت کی طرف لے جانے والا کتنا منصف ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی دعا قبول فرمالیتا ہے اور اس کی تمنا پوری کر دیتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے ارادے، تقدیر اور علم سابق پر کوئی حرف نہیں آتا۔ بلکہ جب بندے کی دعا اللہ تعالیٰ کی مراد اور متعینہ وقت کے موافق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمالیتا ہے اور مقررہ وقت پر بندے کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم سابق اور تقدیر میں اس ضرورت کے پورا ہونے کا یہی وقت تھا۔ ادھر وقت آپہنچا۔ ادھر بندے نے بارگاہ خداوندی میں دعا کر دی۔ دعا اور قبولیت کے وقت میں موافقت ہو گئی اور بندے کی دعا کو قبول کر لیا گیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندے کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ تبدیل ہو گیا۔ یا تقدیر بدل گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن :29)

"ہر روز وہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے"

یعنی وہ مقادیر کو مواقیت کی طرف لے جاتا ہے۔ دنیا میں محض دعا سے اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ نہیں دے دیتا اور نہ ہی محض دعا سے کسی کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا یرد القضاء الا الدعاء [1]

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس دعا کے بارے یہ فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے کہ اس سے تقدیر بدل جائے گی صرف اسی سے تقدیر بدلتی ہے۔ ہر دعا سے نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے عمل کی بناء پر جنت میں نہیں جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] ترمذی کی روایت کردہ حدیث کا ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے۔ "عمر میں اضافہ نہیں کرتی مگر صرف نیکی" یہ حدیث صحیح ہے۔ راوی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ دیکھیے "الجامع الصحیح" حدیث نمبر 2139

رحمت کے طفیل اسے یہ سعادت نصیب ہو گی لیکن بہر حال مسلم امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درجات میں تفاوت ان کے اعمال کے تفاوت کی وجہ سے روا رکھے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ :

اِنَّهَا سَأَلَتْ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَعَلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ هَلْ یَدْخُلُ اَحَدٌ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهٖ؟ فَقَالَ .لَا.بل بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالیٰ فَقَالَتْ وَلَا اَنْتَ؟ فَقَالَ "وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ وَوَضَعَ یَدَهُ عَلٰی هَامَتِهٖ.[1]

"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا کوئی اپنے عمل کی بناء پر جنت جائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کے طفیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا۔ آپ بھی نہیں؟ فرمایا۔ میں بھی نہیں۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (یہ کہتے ہوئے) آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سرِ اقدس پر رکھا"

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمے کسی کا حق واجب نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ کسی سے عہد پورا کرے۔ بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے رحمت فرماتا ہے۔ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ اس سے پوچھا نہیں جا سکتا کہ کیا کہا۔ کیوں کہا۔ ہاں وہ پوچھتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و احسان سے بے حساب رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل کی بناء پر محروم کر دیتا ہے۔

---

[1] یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس کی تخریج پہلے ہو چکی ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو عرش تا فرش سب اسی کی ملکیت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مالک و صانع نہیں ہے۔ فرمایا۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ (فاطر :3)

"کیا اللہ کے بغیر کوئی اور خالق بھی ہے؟"

ءَاِلٰهٌ مَعَ اللهِ (النمل :63)

"کیا کوئی اور خدا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟"

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (مریم :65)

"کیا تم جانتے ہو اس کا کوئی ہم مثل ہے؟"

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ. بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ. وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران:26-27)

"(اے حبیب! یوں) عرض کرو۔ اے اللہ! مالک سب ملکوں کے تو بخش دیتا ہے ملک جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے۔ اور عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ذلیل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں ہے ساری بھلائی۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو داخل کرتا ہے رات (کا حصہ) دن میں اور داخل کرتا ہے دن (کا حصہ) رات میں۔ اور نکالتا ہے تو زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ اور رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب"

سخی سے کوئی قیمتی چیز ہی طلب کر

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگ کہ وہ تیرے گذشتہ گناہ معاف فرمادے۔ آنے والے دنوں میں معصیت سے محفوظ رکھے۔ حسنِ عمل و فرمانبرداری کی توفیق دے۔ نواہی سے رکنے کا حوصلہ، قضاء کی سختی پر صبر۔ مصائب و آلام پر برداشت، عطاو بخشش پر شکر کی توفیق دے۔ پھر تیرا خاتمہ بالخیر کرے اور انبیاء، صدیقین، شھداء، صالحین بہترین ساتھیوں کی سنگت کی نعمت سے نواز دے۔

دنیا کا سوال مت کر۔ یہ دعا نہ کر کہ تیرے فقر و افلاس کو غنا و فراخی میں بدل دے بلکہ اس کی تقسیم اور تدبیر سے راضی ہو۔ دعا مانگ کہ جس حالت میں جس مقام پر اور جس آزمائش میں تو ہے تجھے ثبات قدمی بخشے اور اس وقت تک تیرے پاؤں میں لغزش نہ آئے جب تک وہ خود تیری حالت نہ بدلے۔ خود ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تجھے منتقل نہ کرے۔ تو نہیں جانتا کہ اس فقر و افلاس اور ابتلاء و آزمائش میں کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ حقائق اشیاء کو وہی خوب جانتا ہے۔ مصالح و مفاسد کا حقیقی علم اس کی ذات سے خاص ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"مجھے اس سے غرض نہیں کہ میری صبح کس حالت میں ہوتی ہے۔ پسندیدہ حالت میں یا ناپسندیدہ حالت میں۔ کیونکہ میں نہیں جانتا بہتری ان دو میں سے کس حالت میں ہے"۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ آپ راضی برضا تھے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے مطمئن تھے۔

رب قدوس کا ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا

وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(البقرہ :216)

"فرض کیا گیا ہے تم پر جہاد اور وہ ناپسند ہے تمہیں اور ہو سکتا ہے
کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو
سکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے حق میں
بری ہو اور (حقیقت حال) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"

اس حالت پر قائم رہ یہاں تک کہ تیری خواہش زائل ہو جائے اور تیرے نفس کی سرکشی جاتی رہے۔ وہ ذلیل، مغلوب اور تیرا تابع ہو جائے۔ پھر وہ وقت بھی آئے کہ تیرا ارادہ، تیری آرزو نہ رہے۔ دنیا کی تمام چیزوں کا خیال تیرے دل سے نکل جائے۔ اور تیرے دل میں صرف اللہ کریم کا بسیرا ہو صرف اسی کی محبت کا چراغ روشن ہو۔ تیری طلب اور چاہت سچی ہو۔ جب تیرا دل غیر سے کلیۃً خالی ہو جائے گا تو تجھے ارادہ واپس مل جائے گا۔ اور حکم ملے گا کہ دنیا وآخرت کی نعمتوں سے حظ اٹھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کو مانگے گا۔ اس کے احکامات کی پیروی کی توفیق طلب کرے گا۔ تسلیم ورضا کا سوال کرے گا۔

اگر دنیاوی نعمتوں میں سے کچھ مل جائے گا تو شکر کرے گا اور ان سے حظ اٹھائے گا۔ محروم رہا تو ناراض نہیں ہو گا۔ اور تیرے باطن میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ کو الزام نہیں دے گا کیونکہ تیری طلب میں خواہش کو دخل نہیں تھا۔ اس میں تیرا ذاتی ارادہ شامل نہیں تھا۔ کیونکہ خواہش وارادہ سے تو تیرا دل خالی ہو چکا تھا۔ دنیا تیرا مقصود ومراد ہی نہیں رہی تھی۔ بلکہ تو اللہ کا فرمانبردار تھا اور اس کی فرمانبرداری میں سوال کر رہا تھا۔

وہ مشتِ خاک آپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی

نیکیوں پر اترانا، خود پسندی اور اعمال صالحہ پر صلے کا تقاضا کرنا کیونکر بہتر ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہر نیکی اللہ کی توفیق، اس کی مدد، اس کے فضل وکرم، اس کی

مشیت اور قوت سے سر انجام پائی۔ اگر تو گناہوں سے محفوظ رہا تو بھی اس کی حفاظت، حمایت اور اس کے بچانے سے محفوظ رہا۔

تو نے ان نعمتوں کا شکر ادا کہاں کیا؟ تجھے جن نعمتوں سے نوازا گیا کہاں ان نعمتوں کا اعتراف کیا؟ (جب تو نے نہ شکر کیا نہ اعتراف کیا) تو پھر یہ رعونت کیسی یہ جہالت کیوں؟

جس شجاعت اور سخاوت پر تجھے غرور ہے وہ تیری نہیں کسی دوسرے کی ہے۔ تو نے دشمن کو قتل کیا تو اپنی طاقت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ کسی دوسرے کی معاونت، اس کی بہادرانہ ضرب اس میں شامل تھی۔ اگر وہ نہ ہوتا تو دشمن کی بجائے تو خود خون میں لت پت گرا پڑا ہوتا۔

تو نے مال خرچ کیا تو اس وجہ سے کہ ایک کریم، سچے امانتدار نے تجھے ضمانت فراہم کی۔ اس نے یقین دہانی کرائی کہ خرچ کرے گا تو تجھے اس کا بہترین عوض اور بدلا ملے گا۔ اگر وہ ضمانت نہ دیتا۔ بہترین صلہ کا تجھے لالچ نہ دیتا۔ تیرے ساتھ وعدہ نہ کرتا تو تو ایک دانہ بھی خرچ نہ کرتا۔ پھر کیوں تو محض اپنے فعل پر فخر و غرور کرتا ہے؟

اپنی حالت سنوارنے کی کوشش کر۔ اللہ کریم کا شکر اور ثنا کر جس نے تیری مدد کی۔ وہی دائمی مدد کا مستحق ہے۔ نیک اعمال کو اسی کی طرف منسوب کر۔ شر و معاصی اور مذموم کاموں کو اپنے نفس کی طرف منسوب کر۔ ظلم اور سوئے ادبی کا ارتکاب نفس کا کام ہے اسی کو الزام دے کہ یہی اس کا سزاوار ہے۔ کیونکہ ہر شر کا منبع نفس ہے۔ بدکاری اور برائی کا حکم نفس دیتا ہے۔ اگرچہ تیرا اور تیرے فعل کا خالق اللہ ہے مگر برائی کا کاسب تو ہے۔ یہ تیرے کسب سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ کسی عارف کا ارشاد ہے "ہر کام اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سر انجام پاتا ہے لیکن انسان کے کسب کو اس میں دخل ضرور ہے۔ نبی کریم رسول اللہ صلی علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:

اَعْمَلُوْا وَقَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ[1]

"عمل کرو۔ اللہ کا قرب طلب کرو اور نیکی کرو۔ پس ہر کام اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہو"

تجھے جس حالت میں رکھا گیا ہے اسی میں تیری بھلائی ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: لا محالہ تو یا مرید ہو گا یا مراد

اگر تو مرید ہے تو باربردار ہے۔ اور ہر سختی اور ہر قسم کا بوجھ اٹھانے کا مکلّف ہے۔ کیونکہ تو طالب ہے اور طالب کو مشقت پر مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اسے سخت جانی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں جاکر وہ مطلوب کو پہنچتا ہے۔ اور اپنی محبوب و پسندیدہ چیز حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

جان و مال، اہل و عیال پر اگر مصیبت نازل ہو تو تجھے اس سے بھاگنا نہیں چاہیے بلکہ صبر کرنا چاہیے یہاں تک کہ یہ مصیبت خود بخود دور ہو جائے سارے ثقل، بوجھ اور درد و آلام اٹھ جائیں۔ ساری اذیتیں اور مصیبتیں ختم ہو جائیں۔ اور تمام رذائل، نجاستیں، گندیاں۔ سب محنت و مشقت، درد و غم دور ہو جائیں اور تو خلق اور اسباب کی احتیاج سے محفوظ و مصون ہو کر محبوبانِ خدا اولیاء و ابدال کے گروہ میں شامل ہو جائے۔

اگر تو مراد ہے تو مصیبت کا شکوہ نہ کر۔ اللہ تعالیٰ کو الزام نہ دے کہ تجھے مشکلات سے سامنا ہے۔ سب مصائب تجھے مردان جفاکیش کے مراتب عالیہ تک پہنچانے کیلئے ہیں۔

---

[1] اسے امام ترمذی نے "الجامع الصحیح" میں (نمبر 3111) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے۔ یہ حدیث صحیح حسن غریب ہے۔ "فکل میسر لما خلق لہ" کے الفاظ صحیح ہیں۔

کہا تو پسند کرے گا کہ اس اعلیٰ مقام کو کھودے اور محبوبان خدا کی فہرست میں تیرا نام شامل نہ ہو۔ کیا تو کسی ادنی مقام پر اکتفا کرنے کا خواہاں ہے۔ کہ تجھے ان بلندیوں سے محروم رکھا جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ اور ان خلعتوں اور نعمتوں سے تو محروم رہ جائے جن سے ان لوگوں کو نوازا گیا ہے۔

تو اگر پستی پر راضی ہے تو بھی وہ کریم تیرے لیے پستی کو پسند نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ (البقرہ :216)

"اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"

وہ تیرے لیے اعلیٰ وارفع، اصلح واسنیٰ کا اختیار کرتا ہے اور تو ہے کہ اس سے انکار کرتا ہے۔

اگر تو یہ کہے کہ مذکورہ تقسیم اور بیان کے مطابق مراد کو بتلائے مصیبت کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ ابتلاء تو محبت کرنے والے کیلئے ہے۔ محبوب و مراد نوازا جاتا ہے نہ کر آزمایا جاتا ہے۔

تو کہا جائے گا کہ ہمارا پہلا بیان اغلب نظریے کو بیان کرتا ہے۔ مشہور تو یہی ہے کہ محبّ کو آزمایا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ محبوب کو ابتلاء و آزمائش کے کٹھن مراحل سے گزارا جاتا ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سید المحبوبین تھے۔ مگر آپ نے سب لوگوں سے زیادہ مصیبتیں جھیلیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد گرامی اس کی توثیق کرتا ہے۔

لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ مَالَا يَخَافُ اَحَدٌ. وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَ مَايُوْذٰى اَحَدٌ. وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ يُوْمًا مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَ مَالِيَ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاكُلُهُ ذُوْكَبِدٍ اِلَّا

شَیْءٌ یُوَارِیْهِ اِبْطُ بِلَالٍ [1]

"میں اللہ کی راہ میں اس قدر خوف زدہ کیا گیا ہوں کہ اتنا خوف زدہ کوئی نہ ہوا ہو گا۔ مجھے راہ خدا میں اس قدر اذیتیں دی گئیں کہ اتنا کسی کو نہ ستایا گیا ہو گا۔ اور (ایسا بھی ہوا کہ) مجھ پر تیس دن اور راتیں گزر گئی مگر مجھے اور بلال کو کھانے کیلئے کوئی چیز میسر نہ آئی جسے کوئی جاندار کھا سکتا۔ سوائے اس چیز کے جسے بلال کی بغل نے چھپا رکھا ہوتا تھا"

رسول اللہ ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّا مَعَا شِرَ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ بِالْاَمْثَلِ [2]

"سب سے زیادہ ہم گروہ انبیاء کو ابتلاء و آزمائش سے گزرنا پڑا۔ پھر درجہ بدرجہ دوسرے لوگ آزمائے گئے"

اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّکُمْ مِنْهُ خَوْفًا [3]

"میں تم سب سے زیادہ اللہ کا عرفان رکھنے والا اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں"

اپنے محبوب کو کس قدر مشکلات کی بھٹی سے گزارا۔ اپنے مراد اور مطلوب کو کس قدر خوفناک حالات میں مبتلا رکھا۔ یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں تھا۔ اس سے مقصود جنت میں اعلیٰ وارضع مقامات پر فائز کرنا تھا۔ جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ کیونکہ جنت میں اعلیٰ درجات اور ارفع منازل دنیا میں نیک اعمال کی وجہ سے عطا کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے "الجامع الصحیح" میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے نقل کیا ہے۔ (نمبر حدیث 2472) یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ اس کی تخریج پہلے ہو چکی ہے۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۔ اس کی تخریج پہلے ہو چکی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اوامر کی ادائیگی اور نواہی سے اجتناب کے بعد انبیاء واولیاء کے اعمال صبر ورضا اور حالت بلا میں موافقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ پھر انہیں ان مصائب و آلام سے نجات دیگر انعام واکرام سے لبد لآباد تک نوازا جاتا ہے۔

روز قیامت کی فکر انسان کو دوسروں سے بیگانہ بنادے گی

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:
دیندار طبقہ میں سے جو لوگ دینی ضروریات نماز جمعہ اور دوسری نماز پنجگانہ کیلئے یا ضروریات دنیوی کیلئے بازاروں میں جاتے ہیں۔

تو ان میں سے کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو بازار جا کر طرح طرح کی شہوات ولذات کو دیکھتے ہیں تو یہ چیزیں انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں وہ انہیں دل دے بیٹھتے ہیں اور فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ چیز ان کی بربادی، ترک دین، پاکبازی کا سبب بن جاتی ہے۔ وہ طبیعت کی موافقت پر اتر آتے ہیں۔ خواہشات کی اتباع کرنے لگتے ہیں ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی دستگیری فرمائے۔ انہیں محفوظ رکھے اور صبر و تحمل کی توفیق دے دے تو وہ محفوظ رہ جاتے ہیں اور بھٹکتے نہیں۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی دنیاوی نعمتوں پر جب نظر پڑتی ہے اور ہلاک ہونے کے قریب ہوتے ہیں فوراً اپنی عقل اور دین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دل کو مضبوط کر لیتے۔ تکلفاً استقامت اختیار کرتے ہیں اور دنیا کو ترک کرنے کا کڑوا گھونٹ پی لیتے ہیں طبیعت اور خواہش کے خلاف جنگ لڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں بڑا اجر لکھا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یکتب للمؤمن بترك الشهوة عند العجز عنها او عنه القدرة عليها سبعين حسنة[1]

1. مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔

"بندۂ مؤمن کو ترک شہوت پر ستر نیکیاں ملتی ہیں۔ خواہ وہ ترک شہوت سے عاجز ہو یا اس پر قدرت رکھتا ہو"۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو ان نعمتوں سے پوری طرح لطف لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ انہیں حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال و متاع سے حظ وافر عطا فرما رکھا ہوتا ہے۔ وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس پر اس کریم کا شکر ادا کرتے ہیں۔

چوتھا گروہ ان لوگوں کا ہے جو دنیوی چیزوں کو دیکھتے ہیں لیکن ان سے کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ وہ ماسوا اللہ سے اندھے بن جاتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ وہ بہرے ہو جاتے ہیں اور غیر کی آواز کو سن نہیں پاتے وہ اپنے مقصود و مطلوب میں اس طرح مشغول ہوتے ہیں کہ غیر کی طرف نگاہ کرنے کی فرصت ہی نہیں رکھتے۔ وہ خلق سے اس قدر لاتعلق ہو چکے ہوتے ہیں کہ دیکھ کر بھی کچھ نہیں دیکھتے۔ آپ پوچھیں کہ بازار میں کیا دیکھا تو کہیں گے کہ اس کے سواء تو ہمیں کچھ نظر ہی نہیں آیا۔

بے شک انہوں نے بازار میں بکھری دنیاوی نعمتوں کو دیکھا۔ مگر دل کی آنکھ سے نہیں ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ دل جمال یار کے مزے لوٹتا رہا۔ اس لیے وہ دیکھ کر بھی کچھ نہ دیکھ پائے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ انہوں نے صورت کو دیکھا مگر معنی سے لاتعلق رہے۔ انہوں نے ظاہر کو دیکھا مگر اشیاء کے باطن سے اندھے بنے رہے۔ ظاہری طور پر تو ان کی آنکھیں بازار کی چیزوں کو دیکھ رہی تھیں لیکن در حقیقت نگاہوں میں اللہ کریم کے جلوے بسے ہوئے تھے۔ انہیں ہر طرف اللہ تعالیٰ کا جلال و جمال نظر آ رہا تھا۔

پانچواں گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے دل میں اللہ کی مخلوق کا درد ہوتا ہے جب وہ بازار میں داخل ہوتے ہیں تو یہ جذبہ شفقت انہیں لذات دنیوی سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ بازار میں داخل ہونے سے لیکر نکلنے تک وہ خلقِ خدا کیلئے دعا،

استغفار، رحمت، شفاعت اور شفقت کا سوال کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھ کر ان کا دل جل اٹھتا ہے۔ آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ زبان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خلق خدا اور بستیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوتوال اور محافظ ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو انہیں عارف، ابدال، زاہد عالم، اعیاں، اوتاد، محبوب، مراد زمین میں اللہ کے نائب، سفراء، حقیقت شناس، ہادی، مھدی، ماہر اور مرشد کہہ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کبریت احمر اور نادر الوجود ہیں۔ رضوان اللہ وصلواته عليهم. وعلى كل مومن مريد لله عزوجل وصل الى انهتاء المقام.

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی ابتلاء و آزمائش ہیں اور اس کا محروم کرنا بھی امتحان ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کسی بندے کو دوسروں کے عیوب پر مطلع فرما دیتا ہے۔ جب وہ بندہ دوسروں کے جھوٹ، دعاوی۔ افعال واقوال اور باطن ونیت کے شرک سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اپنے رب، اس کے رسول اور دین کے بارے غیرت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کا دل غیرت دینی سے جل اٹھتا ہے اور پھر وہ اس کا اظہار بھی کر بیٹھتا ہے۔ (اور وہ کہہ اٹھتا ہے)

شرک کے ساتھ توحید کا دعویٰ کیسے ہو سکتا ہے شرک کفر ہے اور قربِ حق سے انسان کو دور کرنے کا موجب ہے۔ یہ شیطان لعین دشمنِ خدا کی صفت ہے۔ یہ منافقین کا وطیرہ ہے جنہیں جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں ہمیشہ کیلئے جلنا ہے۔ غیرتِ دینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ولی ایسے بدبخت کی کارستانیوں کو

عیاں کرتا ہے۔ اس کے عیوب۔ افعال خبیثہ اور اس کے جھوٹے دعاوی کی کلی کھولتا ہے۔ اور لوگوں کو بتاتا ہے کہ صدیقین کے احوال اور فنافی القدر کے اس کے تمام دعوے محض جھوٹ ہیں۔ یہ سب کچھ اس کے مکر و فریب کے جال کو تار تار کرنے اور اسے نصیحت کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فعل کو اس پر غلبہ ہوتا ہے وہ اسی کے ارادے سے گفتگو کر رہا ہوتا ہے۔ وہ اس جھوٹے افترا پرداز پر اپنے غصے کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔

لوگ اسے غیبت خیال کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کا دوست لوگوں کی غیبت کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ ممنوع ہے۔ کیا یہ شخص دوسروں کی پیٹھ پیچھے غیبت جوئی کر رہا ہے۔

لوگوں کے حق میں یہ اعتراض بہتر ثابت نہیں ہوتا بلکہ حسبِ ارشاد ربانی زیادہ نقصان کا موجب بنتا ہے۔

وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ :219)

"اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے"

ظاہر میں تو یہ برائی سے نفرت کا اظہار ہے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب اور اس پر اعتراض ہے۔ پس منکرِ ولی کی حالت حیرت و توقف میں بدل جاتی ہے۔ اسے سکوت و برداشت چاہیے تھا اور اللہ تعالیٰ کے اس ولی کی بات کی تاویل لازم تھی نہ کہ اعتراض اور اللہ کے ولی پر جھوٹا طعن۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کی ناراضگی اور غصہ اس شخص کی اصلاح کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ توبہ و استغفار کر لیتا ہے۔ اخلاق رذیلہ سے مجتنب ہو جاتا ہے۔ اور جہالت و حیرت سے رجوع کر لیتا ہے۔ پس یہ چیز ولی اللہ کے حق میں جہاد اور مغرور و متکبر شخص کے لئے باعث بخشش ثابت ہوتی ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاۤءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (النور :46)

"اور اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ تک"

روشنی چراغ کا پتہ دیتی ہے اور خوشبو کلیوں کا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: ایک عقلمند انسان سب سے پہلے اپنی ذات اور جسمانی ترکیب میں غور و خوض کرتا ہے۔ پھر تمام مخلوقات اور موجودات میں فکر و تامل کرتا ہے۔ انفسی و آفاقی یہ دلائل اسے خالق و صانع کا پتہ دیتے ہیں کیونکہ صنعت صانع پر اور قدرتِ محکمہ فاعلِ حکیم پر دلالت کرتی ہے۔ سب اشیاء کا وجود اللہ کریم کی قدرت کی مرہون منت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کریمہ

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

(الجاثیہ :13)

"اور اس نے مسخر کردیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے
اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے"

سے یہی معنی مراد لیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کی مظہر ہے۔ اور ہر چیز کا نام و نشان اس کے نام کے اثر سے ہے۔ (اے انسان!) تو خود اللہ تعالیٰ کے اسماء، اس کی صفات اور اس کے افعال کا پرتو ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ قدرتِ حق میں پوشیدہ اور حکمتِ الٰہی سے ظاہر ہے۔ حق سبحانہ اپنی صفات کے ذریعے ظاہر ہے اور اپنی ذات کے اعتبار سے پوشیدہ ہے۔ ذات صفات کے پردوں میں مخفی جب کہ صفات افعال کے پردوں میں پوشیدہ ہیں۔ وہ علم کو اپنے ارادہ سے ظاہر فرماتا ہے اور ارادہ کو حرکات سے عیاں کرتا ہے۔ اپنے کام کو اور کاریگری کو پوشیدہ فرمایا اور پھر اپنے ارادہ سے صنعت کو عیاں کردیا۔ وہ اپنی ذات میں غائب اور حکمت اور قدرت میں ظاہر ہے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ حضرت ابن

عباس نے اس کلام میں ان اسرار و معرفت کو بیان فرمایا ہے جو صرف ایسے دل پر ظاہر ہو سکتے ہیں جس میں الٰہی نور ضو فگن ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ شخصیت ہیں جن کے بارے نبی مکرم ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی اور التجا کی۔ اے اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرما اور انہیں تاویل کا علم عطا کر۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے اور ہمارا حشر انہیں پاکان امت کے ساتھ ہو۔ آمین۔

ہر امر کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ہر عمارت کے ستون

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اس کی فرمانبرداری کرنا۔ ظاہری شریعت کو لازم پکڑنا اپنے دل سے ہر برائی نکال دینا۔ جود و سخی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرنا کسی کو تکلیف نہ دینا۔ فقر و افلاس اور تکالیف پر صبر کرنا۔ مشائخ کی عزت و تکریم کرنا۔ بھائیوں سے حسنِ معاشرت رکھنا۔ چھوٹوں اور بڑوں کو نصیحت کرنا عداوت اور نفرت کو ترک کرنا۔ ایثار و قربانی اختیار کرنا۔ ذخیرہ اندوزی سے بچنا۔ بروں کی صحبت سے احتراز کرنا۔ دین و دنیا کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

حقیقت فقر یہ ہے کہ تو اپنے جیسے کسی انسان کا محتاج نہ ہو۔ اور غنا کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے ہم جنسوں سے بے نیاز بن جا۔

تصوف کا تعلق قیل و قال سے نہیں۔ یہ نعمت ریاضت سے ہاتھ آتی ہے۔ اس کیلئے بھوک سہنا پڑتی ہے۔ مالوفات و مستحسنات ترک کرنے پڑتے ہیں۔ کسی درویش سے شروع میں علم و ادب کا مطالبہ نہ کر۔ اس سے نرمی اور محبت کا رویہ اختیار کر۔ کیونکہ یہ مطالبہ اسے وحشت میں ڈال دے گا اور رفق و نرمی انس و

محبت کا نتیجہ ہو گی۔[1]

تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔

سخاوتِ ابراہیم علیہ السلام

رضائے اسحاق علیہ السلام

صبرِ ایوب علیہ السلام

اشارۂ زکریا علیہ السلام

غربتِ یحیٰی علیہ السلام

خرقہ پوشی موسیٰ علیہ السلام

سیاحتِ عیسیٰ علیہ السلام

اور فقرِ سیدِنا دنبِینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ واصحابہ وسلم

لوگوں سے حسن خلق برتیے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اغنیاء سے ملنا تو خود داری برتنا۔ فقراء کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آنا۔ تذلل واخلاص اختیار کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت

۱۔ مرید کی تربیت میں مشائخ تدریج کا خاص خیال رکھتے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک ہندوستانی درویش مکہ مکرمہ میں ہمارے شیخ کی صحبت میں رہنے لگا۔ داڑھی نہ رکھنے کی وجہ سے دوسرے درویشوں نے اسے برا بھلا کہا۔ شیخ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ تمہاری یہ باتیں اسے متوحش کر دیں گی اور وہ میری صحبت سے محروم ہو جائے گا۔ آپ نے اس سے بڑی محبت ورواداری کا برتاؤ رکھا اور ایک دن فرمایا کہ بیٹا! یہ کام برا ہے۔

میرے شیخ طلبہ کی تربیت میں اس بات کا خاص لحاظ فرماتے۔ ترک سنت کو برا سمجھتے مگر کسی طالب علم اور مرید پر سختی نہ فرماتے۔ ہمیشہ پند ونصائح سے سنت کی اہمیت کو اجاگر فرماتے اور ایسے دل نشین اور محبت بھرے انداز میں نصیحت کرتے کہ ترک سنت پر ندامت محسوس ہوتی۔ ایک بار کچھ لوگوں نے سختی کرنے کا مشورہ دیا۔ تارک سنت کو دارالعلوم سے نکال دینے کا مشورہ دیا کہ یہ چیز دین کے طلبہ کو زیبا نہیں مگر آپ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا کہ یہاں سے نکلنے کے بعد یہ فرائض بھی ترک کرنے لگیں گے۔

حاضر و ناظر یقین کرنا۔ اسباب کے پیدا کرنے میں اللہ کو الزام نہ دینا۔ ہمیشہ اس کے حضور اپنی ناتوانی اور محتاجی کا اظہار کرتے رہنا۔ باہمی محبت پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے دوست کے حق کو ضائع نہ کرنا۔

فقراء کی صحبت میں تواضع، حسن ادب اور سخاوت کا خاص خیال رکھنا۔
نفس کشی میں لگے رہنا یہاں تک کہ تجھے زندگی مل جائے اللہ تعالیٰ کے قریب ترین وہ شخص ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ حسن خلق رکھتا ہے۔ بہترین اعمال غیر اللہ سے دل کو خالی کرنا اور خلق کی طرف عدم التفات ہے۔

تجھ پر حق اور صبر کی تلقین لازم ہے۔ اور دنیا میں دو چیزیں تیرے لیے کافی ہیں۔ ایک فقیر کی صحبت اور دوسرے اللہ کے کسی دوست بندے کی خدمت فقیر سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں سے کچھ نہ چاہتا ہو۔
اپنے سے کمتر پر سختی اور دبدبہ کمزوری ہے۔ اپنے سے بلند مرتبہ پر دبدبہ فخر اور اپنے جیسے کسی شخص پر سوئے خلقی ہے۔

فقر اور تصوف کا لب لباب جہد مسلسل ہے۔ اس میں کسی لھو و لعب کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

ضبط نفس مسرتوں کا ذریعہ ہے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اے اللہ کریم کے دوست تجھ پر اللہ تعالیٰ کی یاد لازم ہے کیونکہ یہ عبادت ہر بھلائی کو جامع ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے کیونکہ یہ ہر نقصان سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اپنے آپ کو مصائب و آلام کیلئے تیار رکھ۔ تاکہ جب فیصلے کی گھڑی آئے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہو تو تو سرِ تسلیم و رضا جھکا سکے۔ زندگی میں بارہا مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے میں اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا سود مند ثابت ہوتا ہے۔

جان لے کہ تجھ سے تیری حرکات و سکنات کے بارے پوچھا جائے گا۔
اب جو چیز بہتر ہے اسے اپنا لے اور فضول و لایعنی امور سے اجتناب کر۔

تجھ پر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور حاکم کی اطاعت لازم ہے۔ فرمانروا کے تمام حقوق ادا کر اور اس سے اس کے فرائض کی ادائیگی کا مطالبہ نہ کر اور ہر حال میں اس کے لیے دعا گو رہے۔

مسلمانوں کے بارے حسنِ ظن رکھیے۔ اور ان کے بارے اچھا سوچیے۔ بھلائی کے ہر کام میں ان سے تعاون کیجیے۔ ایسی حالت میں تیری رات نہ گزرے کہ کسی کے بارے تیرے دل میں کدورت، بغض یا بری سوچ ہو۔ جو تجھ پر ظلم کرے اس کیلئے تو دعا کر اور نظر ہمیشہ اپنے پروردگار پر رکھ۔

اکلِ حلال کی کوشش کر۔ عرفانِ الٰہی سے تہی دامن ہے تو اس بارے اہلِ علم سے پوچھ اور اللہ عزوجل سے حیاء کر۔

ہمنشینی خدا اختیار کر۔ دوسروں سے تعلق بھی اسی کی رضا کی خاطر ہو۔

ہر صبح صدقہ و خیرات کر۔ شام ہو تو اس دن رحلت پانے والے مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کر۔ نماز مغرب پڑھ کر استخارہ کی دعا کر اور دس بار صبح و شام اللھم اجرنا من النار کا ورد کر۔

ان آیات کریمہ کا سورت کے اختتام تک ورد ضروری ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ "ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ ھُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ .... (الحشر :22)

اللہ توفیق دینے والا اور مدد فرمانے والا ہے۔ کیونکہ اللہ اعلیٰ و عظیم کے علاوہ کسی کے پاس قوت و طاقت نہیں کہ انسان نیکی کرے یا برائی سے بچے۔

محبوب کے پاس اکیلے آ

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح کا تعلق رکھ کہ گویا مخلوق ہے ہی نہیں۔ اور خلق سے یوں تعلق ہو کہ گویا نفس کا وجود ہی نہیں۔ جب تو اللہ تعالیٰ سے بلا خلق تعلق رکھے گا تو توحید میں کامل ہو جائے گا اور ہر ایک سے فانی بن جائے گا۔ اور جب خلق سے بلا نفس تعلق قائم کرے گا تو انصاف کرے گا تقویٰ کی راہ چلے گا اور مشقتوں سے بچ جائے گا۔

سب کو اپنی خلوت گاہ کے دروازے پر چھوڑ دے۔ اور اکیلے اندر جا بیٹھ تا کہ اپنی خلوت میں اپنے مونس کو باطن کی آنکھ سے دیکھ سکے۔ اعیاں سے ماوراء عالم کا مشاہدہ کرے۔ نفسانی خواہشات زائل ہو جائیں اور اس مقام تک رسائی حاصل کرے جہاں اللہ کا حکم پایا جاتا ہے اور اس کی قربت میسر آتی ہے۔ تب تیری جہالت علم میں تبدیل ہو گی۔ بعد قرب میں بدلے گا۔ خاموشی ذکر بن جائے گی اور وحشت کی جگہ انس لے لی گی۔

اے دوست! یہاں خلق ہے یا خالق ہے۔ خالق کو اختیار کر لیا ہے تو پھر کہہ۔

فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (الشعراء: 77)

"پس وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے"

میٹھا پھل

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے اس کے بعد یہ فرمایا:

جس نے اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیا اسے اس کا عرفان نصیب ہو گیا کسی نے حضرت سے پوچھا۔ جس شخص پر تلخی صفرا غالب ہو وہ شیرینی یعنی اللہ کی محبت کا مزہ کیسے محسوس کرے گا تو آپ نے فرمایا۔

وہ اپنے دل سے شہوتوں کو زائل کر دے۔

اے دوست! جب مؤمن عمل صالح کرتا ہے تو اس کا نفس قلب میں

تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر قلب سِرّ بن جاتا ہے۔ سِرّ فنا ہو تا ہے۔ اور فنا وجود میں منقلب ہو جاتا ہے۔

خود سپردگی اختیار کر محفوظ رہے گا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا:
دوستوں کے لیے ہر دروازہ کھلا ہو تا ہے۔

اے دوست! فنا یہ ہے کہ دیدۂ شہود سے تمام خلق معدوم ہو جائے۔ تیری طبیعت طبع ملائکہ میں تبدیل ہو جائے۔ پھر یہ طبع ملائکہ بھی فنا ہو جائے پھر تو منہاج اول کے ساتھ مل جائے۔ اس مقام پر تیرا رب تجھے پلائے گا جو پلائے گا۔ اور تجھ میں بوئے گا جو بوئے گا۔

اگر اس مقام تک رسائی چاہتا ہے تو اسلام قبول کر۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن جھکا دے۔ پھر اللہ کے بارے علم حاصل کر۔ اس کے بعد معرفت حق حاصل کر اور اس سے اگلے درجے میں اپنے وجود کو اس کی ذات کے ساتھ باقی کر لے۔

زھد ایک گھڑی کا عمل ہے۔ تقویٰ دو ساعتوں کا اور معرفت ہمیشہ کا۔

معارجِ کمال

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: اہلِ مجاہدہ و محاسبہ اور اولی العزم ہستیوں کی دس خصلتیں۔ تم بھی انہیں اپناؤ۔ ان دس خصلتوں کو اختیار کرو گے اور باذن اللہ ان پر کاربند ہو جاؤ گے تو بارگاہ الٰہی سے منازل شریفہ پاؤ گے۔

۱۔ ان دس خصلتوں میں سے پہلی خصلت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے نام کی سچی ہو یا جھوٹی قسم نہ اٹھائے۔ نہ ہی جان بوجھ کر اس گناہ کا ارتکاب کرے اور نہ بھول کر کیونکہ جب وہ قسم نہ اٹھانے کا پختہ ارادہ کر لے گا اور اس کا اپنے آپ کو

عادی بنالے گا تو اس سے سہواً بھی یہ غلطی نہیں ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے انوار و تجلیات کے دروازے کھول دے گا۔ وہ اس کے فوائد کو اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ اور زیادہ پر عزم ہو جائے گا۔ جاننے والے اس کی تعریف کریں۔ پڑوسی تکریم بجا لائیں گے۔ حتی کہ دوست و آشنا اقتداء کرنے لگیں گے اور دیکھنے والے مرعوب ہو جائیں گے۔

۲۔ دوسری خصلت یہ ہے کہ جھوٹ سے اجتناب کرے۔ نہ کسی کو دھوکہ دینے کی غرض سے جھوٹ بولے اور نہ ہی مزاح کے طور پر۔ کیونکہ جب انسان جھوٹ سے مکمل اجتناب کر لیتا ہے۔ اور دل میں عہد کر لیتا ہے کہ خلاف واقع بات نہیں کرے گا تو وہ سچ کا عادی بن جاتا ہے۔ ہر صورت اس کے منہ سے سچ صادر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو کھول دیتا ہے۔ سچائی اس کے علم کو صاف و شفاف کر دیتی ہے۔ اور کذب سے یوں لاتعلق ہو جاتا ہے کہ گویا وہ اس برائی سے واقف ہی نہیں۔ جب وہ کسی دوسرے شخص سے جھوٹی بات سنتا ہے تو اسے بڑی معیوب لگتی ہے۔ اور دل میں اسے بہت برا سمجھتا ہے۔ اگر وہ جھوٹ سے احتراز کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلا عطا فرماتا ہے۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ جب انسان کسی سے وعدہ کرے تو اسے پورا کرے اور وعدہ خلافی نہ کرے۔ یا پھر کسی سے وعدہ ہی نہ کرے۔ ایفائے عہد ایک مفید خصلت ہے۔ اور یہ چیز بہترین رویے کی غمازی کرتی ہے۔ وعدہ خلافی جھوٹ ہے۔ جب بندہ ایفائے عہد کی خصلت کو اپنا لیتا ہے تو اس کیلئے سخاوت اور محبت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ دوست اسے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی زبان قدرت سے اس کی مدح و ستائش کرتا ہے۔

۴۔ چوتھی خصلت یہ ہے کہ انسان خلق خدا کو ملامت نہ کرے۔ چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کو بھی تکلیف نہ دے۔ کیونکہ ملامت سے اجتناب ابرار و صدیقین کے اخلاق میں سے ہے ایسے شخص کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں اللہ کی امان

میں رہتا ہے۔اور آخرت میں اس کے لیے بڑے درجات تیار رکھے جاتے ہیں۔
اسے ہلاکت کے گڑھوں میں گرنے سے بچالیا جاتا ہے۔ مخلوق کے شر سے اللہ کریم اسے سلامتی عطا فرماتا ہے۔اپنے بندوں پر مہربانی کرتے ہوئے اسے رزق عطا کرتا ہے۔اور اسے اپنا قرب بخشتا ہے۔

۵۔ پانچویں خصلت یہ ہے کہ انسان کسی کیلئے بد دعا نہ کرے۔اگر وہ زیادتی کر دے تو بھی اس سے سلسلہ کلام بند نہ کرے۔نہ اس سے انتقام لے۔اللہ تعالیٰ کی خاطر اس پر صبر و تحمل کرے۔اپنے قول و فعل سے اس سے بدلہ نہ لے۔یہ خصلت انسان کو اعلیٰ منازل پر فائز کرتی ہے۔

جب بندہ اس خصلت کو اپنا لیتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔دور و نزدیک کے سب لوگ اسے سے محبت و مودت کا سلوک کرتے ہیں اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ مخلوق میں اسے سربلندی ملتی ہے اور دنیا میں وہ ایمان والوں کے دلوں میں عزت پاتا ہے۔

۶۔ چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہلِ قبلہ کو کافر، مشرک اور منافق نہ کہے۔یہ خصلت رحمت کے بہت قریب اور درجہ میں بہت بلند ہے۔یہ سنت کا کمال ہے۔اور علم الٰہی میں دخل اندازی سے کمال پرہیز ہے۔اس ذریعہ سے انسان اللہ کی ناراضگی سے بچ جاتا ہے۔اللہ کی رضا اور رحمت کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے۔یہ اللہ کریم تک پہنچانے کے لیے گویا دروازہ ہے جو انسان کو پوری مخلوق کی رحمت و محبت کا وارث بنا دیتا ہے۔

۷۔ ساتویں خصلت یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بچے۔اپنے اعضاء کو غلط کاریوں سے باز رکھے۔یہ وہ عمل ہے جس کا اس دنیا میں دل اور اعضاء کو فوری بدلا دیا جاتا ہے اور آخرت کیلئے بھی نیکیاں ذخیرہ کی جاتی ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب پر احسان فرمائے۔ ہمیں یہ خصلتیں اپنانے کی توفیق دے اور ہمارے دلوں سے سب کدورتوں کو

نکال باہر کرے۔

۸۔ آٹھویں خصلت یہ ہے کہ انسان اپنا بوجھ کسی دوسرے کے کندھوں پر مت ڈالے یہ بوجھ تھوڑا ہو یا زیادہ اسے خود اٹھائے۔ بلکہ دوسری تمام مخلوق کے بوجھ بھی اٹھانے کی کوشش کرے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھے اور ان سے کسی قسم کا لالچ نہ رکھے یہ چیز عبادت گزاروں کیلئے کمال عزت اور متقیوں کے لیے کمال شرف ہے۔ اسی چیز سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور انسان کے نزدیک پوری مخلوق ایک جیسی بن جاتی ہے۔

جب بندے میں یہ وصف پیدا ہو جاتا ہے تو رب قدوس اس میں غنا، اور ایمان و یقین کا نور پیدا فرما دیتا ہے۔ وہ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتا سب مخلوق حق میں اس کے نزدیک برابر ہوتی ہے اسے اس بات پر کامل یقین ہو جاتا ہے کہ اسی میں اہل ایمان کی عزت اور اہل تقویٰ کا شرف ہے۔ یہی اخلاص کا قریب ترین دروازہ ہے۔

۹۔ نویں خصلت یہ ہے کہ انسانوں سے کسی قسم کا لالچ نہ رکھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اسے حرص کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ دنیا سے بے نیازی بہت بڑی عزت کی بات ہے۔ یہی غناءِ خالص ہے۔ ایسا شخص بہت بڑا بادشاہ ہے۔ اسی میں فخر ہے۔ اسی سے صافی یقین حاصل ہوتا ہے۔ یہی کامل و صریح توکل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر یقین کا دروازہ ہے۔ زھد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ یہ بھی ہے۔ اسی سے زہد و ورع حاصل ہوتا ہے اور بزرگی کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور یہی علامت ہے ان لوگوں کی جو دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے ہو رہتے ہیں۔

۱۰۔ دسویں خصلت یہ ہے کہ انسان تواضع اختیار کرے۔ کیونکہ اس کے ذریعے عابد کا محل پختہ ہوتا ہے اس کی قدرت و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک اس کی عزت و رفعت کی تکمیل ہوتی ہے اور دنیا و آخرت کے معاملے میں سے جو چاہتا ہے اس کی قدرت پاتا ہے۔ یہ خصلت تمام

خصائل حمیدہ کی اصل ہے۔ اسی ایک خصلت کی باقی تمام خصلتیں گویا شاخیں ہیں اور اسی کی تکمیل سے تمام دوسری خصلتیں جنم لیتی ہیں۔ اسی خصلت تواضع کے ذریعے بندہ ان منازل کو حاصل کر لیتا ہے جو منازل صالحین کی ہیں اور ان محبوبان خدا کی ہیں جو تنگی و فراخی میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے ہیں۔ یہ خصلت تقویٰ کا کمال ہے۔

تواضع

تواضع یہ ہے کہ انسان جس انسان سے ملے اسے اپنے آپ سے بہتر خیال کرے۔ اور کہے کہ ہو سکتا ہے وہ عند اللہ مجھ سے بہتر اور بلند درجہ ہو۔

اگر چھوٹا ہے تو کہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ حالانکہ میں نے گناہ کیے ہیں لہٰذا بلا شبہ وہ اس لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے۔ اگر بڑا ہے تو کہے اس نے مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔ اگر عالم ہو تو کہے کہ اسے وہ نعمت دی گئی ہے جس سے میں محروم ہوں۔ اور جو دولت اسے میسر ہے مجھے حاصل نہیں اور جو وہ جانتا ہے میں اس سے جاہل ہوں۔ وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اگر جاہل ہے تو کہے اس نے جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جبکہ میں نے جانتے بوجھتے گناہ کیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ ہم دونوں کا خاتمہ کس پر ہو گا۔ اگر ملنے والا کافر ہو تو کہے کہ کیا خبر کل کو وہ اسلام قبول کر لے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں کفر کر بیٹھوں اور میری موت برائی پر آئے۔

تواضع شفقت اور مہربانی کا دروازہ ہے۔ یہ بہترین خصلت ہے جسے انسان اختیار کر سکتا ہے اور اسی کا اثر ہمیشہ دیرپا ثابت ہوتا ہے۔

جب بندہ اس خصلت کو اپنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے آفاتِ نفسانی سے بچا لیتا ہے اور اسے اس بلند مرتبے تک پہنچا دیتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کیلئے نصیحت کرتا ہے۔ اس کا شمار خاصانِ بارگاہ اور محبوبانِ پروردگار میں

ہونے لگتا ہے۔اور وہ دشمنِ خدا ابلیس لعین کا سخت ترین دشمن بن جاتا ہے۔یہی رحمت کا دروازہ ہے۔

اس کے علاوہ انسان کی زبان دوسروں کی غیبت اور لایعنی باتوں سے رک جاتی ہے۔بس کوئی عمل تواضع کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہوتا۔تواضع دل سے کبر و نخوت بغض و کینہ اور دوسری تمام برائیوں کو نکال دیتی ہے۔جلوت و خلوت یکساں بن جاتی ہے۔ظاہر و باطن ایک اور قلب و زبان میں یکسانیت آجاتی ہے۔انسان خلقِ خدا کی بھلائی چاہنے لگتا ہے۔کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا۔کسی کو اس وقت تک نصیحت نہیں کرتا جب تک کسی ایک شخص کو بھی برے لفظوں سے یاد کر رہا ہوتا ہے۔یا کسی کی عیب جوئی کو پسند کر رہا ہوتا ہے۔عیب جوئی عبادت گزاروں کیلئے زہرِ قاتل ہے۔اور زاہدوں کے لیے موت اور ہلاکت کا پیغام ہے۔ہاں جس کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اور اس کے دل اور زبان کو اپنے فضل و کرم اور احسان سے محفوظ کرلے تو وہ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔

سیرابی صرف پانی سے ممکن ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارضاہ نے فرمایا: اور یہ نصیحت آپ نے مرض الموت میں فرمائی گویا اس کی حیثیت وصیت کی ہے۔

آپ کے بیٹے عبدالوھاب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی۔حضور! ہمیں کوئی ایسی نصیحت فرمایئے۔جس پر آپ کے وصال کے بعد ہم عمل پیرا ہو سکیں۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔اس کے علاوہ دل میں کسی اور کا خوف نہ رکھو۔صرف اسی سے امیدیں وابستہ کرو۔ہر چیز اسی سے مانگو۔تمام ضروریات کا اسی کو کفیل سمجھو صرف اسی پر توکل کرو۔اسی کی بارگاہ میں التجا کرو۔کسی اور پر بھروسہ نہ کرو۔توحید پر قائم رہو۔اور ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک یقین کرتے رہو۔

اے اللہ! میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں تو بھی میری ملاقات کو پسند فرما

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: جب دل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہے تو کوئی چیز اس سے نہیں نکلتی اور کوئی چیز اس سے خالی نہیں ہوتی۔ (یعنی علم و معرفت سے دل خالی نہیں ہوتا اور حکمت اس سے جدا نہیں ہوتی)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے فرمایا: میں ایسا مغز ہوں جس کا چھلکا نہیں۔ اور اپنی اولاد سے فرمایا: مجھ سے دور ہو جاؤ۔ ظاہراً میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن باطناً کسی اور کی معیت مجھے حاصل ہے۔

فرمایا: میرے پاس کچھ اور لوگ آتے ہیں ان کے لیے جگہ چھوڑ دو۔ ان کا ادب کرو۔ رحمت عظیم یہاں ہے۔ ان کے لیے جگہ تنگ نہ کرو۔

آپ فرماتے جاتے تھے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی بخش دے۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اور آپ لوگوں پر رحمت فرمائے۔ بسم اللہ تشریف لائیے۔ مگر مجھے چھوڑ کر جانے کیلئے نہیں۔ (یعنی میں وصال خداوندی چاہتا ہوں)۔ ایک دن اور ایک رات تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی فرماتے رہے۔

یہ بھی فرمایا: تم پر افسوس! مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ نہ ملک الموت سے اور نہ کسی اور فرشتے سے۔ ہماری ذمہ داری اپنے سواء کسی اور پر مت ڈال۔ یہ کہہ کر آپ نے نعرہ بلند کیا اور اسی روز عشاء کے وقت آپ اپنے خالق سے جا ملے۔

آپ کے بیٹوں عبدالرزاق اور موسیٰ رحمھما اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے پھر انہیں نیچے کر لیتے اور فرماتے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ

اللہ وبرکاتہ! توبہ کرو اور نیک لوگوں کی صف میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تمہارے پاس بھی آیا چاہتا ہے۔ اور فرماتے۔ نرمی اختیار کرو۔ پھر اس کے پاس حق اور سچی موت آئے (یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے تلمیح ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق) آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: تمہارے اور میرے درمیان اور تمام مخلوق کے درمیان اس قدر بعد اور دوری ہے جس قدر بعد اور دوری زمین اور آسمانوں کے درمیان ہے۔ مجھے دوسروں پر قیاس نہ کرو اور نہ دوسروں کو مجھ جیسا سمجھو۔

آپ کے بیٹے عبدالرزاق نے پوچھا۔ (حضور!) طبیعت کیسی ہے۔ جسم میں کہیں درد تو نہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے کچھ مت پوچھو۔ میں بحر عرفان میں غوطہ زن ہوں۔ آپ کے بیٹے عبدالعزیز نے بیماری سے متعلق پوچھا تو فرمایا: میری مرضی کو کوئی نہیں جانتا۔ اور نہ کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اس سے آگاہی انسان کے بس کا روگ نہیں۔ میری بیماری جن اور فرشتہ کی سمجھ سے بھی بالاتر ہے۔ اللہ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کا علم ناقص نہیں ہو جاتا۔ حکم بدلتا ہے اور علم لا تبدیل ہے۔ حکم منسوخ ہو جاتا ہے مگر علم منسوخ نہیں ہو سکتا۔

يَمْحُو اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ

(الانبیاء :23)

"مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور باقی رکھتا ہے (جو چاہتا ہے) اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب"

لَايُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (الانبیاء :۳۲)

"نہیں پرسش کی جا سکتی اس کام کے متعلق جو وہ کرتا ہے اور ان (تمام سے) باز پرس ہو گی"

صفاتِ الٰہی کی خبریں جو ہمیں کلام اللہ سے پہنچی ہیں وہ دنیا کے اندر اسی طرح ظہور پزیر ہوتی رہتی ہیں۔

آپ کے بیٹے حضرت عبدالجبارؒ نے پوچھا: کیا جسم میں کہیں درد ہے؟

فرمایا: دل کے سواء جسم کا انگ انگ میرے لیے باعث تکلیف ہے۔ دل محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ صحیح ہے۔

پھر آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات جاری ہوئے: اس ذات سے مدد طلب کرتا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں۔ جو زندہ ہے اور جس کے لیے فنا نہیں۔ ہر عیب سے پاک ہے۔ بلند ہے۔ زندہ ہے۔ موت سے نہیں ڈرتا۔ اپنی قدرت سے ہر چیز پر غالب ہے۔ تمام کو موت دیکر فنا کرنے والا ہے۔ اس کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

مجھے آپ کے فرزند موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: (تَعَزَّزَ) غالب ہے۔ مگر آپ اس لفظ کو صحیح طریقے سے ادا نہ کر سکے۔ آپ یہی کلمہ بار بار دہراتے رہے پھر زبان صحیح ہو گئی۔ اور ازیں بعد تین بار اللہ اللہ اللہ کہا۔ آواز پست ہو گئی۔ زبان تالو سے لگ گئی۔ اور روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے مستفیض فرمائے۔ ہمارا خاتمہ بالایمان کرے۔ اور تمام مسلمانوں کو ایمان کی دولت عطا فرمائے۔ ان تمام کی موت اسلام پر ہو۔ اور ہم سب کو نیک بندوں سے ملائے۔ رسوائی اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ تمام تعریف اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔